انتخاب
الترغیب والترہیب

تالیف

الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذری

جلد چہارم

ترجمہ و تشریح

از

جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب دہلوی
رفیق ندوۃ المصنفین

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی


میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

فہرست
انتخاب الترغیب والترہیب جلد چہارم

مضامین	صفحہ
پیش لفظ	۸
عرضِ مرتب	۱۱
ذکر کا بیان (ابوابِ ذکر کا تمہیدی مضمون)	۱۳
بابِ اول	
ذکر کے فضائل و آداب و دیگر متعلقات کا بیان	
۱۶ ـــ تا ـــ ۴۴	
حدیث "انا عند ظن عبدی بی" کا ایک اچھوتا مفہوم (حاشیہ)	۱۶
لفظ "باع" کی لغوی تحقیق (حاشیہ)	۱۷
صاحبِ مشکوٰۃ پر تعقب "	۱۹
سیوطی اور مناوی کا وہم "	۱۹
ذکر اللہ کو جہاد سے افضل قرار دینے کا راز	۲۳
حدیث کی راویہ اُم انسؓ کی تعیین (حاشیہ)	۲۵
ذکر سے خالی وقت پر قیامت میں افسوس	۲۶
ذکر اللہ دلوں کی پالش ہے	۲۷
کمزور دل لوگوں کیلئے بہترین عمل	۲۸
ذکرِ الٰہی شیطانی اثرات سے حفاظت کی ڈھال ہے	۲۹
ذکر اللہ کی توفیق ہونا بہت بڑی نعمت ہے	۳۰
"حوبًا" اور "تحوبًا" کی تحقیق اور مناوی پر تعقب (حاشیہ)	۳۲
نرم بستروں پر خدا کی یاد	۳۲
ذکر اللہ سے محروم انسان گویا بے جان لاشہ ہے	۳۳
خدا کی یاد میں کھوئے رہنے والے	۳۴
مقامِ جمدانؓ سے ارشادِ نبویؐ "سبق المفردون" کے تعلق کی لطیف توجیہ	۳۷
ذکر اللہ کی محفلیں	۳۷
ذکر کی محفلیں جنت کی کیاریاں ہیں	۴۳
ذکر اللہ کی محفلوں کا انعام	۴۳
ذکر اللہ سے خالی محفلیں	۴۴
بابِ دوم	
متعدد قسم کے اذکار و دعائیں	
۴۵ ـــ تا ـــ ۱۴۱	
فصل اول: مختلف قسم کے اذکار و تسبیحات جو کسی وقت یا کسی موقع کیلئے مخصوص نہیں	۴۵

مضامین	صفحہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی فضیلت	۴۵
کلمۂ توحید کے ساتھ اسلامی زندگی کی وابستگی کی ایک عمدہ مثال	۴۸
اعمال کی ترازو کا کیا مطلب ہے؟	۵۳
ایمان کا نکھار	۵۴
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی فضیلت	۵۴
مجمع الزوائد کی ایک تصحیف پر انتباہ (حاشیہ)	۵۶
تسبیح تکبیر تہلیل اور تحمید کے فضائل	۵۷
مصنف پر ایک استدراک (حاشیہ)	۶۹
ہر حال میں خدا کی تعریف کرو	۷۱
کلام سیوطی پر استدراک (حاشیہ)	۷۱
بُردباری اور جلد بازی کی حقیقت — بھرتی اور جلد بازی، اسی طرح سستی اور بُردباری کے فرق کی بہترین وضاحت	۷۳
ہر کام کے شروع میں اللہ کی تعریف	۷۴
تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کے کچھ جامع کلمات	۷۵
مروجہ تسبیح کی بُنیاد	۷۷
فرشتے اعمال کس شکل میں لکھتے ہیں (حاشیہ)	۸۰
حمد وثنا کے غیبی کلمات	۸۲
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہنے کی فضیلت	۸۳
فصل دوم: خاص خاص مواقع کے اذکار و دُعائیں	۸۴
صبح وشام کے اذکار اور آیتیں	۸۴
ابوعیاش صحابی کی تحقیق (حاشیہ)	۹۴
صبح وشام درود شریف	۱۰۳
رات اور دن کی دعائیں اور آیتیں	۱۰۳
فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور دُعائیں	۱۰۶
النکت الظراف پر استدراک (حاشیہ)	۱۰۷
تسبیحاتِ فاطمہ	۱۱۰
فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی	۱۱۳
فرض نماز کے بعد ایک خاص دعا	۱۱۴
آرام گاہ کے معمولات اور دُعائیں	۱۱۵
باوضو سونے کا اہتمام	۱۱۵
جو تہجد کے ارادے سے سویا مگر اُٹھ نہ سکا	۱۱۷
بستر پر پہنچ کر یہ پڑھیے	۱۱۸
سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ کا ورد	۱۲۳
سوتے وقت مسبحات کی تلاوت	۱۲۶
مسبحات کون کون سی سورتیں ہیں؟ (حاشیہ عربی و اردو)	۱۲۶
ہزار آیتوں کے برابر ایک آیت	۱۲۷
سوتے وقت قرآن مجید کی کسی سورت کی تلاوت	۱۲۸
سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص	۱۲۹
جب کبھی درمیان میں آنکھ کھلے	۱۲۹
جب کوئی بُرا خواب نظر آئے	۱۳۰
جو سوتے سوتے ڈر جاتا ہو	۱۳۲
نیند سے بیدار ہو کر	۱۳۵
جب دل میں وسوسے پیدا ہوں	۱۳۸

مضامین	صفحہ
جب نماز میں وسوسے آئیں	۱۴۰
توبہ اور استغفار کا بیان ۱۴۲ — تا — ۱۸۱	
گناہ دلوں کا میل اور استغفار اس کی صفائی ہے	۱۴۷
توبہ قبول کرنے کے لئے خدا کی پکار	۱۵۱
توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں	۱۵۱
مجمع الزوائد کے ایک سہو پر انتباہ (حاشیہ عربی)	۱۵۲
نسخہائے ابن ماجہ کی تصحیف	۱۵۴
جیسا گناہ ویسی ہی توبہ	۱۵۵
بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی	۱۵۶
ندامت ہی اصل توبہ ہے	۱۵۷
سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ	۱۶۰
بے شمار گناہوں کے بعد توبہ	۱۶۳
بعض راویوں کی ایک عجیب اور عجیب غلط فہمی کا ازالہ (حاشیہ عربی)	۱۶۳
اگر خطاکار نہ ہوتے	۱۶۵
لفظ "ذنب" کے بارے میں ایک صرفی نکتہ (حاشیہ)	۱۶۶
"کِفل" کی توبہ	۱۶۸
برائیاں انسان کی گردن کے پھندے ہیں اور ان کی کاٹ بھلائی ہے۔	۱۷۰
توبہ کے بعد نیکی کا اہتمام	۱۷۱
آخر عمر کی نیکی شروع عمر کا کفارہ ہے	۱۷۴
خوش نصیب انسان	۱۷۶
گناہوں سے بچنے والے کا مرتبہ	۱۷۶
گناہگاروں میں کون لوگ بہتر ہیں	۱۷۷
استغفار ہر رنج وغم سے نجات ہے	۱۷۷
استغفار کے کلمات	۱۷۹
کتاب کے نسخوں کی ایک غلطی کی اصلاح (حاشیہ)	۱۸۰
خدا کی بخشش سے ناامیدی ہلاکت ہے	۱۸۱
دعاء کا بیان ۱۸۳ — تا — ۲۲۵	
دعاء اور جد وجہد	۱۸۳
دعاء کی فضیلت واہمیت	۱۸۵
مومن کی دعاء رائیگاں نہیں جاتی	۱۸۱
قیامت میں دعاؤں کے پورا نہ ہونے کی تمنا	۱۸۳
اللہ تعالیٰ دعاء کے ہاتھ خالی پھیرتے شرماتا ہے	۱۹۷
اپنی حاجتیں صرف اللہ کے سامنے رکھو	۱۹۸
دعاء حاجت	۱۹۹
قبولیت کے خاص اسباب اور مواقع	۲۰۰
کلماتِ قبولیت	۲۰۴
اسم اعظم	۲۰۸
قبولیتِ دعاء کے خاص خاص اوقات وحالات	۲۱۳
مقاماتِ قبولیت	۲۱۵
دعاء کی قبولیت کے لئے بے صبری	۲۱۶
صدر منادی کا ایک سہو	۲۱۶
دعاء کے بعد آمین کہنا	۲۱۸

مضامین	صفحہ
دعاء کب قبول نہیں ہوتی ؟	۲۲۰
دعاء کے متعلق چند احتیاطیں	۲۲۳
درود و سلام ۲۲۶ — تا — ۲۴۶	
درود و سلام کی فرضیت	۲۲۶
درود و سلام کا رُوحانی فیض	۲۲۷
درود شریف کی فضیلت و اہمیت	۲۲۸
تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے ارشاد نبوی	۲۳۱
درود ایک طرح کا صدقہ ہے	۲۳۲
جمعہ کے دن درود و سلام کا خصوصی اہتمام	۲۳۳
قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی لوگ	۲۳۶
زیادہ سے زیادہ درود و سلام	۲۳۶
حدیث کے ایک لفظ ربع یا ثلث کی تحقیق (حاشیہ)	۲۳۷
درود و سلام کے چند الفاظ	۲۳۹
دعاؤں کی قبولیت میں درود شریف کی تاثیر	۲۴۲
درود نہ پڑھنے پر وعید	۲۴۴
کتاب البیوع یعنی **خرید و فروخت کا بیان** ۲۴۷ — تا —	
خرید و فروخت کا تمہیدی و ابتدائی بیان	۲۴۸

مضامین	صفحہ
اپنی محنت کی کمائی	۲۴۹
علامہ زبیدی کا ایک وہم (حاشیہ)	۲۵۰
تجارت کی اہمیت اور دیگر وسائلِ معاش پر اس کی برتری	۲۵۲
تلاشِ معاش کی محنت فی سبیل اللہ ہے	۲۵۵
فی سبیل اللہ کی تحقیق (مزید دیکھئے جلد ۳ ص ۳۵)	۲۵۷
تلاشِ معاش میں صبح سویرے لگنا	۲۵۸
امام ترمذی کے کلام پر استدراک (حاشیہ)	۲۵۸
بازار اور غفلت کے مقامات پر خدا کی یاد	۲۶۰
تلاشِ معاش میں میانہ روی اور صبر و قرار	۲۶۲
نسخہائے کتاب کے برخلاف ایک لفظ کا صحیح انکشاف	۲۶۵
اپنی قسمت کی روزی مل کے رہتی ہے	۲۶۷
اصل دولت مندی دل کی ہے	۲۶۹
پرہیزگاری بھی معاش کا بڑا سہارا ہے	۲۷۰
کسی ایک ٹھکانے کا پابند ہونا غلط ہے	۲۷۳
دنیا کی ہوس کی مذمت	۲۷۴
حلال کی تلاش اور حرام سے پرہیز	۲۷۶
حرام آمدنی سے صدقہ خیرات	۲۷۹
اللہ تعالیٰ سے پوری پوری حیاء	۲۸۱
حاکم و ذہبی پر تعقب (حاشیہ)	۲۸۲
پرہیزگاری کی تاکید اور مشتبہ روزی کی پرہیز	۲۸۳

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اپنے دل سے مشورہ	۲۸۵	میت کے قرضے جلد چکائے جائیں	۳۲۰
پرہیزگاری	۲۸۷	مقروض مرنیوالے کیساتھ آنحضرتؐ کا طرزِ عمل	۳۲۲
کاروبار میں نرم مزاجی	۲۸۸	گنجائش کے باوجود ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا	۳۲۳
حقدار کو کہنے کا حق ہوتا ہے	۲۹۰	ادائے قرض کی چند دعائیں: پہلی دعاء	۳۲۷
ادائیگی واجب سے بہتر ہونی چاہیئے	۲۹۱	دوسری دُعاء	۳۲۸
بکی ہوئی چیز گاہک کے کہنے سے واپس لوٹا لینا	۲۹۲	تیسری دُعاء	۳۳۰
ناپ تول میں کمی	۲۹۳	چوتھی دُعاء	۳۳۳
دنیوی عذاب	۲۹۵	ہر رنج و غم کے لئے دُعائیں	۳۳۵
خرید و فروخت میں دوسرے سے خیر خواہی کرنا	۲۹۵	پہلی دعاء	۳۳۵
خرید و فروخت میں دھوکے بازی	۲۹۹	دوسری دعاء	۳۳۷
ذخیرہ اندوزی کی مذمت	۳۰۳	تیسری دعاء	۳۳۷
ذخیرہ اندوزی مکہ مکرمہ میں	۳۰۶	چوتھی دعاء	۳۳۸
کاروبار میں سچائی اور دیانتداری	۳۰۶	دُعائے حاجت	۳۳۹
اپنے شریک سے خیانت	۳۱۱	دھوکے بازی کے لئے جھوٹی قسم	۳۴۱
قرض لینے کی مذمت	۳۱۲	قسم کی معاشرتی اور اخلاقی اہمیت	۳۴۱
قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہے	۳۱۴	جھوٹی قسم پر دنیوی عذاب	۳۴۹
قرض کی ادائیگی کا ایک عجیب واقعہ	۳۱۵	جھوٹی قسم پر دنیوی سزا کا ایک تازہ واقعہ	۳۵۰
قیامت میں نادار قرضدار کا عذر	۳۱۸	خاتمہ۔ تاریخ اختتام جلد چہارم	۳۵۱

ملنے کا پتہ
میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انتخاب ترغیب وترہیب کا شمار ندوۃ المصنفین کی نہایت مفید اور اہم مطبوعات میں ہوتا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں اس کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی۔ تین سال کے وقفے کے بعد یعنی ۱۹۷۶ء میں دوسری جلد طبع ہوئی۔ ۱۹۷۸ء میں تیسری جلد اور اب ۱۹۸۱ء میں چوتھی جلد پیش کی جا رہی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ "دیر آید درست آید" کے اصول کے مطابق یہ جلد پہلی جلدوں سے زیادہ بہتر طریقہ پر طبع ہوئی ہے۔ اس کی کتابت تصحیح اور طباعت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ حسنِ معنوی کے ساتھ حسنِ ظاہری کی اہمیت ایک حقیقت ہے اور زیرِ نظر جلد اس حقیقت کا دل پذیر مظہر ہے۔ توقع رکھنی چاہئیے کہ باقی جلدیں بھی اسی انداز اور نہج پر شائع ہوں گی۔

ترغیب وترہیب جس کا یہ انتخاب شائع کیا جا رہا ہے، مشہور محدث علامہ زکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ کی شہرۂ آفاق تالیف ہے جو اپنی ترتیب کی دل نشینی اور مضامین کی دل کشی کے لحاظ سے انذار وتبشیر کے موضوع پر منفرد بلکہ بعض خاص حیثیتوں سے لاجواب ہے اور ہر دور میں مقبول رہی ہے، اسی نسبت سے اہلِ علم اور اصحابِ ذوق نے مختلف طریقوں سے اس کی خوب خوب خدمت بھی ہے۔ متعدد شروح تلخیصات اور حواشی کے علاوہ اس کی ایک مشہور تلخیص شیخ الاسلام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے جس کو ہمارے

ملک کے نامور محدث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ایڈٹ کیا ہے اور انتقاء الترغیب والترھیب کے نام سے ادارہ "احیاء المعارف" مالیگاؤں سے شائع ہوئی ہے۔ یہ انتخاب اگرچہ بہت مختصر ہے یعنی پانچ ہزار سات سو بچانوے حدیثوں میں سے اس میں صرف آٹھ سو پچیس حدیثیں آئی ہیں لیکن حافظ ابن حجر شارح بخاری شریف جیسے زبردست اور مشہور محدث کی جانب نسبت کی وجہ سے اس تلخیص کی خاص اہمیت ہے۔ شروح وحواشی اور تلخیصات کے علاوہ کتاب کے بہت سے نامکمل ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں جن کی تفصیل جلد اوّل کے مقدمہ میں ملے گی۔ اب یہ نامکمل اور ناقص ترجمے بھی کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔

مدت مدید سے میری خواہش تھی کہ اس کتاب کا ایسا انتخاب شائع کیا جائے جس میں زیادہ سے زیادہ صحیح اور مستند حدیثیں آجائیں اور مکرر حدیثوں کے ایک حصہ کو حذف کر دیا جائے۔ اس متبرک کام کی ابتدا مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی سے کرائی گئی تھی۔ مولانا نے ابھی چند ہی صفحے لکھے تھے کہ وہ کراچی تشریف لے گئے اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ کام ایک طویل مدت تک تعویق میں پڑا رہا، بالآخر مارچ ۱۹۷۰ء میں یہ خدمت مولانا محمد عبداللہ صاحب طارق رفیق ندوۃ المصنفین کے سپرد کی گئی۔ اطمینان اور خوشی کی بات ہے کہ مولوی صاحب موصوف شوق، لگن اور لیاقت سے یہ علمی اور دینی خدمت کر رہے ہیں۔ ترجمہ وتشریح اور اخذ وترتیب کی خصوصیتوں کے متعلق کتاب کی جلد اوّل کے مقدمے میں ضروری تفصیل دی گئی ہے اس کو وہاں ملاحظہ کیا جائے، یہ جامع اور مبسوط مقدمہ مختلف حیثیتوں سے لائق مطالعہ ہے۔ اس میں ترجمہ کی خصوصیات کے علاوہ فنِ حدیث کے مختلف گوشوں پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور متعلقاتِ حدیث پر بھی بصیرت افروز اور فاضلانہ کلام کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ محنت سے ائمہ حدیث کے سوانح حیات بھی بیان کئے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادی حیثیت میں قابلِ قدر اضافہ ہو گیا ہے۔

فاضل مترجم نے محتاط اور شستہ وشگفتہ ترجمہ کے علاوہ ایک قابلِ قدر خدمت یہ بھی کی ہے کہ کتاب کے اصل متن کا متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخوں اور فنِ حدیث واسماءِ رجال کی

بنیادی کتابوں سے مقابلہ کرکے ان تمام غلطیوں کی تصحیح کا اہتمام کیا ہے جو طباعت کی لاپرواہی سے مسلسل چلی آرہی تھیں۔ زیرِ نظر جلد کے اختتام تک ایک ہزار اسی حدیثیں آگئی ہیں، کم و بیش اتنی ہی تعداد باقی جلدوں میں آئے گی۔ دعا ہے یہ کام حسن و خوبی سے مکمل ہو اور پڑھنے والے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں

۱۰ر مارچ ۱۹۸۱ء

عتیق الرحمٰن عثمانی

عرضِ مرتب

ہدایتِ خداوندی کے اس فیضانِ بے پایاں کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ اس نے ان ناچیز پوروں کو قلم کی نعمت سے نوازا اور اس ٹوٹے پھوٹے قلم کو آستانِ نبوت سے حدیث کے موتی چن چن کر تحریر کی لڑیاں پرونے کی خدمت پر سرفراز فرمادیا۔ اللّٰھم لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔

اس کتاب کی یہ چوتھی جلد ہدیۂ ناظرین ہے۔ شروع میں خیال تھا کہ اصل کتاب کی مکرر اور زیادہ کمزور حدیثیں حذف کرلے کے بعد ترجمہ و تشریح کے ساتھ کتاب کی ضخامت اصل سے اگر بڑھی بھی تو بہت زیادہ نہ بڑھے گی، لیکن اب جبکہ انتخاب کی چوتھی جلد پریس کو جارہی ہے، اصل کتاب ابھی تقریباً آدھی ہوئی ہے اس سے کام کے پھیلاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس جلد میں نمبر ۷۹۱ سے نمبر ۱۰۸۰ تک کل ۲۹۰ حدیثیں ہیں جن میں ذکر، توبہ واستغفار، دعا اور درود وسلام کے ابواب اور کاروباری زندگی سے متعلق بیوع کے اکثر ابواب آگئے ہیں، ابواب ربا اور کاروباری ومالی سلسلے کے کچھ ابواب جو اس کے بعد ہیں بہتر تو یہی تھا کہ وہ بھی اسی جلد میں آتے مگر ضخامت بڑھنے اور مزید تاخیر ہوجانے کے خوف سے اس جلد کو یہیں ختم کردینا پڑا۔

اس کتاب کی زبان شروع ہی سے بہت سلیس وشگفتہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جن دوستوں اور دور دراز کے نادیدہ کرم فرماؤں کے بارے میں یہ علم ہوا کہ وہ اس کتاب کو نمازوں کے بعد مسجدوں میں اور دینی محفلوں میں پڑھ رہے ہیں ان کی خدمت میں ناچیز مرتب کتاب نے ایک درخواست یہ کی ہے اور اب ناظرین سے بھی یہی گزارش ہے

کر پڑھنے کے دوران جہاں یہ محسوس ہو کہ یہ جملہ تشریح کے بغیر حاضرین نہ سمجھ سکیں گے براہِ کرم اسی وقت اس مقام پر نشان لگا دیا کریں اور آخیر میں جلد اور صفحہ کے حوالے سے ان تمام مقامات کے بارے میں مطلع فرما دیں تو آئندہ اِس تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جائے گا اور ان مقامات کو اگلی اشاعت کے وقت مزید آسان کر دیا جائے گا۔

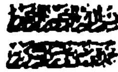
حضرات علماءِ کرام اور خادمانِ علومِ شریعت اور بالخصوص مشتغلین بالحدیث النبوی م سے درخواست ہے کہ مطالعے کے دوران انھیں جہاں کہیں کوئی کھٹک ہو یا کوئی خامی نظر آئے براہِ کرم خط کے ذریعے ذیل کے پتے پر رہنمائی فرمائیں۔ یہ علمی خدمت بھی ہوگی اور میرے ساتھ علمی اعانت ہوگی۔ فَاِنّی سائل وللسائل حق ـــ وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ (المعارج، آیت ۲۴-۲۵)

گزشتہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی مقبولِ خاص وعام ہوگی۔

اللھم تقبلہ منی کما تتقبل من عبادك الصالحین

محمد عبداللہ طارق

۶- ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۱ھ
۱۲- فروری سنہ ۱۹۸۱ء



ذکر کا بیان

ذکر اللہ کا مفہوم ہے خدا کی یاد، خواہ وہ دل سے ہو جسے دھیان اور فکر کہتے ہیں یا زبان سے ہو یا دونوں سے۔ کوئی بھی عمل عبادت اسی لئے بنتا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے۔ نماز بھی خدا تعالیٰ کی یاد ہی کی ایک شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ[1] یعنی میری یاد کے لئے نماز قائم کرو، اور اعمالِ حج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انما جعل رمی الجمار والسعی بین الصفا والمروۃ لاقامۃ ذکر اللہ[2]۔ یعنی جمرات کی رمی اور صفا مروہ کے درمیان سعی یہ سب اللہ کی یاد قائم کرنے کے لئے ہی مقرر کیا گیا ہے[3]۔

نماز روزے وغیرہ میں بھی اگر یادِ الٰہی کی روح نہ ہو تو وہ بے جان ڈھانچہ بن کے رہ جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر منافقوں اور غافلوں کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ نمازِ (عصر) کو دیر کرتے رہتے ہیں کرتے رہتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ سورج پر زردی آچلی ہے اور غروب ہونے

---

[1] سورہ طٰہٰ آیت ۱۴ [2] ترمذی دارمی عن عائشہؓ وھو حدیث حسن صحیح (مشکوٰۃ ص ۲۳۱) [3] آگے حدیث نمبر ۹۷، کی تشریح میں ایک حدیث آرہی ہے کہ جہاد بھی خدا کی یاد کا ایک حصہ ہے۔

کو ہے فوراً اُٹھے اور (الٹی سیدھی) دو چار ٹھونگیں مارلیں۔ لایذکر اللہ فیھا الا قلیلاً[1]۔ جن میں خدا کی یاد بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے۔

انسان کا دل اگر یادِ الٰہی سے آباد ہے تو چاہے اس کی نمازوں اور روزوں اور تسبیحوں کی گنتی زیادہ نہ ہو مگر جتنی کچھ عبادت وہ کریگا وہ سب کی سب ٹھوس اور جاندار ہوگی اور خدا کی نافرمانی وہ کبھی نہ کریگا۔ عبدالملک بن مروان نے حضرت سعید بن جبیر کو ایک خط میں کچھ سوالات لکھ کر بھیجے انھی میں اس نے ذکر اللہ کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے جواب دیا کہ الذکر طاعۃ اللہ، فمن اطاع اللہ فقد ذکر اللہ، ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وتلاوۃ القرآن۔

یعنی "ذکر" خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا نام ہے جس نے خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کی اس نے خدا کا ذکر کیا یعنی اس کو یاد رکھا اور جس نے اس کی فرمانبرداری نہ کی اور اس کی بات نہ مانی وہ ذکر کرنے والا نہیں ہے چاہے کتنی ہی تسبیح پڑھے اور کتنی ہی تلاوت کرتا ہو[2]۔

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: من اطاع اللہ فقد ذکر اللہ وان قلت صلاتہ وصیامہ وتلاوتہ القرآن، ومن عصی اللہ فقد نسی اللہ وان کثرت صلاتہ وصیامہ وتلاوۃ القرآن[3]۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اس نے اسے یاد رکھا چاہے اس کی نماز روزے

---

[1] رواہ مسلم عن انس رضؓ (مشکوٰۃ ص۶۱) [2] اسی طرح کے اقوال حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی نقل ہوئے ہیں۔ (الفتوحات الربانیہ ج ۱ ص۱۱۳) [3] کتاب الاذکار للنووی بشرحہ الفتوحات الربانیہ ج ۱ ص۱۵ و ص۱۱۱ و ص۱۱۳ [4] اخرجہ سعید بن منصور وابن المنذر والبیہقی فی شعب الایمان والواحدی فی التفسیر الوسیط بسندہ والخرجی فی کتابہ التذکرۃ عن خالد بن ابی عمران مرفوعاً ورواہ الطبرانی عن واقد (الدر المنثور ج ۱ ص۱۴۹، والجامع الصغیر والفتوحات الربانیہ شرح الاذکار النوویہ ج ۱ ص۱۱۱-۱۱۲ وفیض القدیر ج ۶ ص۱۰۱)

اور تلاوتِ قرآن مجید کم ہی ہوں، اور جس نے خدا کی نافرمانی کی اس نے اُسے بُھلا دیا چاہے اس کی نماز روزے اور تلاوت بہت سی ہوں۔

اسی لئے اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو دل سے ہر وقت یاد رکھے۔ یہ یاد بہت سے طریقوں سے ہوتی ہے۔ کبھی اس کی عظمت و کبریائی کی یاد ہوتی ہے کبھی اس کے مختلف کمالات و اوصاف کی یاد ہوتی ہے کبھی اس کی رحمت و مغفرت یاد آتی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ[۱] اور اس کے بہت سارے صفاتی نام ہیں۔

دل کی یاد کو لفظوں کی شکل دینے کے لئے سب سے بہتر وہ الفاظ ہیں جو خود خدا تعالیٰ نے بتائے ہیں، یا پھر اس کے بعد وہ الفاظ جو اس کے پیارے رسولؐ نے سکھائے ہیں[۲]۔

انسان کی زندگی میں جتنے بھی حالات پیش آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے ارشادات میں ہر ہر حال اور ہر ہر موقع کے لئے یادِ الٰہی کے بہت ہی جامع اور اثر انگیز الفاظ و کلمات موجود ہیں۔ آئندہ صفحات میں ذکر کی مختلف قسموں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کئے جا رہے ہیں۔

ذکر کا بیان دو بابوں پر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ پہلے باب میں ذکر کے فضائل اور اس کے متعلق متفرق چیزوں کا بیان ہے اور دوسرے باب میں ذکر کی مختلف قسموں اور مختلف حالات و مواقع کے ذکر اور دعاؤں کا بیان ہے۔

ذکر اور دعا میں بہت لطیف اور باریک فرق ہے۔ ذکر تو خدا تعالیٰ کی یاد، اس کی تعریف، اس کے کمالات کا سوچنا اور یاد کرنا اس سے لَو لگانا اور اسی کے نتیجہ میں

---

[۱] سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹، [۲] تفصیل کیلئے دیکھئے الفتوحات الربانیہ شرح الاذکار النوادیہ ج ۱ صفحہ ۲، ۱۷

اس کی نافرمانی سے بچنا اور اس کے حکموں اور اس کے منشا کی تعمیل کرنا ہے۔ یہ سب اللہ کا ذکر ہی ہے اور دعا کے معنی ہیں اُسے پکارنا اس سے اپنی ضرورتیں اور مُرادیں مانگنا، اس کے سامنے اپنے دُکھ درد رکھنا۔ عام بول چال میں مختلف حالات و مواقع کے ذکر کو بھی دعا کہہ دیا جاتا ہے اس لئے ہم بھی اس کو اسی نام سے ذکر کریں گے ورنہ درحقیقت دعا کا بیان بعد میں مستقل آئے گا۔

بابِ (۱) اوّل

ذکر کے فضائل و آداب و دیگر متعلقات کا بیان

(۷۹۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یقول اللہ عزوجل: انا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی وَاَنَا معہ اذا ذَکَرَنی، فَاِن ذَکَرَنی فِی نَفسِہٖ ذَکَرتُہٗ فِی نَفسِی وان ذکرنی فی مَلَاءٍ ذکرتہ فی مَلَاءٍ خَیرٍ مِّنھُم، وان تقرب الی شبرًا تقربت الیہ ذِراعًا، وان تقرّب الیّ ذِراعًا تَقَرَّبتُ الیہ باعًا، وان اتانی یَمشِی اَتَیتُہ ھرولۃً۔ (رواہ الخمسۃ الا ابا داؤد، ورواہ احمد[۱] بنحوہ باسناد صحیح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: میں اپنے ساتھ اپنے بندے کی سوچ فکر اور اس کے دھیان کے پاس ہی ہوتا ہوں[۲]۔ (جیسے ہی اس نے میرا دھیان کیا

---

[۱] المسند ج ۱۲ ص ۱۵۴ ا رقم ۷۳۶ [۲] اُردو کے ترجمہ نگار حضرات نے عموماً "انا عند ظن عبدی بی" کا مفہوم (باقی اگلے صفحہ پر)

میں وہاں موجود ہوتا ہوں) اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے (یاد کرنے میں) میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل ہی دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے دل ہی دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اس کو یاد کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف بالشت بھر قریب ہوتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ہاتھ بھر میرے نزدیک آتا ہے تو میں ایک پُرس[۱] (دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر، مطلب یہ کہ بہت زیادہ) اس کے قریب آجاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف بڑھتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ)
یہ لیلہ کہ "بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں" یہ بات اگرچہ دوسری احادیث سے ثابت ہے مگر اس حدیث میں نہ یہ لفظ اس مفہوم کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ یہ سیاق۔ یہاں تمام تر ذکر ہی کا بیان ہے۔ گویا ذکر کے تین درجات بیان ہوئے ہیں: (۱) زبانی (۲) قلبی اور (۳) اس سے بھی قبل دل کی وہ بالکل ابتدائی کیفیت جبکہ ابھی محض "ظن" یعنی ایک خیال یادِ الٰہی کا ذہن میں اُبھر رہا ہے اور ابھی کامل تصور بن کر پوری طرح دل میں تشکل نہیں ہوا ہے، اور ابھی اس کو یاد کرنا نہیں کہہ سکتے بس یہ اسی ابتدائی کیفیت کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ وہاں بھی اپنی رحمت و شفقت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس تبلیغ ہدایت کے لئے بھیجتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے: اِنَّنِي مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى (میں تمہارے ساتھ ہوں سُن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں)۔

حدیث شریف میں ذکر کے جس طرح بعد والے دو درجوں ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے جوابی عمل ہوتا ہے، یعنی دل میں یاد کرنا یا بہتر مجمع میں یاد کرنا اسی طرح یہاں بالکل ابتدائی خیال پیدا ہونے کا جواب "عند" ہے، یعنی اس وقت میں خدا تعالیٰ کا بندے کے ساتھ ہونا۔

[۱] حدیث کے لفظ "باع" کا صحیح ترجمہ "پرس" یا "پُر" ہے جسے اتر پردیش کے بعض علاقوں میں "بیوں" بھی کہتے ہیں۔ یہ عموماً رسّی کی پیمائش کیلئے بولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: فلاں کنویں میں بیس پرس رسّی جاتی ہے یعنی چالیس گز (ایک سو بیس فٹ)۔ مصنف گلزارِ معانی لکھتے ہیں: پُرس، ہندی لفظ، مذکر، یعنی تقریباً ۶ فٹ کا کوئی پیمانہ (ص ۳۵۵ تالیف بنگرانی خواجہ دل محمد صاحب ناشر خواجہ بکڈپو لاہور، سن ندارد)

تشریح: حدیث شریف کے ابتدائی الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کے دل کی بالکل خاموش گہرائیوں میں بھی جب کبھی اللہ تعالیٰ کا دھیان اور تصور اُبھرتا ہے تو وہاں بھی اس گھڑی سے پہلے ہی خدا تعالیٰ ہزار رحمت و شفقت کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور اس چیز کی قدر کرتا ہے اور اس ابتدائی کیفیت سے آگے بڑھ کر وہ جس جس طرح بھی اسے یاد کرتا ہے اور جتنا جتنا بھی اس کے قریب آتا ہے وہ اس سے زیادہ ہی اس کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من کان یحب ان یعلم منزلتہ عند اللہ فلینظر کیف منزلۃ اللہ عندہ[۱]۔ یعنی جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ میرا خدا تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے تو وہ اپنے ہی دل کو ٹٹول لے کہ خود میرے یہاں خدا تعالیٰ کا کیا مقام ہے میں کس حد تک اس کے حکم کو مانتا ہوں، اس کی منع کی ہوئی باتوں سے کس حد تک باز رہتا ہوں اور کتنا میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اس سے لو لگاتا ہوں۔ پس جو حال اپنا ہوگا وہی بلکہ اس سے بہتر اس کا جواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

(۷۹۲) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قال اللہ تعالیٰ: یا ابن آدم! اذا ذکرتنی خالیاً ذکرتک خالیاً، واذا ذکرتنی فی ملاءٍ ذکرتُکَ فی ملاءٍ خیرٍ من الذین تذکرنی فیھم۔

(رواہ البزار باسناد صحیح[۲] والبیہقی فی شعب الایمان[۳])

---

[۱] رواہ احمد بن منیع وعبد بن حمید وابو یعلی والبزار عن جابر بن عبداللہ فی حدیث (المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ للحافظ ابن حجر ج ۳ ص ۲۶۱) ورواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۴۹۴ وصححہ وعزاہ فی کنز العمال للطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی شعب الایمان وابن عساکر عنہ فی حدیث (ج ۱ ص ۴۱۹ رقم الحدیث ۱۸۸۳) [۲] وقال الہیثمی: رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح غیر بشر بن معاذ العقدی وھو ثقہ۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۸) [۳] کما فی الجامع الصغیر (فیض القدیر ج ۴ ص ۴۹۲) وکنز العمال ج ۱ ص ۲۷۷ رقم ۱۲۹۵ وفی موضع آخر ج ۱ ص ۴۳۸ رقم ۱۸۶۷ عزاہ للطبرانی وقال: ورواہ ابن ابی شیبۃ عن ابی ہریرۃ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: آدم کے بیٹے! تو جب مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی تجھے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب تو مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر مجمع میں تجھے یاد کرتا ہوں جس میں تو نے مجھے یاد کیا ہے۔

(۷۹۳) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

ان اللہ عزوجل یقول: انا مع عبدی اذا ھو ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ۔

(رواہ ابن ماجۃ[1] واللفظ لہ[2] وابن حبان[3] والبیہقی[4] وابن عساکر ورواہ الحاکم عن ابی الدرداء[5] وصححہ واقرہ علیہ الذہبی[6])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: جب[7] میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے (نام) سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اس وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(۷۹۴) وعن عبد اللہ بن بُسرٍ رضی اللہ عنہ ان رجلاً[8] قال: یا رسول اللہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علیّ[9] فأخبرنی بشیءٍ أتشبّثُ[10] بہ قال: لایزال لسانک رطباً من ذکر اللہ۔

---

[1] عزاہ صاحب المشکوۃ ص۱۹۹ للبخاری وحدہ، وھو تقصیر وانما رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ تعلیقاً۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: لاتحرک بہ لسانک ص۱۱۲۳) [2] موارد الظمآن ص۵۷۶ رقم الحدیث ۲۳۱۶ [3] الدر المنثور ج ۱ ص۱۴۹ [4] الاتحاف شرح الاحیاء ج ۵ ص۶ [5] ووھم فیہ السیوطی فعزاہ فی الجامع الصغیر للحاکم من حدیث ابی ہریرۃ۔ ولم یتنبہ لہ المناوی فی فیض القدیر ج ۲ ص۳۰۹ بل کان ناقراً علیہ۔ [6] المستدرک ج ۱ ص۴۹۶ [7] بعض محدثین نے "اذا ذکرنی" کے بجائے "ما ذکرنی" کے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی جب تک بھی میرا بندہ مجھے یاد کرتا رہتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ [8] لفظ الحاکم: ان اعرابیاً قال، ولفظ ابن حبان: جاء اعرابیان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احدھما الخ [9] سقط من ح [10] قال المصنف: ای اتعلق۔

(رواہ [احمد وابن ابی شیبۃ[1] و] الترمذی واللفظ لہ وقال حدیث حسن غریب وابن ماجۃ وابن حبان[2] والحاکم وصححہ [واقرہ علیہ الذھبی[3]])

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک (دیہاتی) شخص (حاضر ہوا اور) اس نے پوچھا: اللہ کے رسول! اسلام کے اعمال تو بہت سارے ہیں آپ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ میں اسے مضبوطی سے تھام لوں، آپ نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیئے۔

تشریح: یعنی جو شخص نیکیوں کے مختلف طریقوں کو اپنانے کی ہمت نہیں رکھتا اور خاموشی سے کسی ایک ہی کام میں لگا رہنا چاہتا ہے تو ایسے آدمی کے لئے سب سے بہتر اور آسان بات یہ ہے کہ اپنے فرائض و واجبات ادا کرنے کے بعد بس ذکر الٰہی میں لگا رہے[4]۔

(۷۹۵) وعن مالك بن يخامر ان معاذ بن جبل رضی الله عنه قال لهم: إن آخر كلام فارقت عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أن قلتُ: اى الاعمال أحبُّ الى الله؟ قال: أن تموتَ ولسانكَ رطبٌ من ذكر الله

(رواه ابن ابی الدنيا والطبرانی[5] واللفظ له، ورواه البزار[6] [من غير طريقه[7]] الا انه قال: أخبرني بافضل الاعمال واقربها الى الله تعالى [واسناده حسن[8]] وابن حبان[9].)

مالک بن یخامر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ

---

[1] کنز العمال ج ۱ ص۳۸۳ رقم الحدیث ۱۸۳۲ والدر المنثور ج ۱ ص۱۴۹ [2] موارد الظمآن ص۵۷۶ رقم الحدیث ۲۳۱۷
[3] المستدرک ج ۱ ص۴۹۵ والبیہقی کما فی الدر المنثور ج ۱ ص۱۴۹ [4] یہ ارشادِ نبوی ایسے لوگوں کیلئے ہے جن کا ذکر آگے حدیث ۸۰۲ میں آرہا ہے۔ [5] رواہ الطبرانی باسانید قال الہیثمی: وفی ھذہ الطریق خالد بن یزید بن عبدالرحمن الدمشقی وغیرہ، وبقیۃ رواتہ ثقات (مجمع الزوائد ج ۱ ص۷۴) [6] فی ق: والبزار۔
[7]،[8] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۷۴ [9] موارد الظمآن ص۵۷۶ رقم الحدیث ۲۳۱۸

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتے وقت جو آخری بات آپؐ سے سنی وہ یہ تھی کہ میں نے آپؐ سے پوچھا تھا: اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تمہاری زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔

تشریح: ذکر اللہ کی حالت میں موت آنے کی ایک ہی ترکیب ہے کہ انسان ہر دم ذکر اللہ میں مشغول رہے کیونکہ موت تو کسی بھی وقت آسکتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تبلیغ کے لئے یمن بھیجا تھا اس وقت بہت سی اہم نصیحتیں فرمائی تھیں۔ یہ بات بھی اسی موقع کی ہے۔

(۷۹۶) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أَلَا أُنَبِّئُكُم بخیر اعمالکم، وازکاها عند ملیلکم، وارفعها فی درجاتکم، وخیرلکم[1] من انفاق الذهب والورق وخیر لکم من ان تَلْقَوا عدوَّکم فتضربوا اعناقهم ویضربوا اعناقکم؟ قالوا: بلی، قال: ذکر اللہ۔

قال معاذ بن جبل: ماشیءٌ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ۔

(رواه احمد باسناد حسن[2] وابن ابی الدنیا[3] والترمذی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ [واقرہ علیہ الذهبی[4]] والبیهقی، ورواه احمد ایضا من حدیث معاذ باسناد جید الا ان فیہ انقطاعا[5])

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارا وہ عمل نہ بتا دوں جو سب سے بہتر ہے۔ اور

---

[1] سقط من ح [2] وهکذا فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۳ [3] هکذا فی النسخ بتقدیم ابن ابی الدنیا علی الترمذی ومن بعده [4] المستدرک مع تلخیصہ للذهبی ج ۱ ص ۴۹۶ [5] وذلک ان فیہ زیاد بن ابی زیاد مولی ابن عیاش لم یدرک معاذا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۳)

تمہارے مالک کی نظر میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے، اور تمہارے درجات کو بہت بلند کرنے والا ہے اور سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن سے ٹکر لو اور ان کے سر قلم کرو اور وہ تمہاری گردنیں اُڑائیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول کیوں نہیں، ایسا اونچا عمل ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے بچانے والی اور کوئی چیز نہیں۔

تشریح: ابوابِ ذکر کے شروع میں آچکا ہے کہ ذکر اللہ تمام عبادتوں کی روح ہے اس لئے اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عبادتوں سے یہ افضل و بہتر بھی ہے۔ جہاد بھی اگر یادِ الٰہی اور عشقِ خداوندی سے خالی ہو تو اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے، البتہ بعض وقتی ضرورت اور تقاضے اور مخصوص حالات کے تحت دوسرے اعمال زیادہ اہم زیادہ افضل اور زیادہ باعثِ اجر و ثواب ہو جاتے ہیں جیسا کہ گذشتہ جلدوں میں تفصیل سے آتا رہا ہے۔[۱]

(۷۹۷) عن جابر رضی اللہ عنہ رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَا عَمِلَ آدمیٌّ عملاً انجی لہ من العذاب مِن ذکر اللہ، قیل: ولا الجہاد فی سبیل اللہ؟ قال: ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا ان یضرب بسیفہ حتی ینقطع۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالہما رجال الصحیح[۲])

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی نے عذاب (الٰہی) سے نجات دلانے والا کوئی عمل ذکر سے بڑھ کر

---

[۱] مثلاً دیکھئے جلد دوم ص۲۵۷ حدیث نمبر۴۰ کی تشریح اور جلد سوم ص۱۴۵ حدیث نمبر۶۱۲ کی تشریح۔

[۲] وکذا قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ج۱۰ ص۷۴

نہیں کیا۔ صحابۂ کرام رضؓ نے پوچھا: اللہ کے رسول! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سِوا اس کے کہ (جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں) تلوار چلاتے چلاتے (بہادری کے وہ جوہر دکھائے اور جان کی بازی لگا کر وہ زبردست مقابلہ کیا کہ) تلوار بھی ٹوٹ گئی (تو ایسا جہاد ذکر اللہ کی برابری کرے تو کرے)۔

تشریح: ابھی اوپر حضرت ابو درداءؓ والی حدیث میں ذکر اللہ کو میدانِ جنگ میں گردنیں کاٹنے اور کٹوانے سے بھی افضل فرمایا گیا ہے، اسی طرح آگے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث[1] میں صاف طور پر آرہا ہے کہ چاہے لڑتے لڑتے تلوار بھی ٹوٹ جائے تب بھی جہاد ذکر اللہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر عبادت کی اصل روح خدا کی یاد ہی ہے، جب کسی عمل کا خود اس کی روح سے مقابلہ کیا جائے تو ظاہر ہے کہ رُوح کا درجہ بڑھا ہوا ہوگا۔ چنانچہ خود ایک حدیثِ نبوی میں ہے کہ ان الجهاد شعبة من ذكر الله[2] یعنی جہاد بھی خدا کی یاد کا ایک حصہ ہے۔ جہاد میں اگر خدا کی یاد اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کا جذبہ نہ ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

يا ايها الذين آمنوا اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيرًا لعلكم تفلحون[3] ○ (اے ایمان والو! جب تمہارا کسی فوج سے سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: سب سے زیادہ اجر و ثواب کونسے مجاہد کے جہاد کا ہے؟ فرمایا جس نے اللہ کا ذکر سب سے زیادہ

---

[1] دیکھئے حدیث ۱۰ [2] بیہقی فی شعب الایمان عن معاذؓ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۰۲ رقم ۱۸۲۹)
[3] سورہ انفال آیت ۴۵۔

کیا ہو۔

لہٰذا اگر کسی بندۂ خدا کا جہاد اس طرح یادِ الٰہی سے نورانی ہو تو بلاشبہ یہ سب سے اونچا عمل اور عذاب سے نجات دلانے میں سب سے بڑھ کر ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں کچھ ایسے ہی جہاد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جہاد ذکرِ الٰہی کی برابری کرلیگا۔

(۷۹۸) وعن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْاَنَّ رجلاً فی حجرہ دراھم یقسمھا وآخر یذکر اللہ کان الذاکر للہ افضل — وفی روایۃ: ما صدقۃ افضل من ذکر اللہ۔

(رواھما الطبرانی [فی الاوسط][1] ورواتھما حدیثھم حسن[2])

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ایک شخص کی جھولی میں روپے بھرے ہوئے ہوں اور وہ تقسیم کررہا ہو اور دوسرا آدمی اللہ کا ذکر کررہا ہو تو (ان دونوں میں) اللہ کا ذکر کرنے والا ہی افضل ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے: اللہ کے ذکر سے افضل کوئی صدقہ نہیں۔

تشریح: جہاد کرنا یا اپنا مال خرچ کرنا اسی لئے تو نیکی ہے کہ وہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ کی یاد اس میں شامل ہے ورنہ اگر یہ بات نہ ہو تو یہ کام نیکی نہیں ہے، اس کے برخلاف خدا کی یاد خود نیکی ہے۔ یاد دل کا کام ہے آپ دل میں خدا کو یاد کررہے ہیں تو اس میں کسی کے دکھاوے کا بھی موقع نہیں ہے۔ البتہ جو شخص صدقہ خیرات بھی کررہا ہے اور خدا کو یاد بھی کررہا ہے اس کی برابری کون کرسکتا ہے، جو مجاہد راہِ خدا میں جہاد بھی کررہا ہے اور خدا کو بھی یاد کررہا ہے اور اس سے

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، [2] لفظ الہیثمی فی مجمع الزوائد: ورجالہما وثقوا۔ قال المناوی: لکن صح بعضہم وقفہ (فیض القدیر ص ۳۰۹)

لَو لگائے ہوئے اس کے مقابلے کا کون تصور کر سکتا ہے۔

(۷۹۹) وعن ام انس[1] رضی اللہ عنہما[2] انہا قالت: یارسول اللہ! اوصنی قال: اہجری المعاصی فانہا افضل الھجرۃ، وحافظی علی الفرائض فانہا افضل الجہاد، واکثِری من ذکرِ اللہ، فانکِ لاتاتِین بشیٔ احب الیہ من کثرۃ ذکرہ[3]۔ (رواہ الطبرانی [فی الکبیر والاوسط[4]] باسناد جید[5] ـــــ وفی روایۃ لھما [فی الکبیر والاوسط[6]] عن ام انس[7]: وذکر اللہ کثیراً، فانہ احب الاعمال الی اللہ ان تلقاہ بہا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: گناہوں کو چھوڑ دو یہ سب سے بہتر ہجرت ہے اور فرائض کی پابندی کرو یہ بہترین جہاد ہے، اور اللہ کا ذکر خوب کرتی رہو اس لئے کہ تم اللہ کے پاس کوئی دوسری چیز ایسی لے کر نہیں جا سکتیں (یعنی اور کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں) جو کثرتِ ذکر سے زیادہ خدا تعالیٰ کو محبوب ہو۔

تشریح: ترکِ وطن (ہجرت) یعنی اپنے گھر بار کو اللہ کے لئے چھوڑ دینا اور اسلام کے تقاضوں کے مطابق دوسری جگہ جا کر آباد ہو جانا ایک وقت میں بہت بڑی نیکی تھی۔ جب وہ حالات ختم ہو گئے جن میں ترکِ وطن کی ضرورت تھی تو نیکی کا یہ ذریعہ بھی ختم ہو گیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہوں کو چھوڑنا بہترین ترکِ وطن ہے، اس لئے کہ ترکِ وطن اسی لئے تو نیکی ہے کہ

---

[1] قال الھیثمی: ھذہ ام انس بن مالک (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴) [2] فی جمیع النسخ: عنہا [3] فی ح: ذکر اللہ [4] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴ [5] وقال الھیثمی: فیہ اسحٰق بن ابراہیم بن نسطاس وھو ضعیف (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴) [6] من طریق محمد بن اسماعیل الانصاری عن یونس بن عمران بن ابی انس وکلاہما ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحاً وبقیۃ رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴) [7] قال الطبرانی: ام انس ھذہ۔ یعنی الثانیۃ۔ لیست ام انس بن مالک (الترغیب) قال عبداللہ طارق: بل ہی جدۃ یونس بن عثمان، قال ابوعمر ابن عبدالبرؒ وقد بسط الکلام علیہ ابن حجر فی الاصابۃ ج ۸ ص ۲۱۲

اس میں خدا تعالیٰ کی مرضی کی خاطر اپنے محبوب وطن، اپنے گھر بار اور زمین جائداد کو قربان کیا جاتا ہے، گناہوں سے بچنے میں بھی انسان اپنے جذبات اپنی خواہشات اور نفس کے تقاضوں کو خدا کی مرضی کی خاطر قربان کرتا ہے اس لئے پرہیزگاری کی زندگی بھی ہجرت ہی کی قسم کی بہت بڑی نیکی ہے۔

ذکر سے خالی وقت پر قیامت میں افسوس:

(۸۰۰) وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما قعد قوم مَقْعَدًا لم یذکروا الله عزوجل فیه "ولم یصلوا"[1] "علی النبی صلی الله علیه وسلم الّا کان علیهم حسرة یوم القیامة، وان دخلوا الجنة للثواب[2]۔

(رواه احمد باسناد صحیح[3] وابن حبان[4] والحاکم[5] وصححه علی شرط البخاری، وروی الطبرانی معناه من حدیث معاذ بن جبل عن شیخه محمد بن ابراهیم الصوری، قال المنذری لایحضرنی فیه جرح ولاعدالة[6] وبقیة اسناده ثقات معروفون وحدیث معاذ رواه البیهقی باسانید احدها جید[7])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] فی ح: ویصلون وهو خطأ [2] ای لما یرون من الثواب وقد جاء مصرحا۔ فی روایة ابی سعید الخدری مرفوعا عند النسائی وابن ابی عاصم وابی بکر فی الغیلانیات والبغوی فی الجعدیات والبیهقی فی الشعب والضیاء۔ ولفظه: الا کان علیهم حسرة وان دخلوا الجنة، لما یرون من الثواب۔ (الدر المنثور ص۲۱۸ ج۵) [3] وقال الهیثمی رجاله رجال الصحیح، وقال: رواه الترمذی باختصار (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۷۹) [4] موارد الظمآن ص۵۷۷ رقم الحدیث ۲۳۲۲
[5] لم اجده فی المستدرک ص۴۹۲ ج۱ و ص۵۵۱ ج۱ بل فیه حدیث نحوه ولیس فی آخره: وان دخلوا الخ قال الحاکم: صحیح علی شرط البخاری ووقع فی تلخیص المستدرک للذهبی رمز "م" کانه قال: صحیح علی شرط مسلم فلعله تصحیف۔
[6] وقال الهیثمی: فیه خلاف وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۸۰)، [7] الترغیب حدیث معاذ ص۴۱۲ و حدیث ابی هریرة ص۴۱۰، ورمز السیوطی فی الجامع الصغیر لحدیث معاذ رمز الحسن قال المناوی وهو کما قال ثم نقل کلام الهیثمی المتقدم (فیض القدیر ج۵ ص۳۹۱).

وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ جو کہیں بیٹھے اور اس محفل میں نہ خدا کا ذکر ہوا نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا گیا تو چاہے یہ لوگ (اپنی دیگر نیکیوں کے سبب بعد کو) جنت میں داخل ہو جائیں (لیکن ذکر کے) ثواب کو دیکھتے ہوئے انہیں قیامت کے دن (اپنی اس ذکر سے خالی) محفل پر حسرت وافسوس ہوگا۔

تشریح: یعنی ان کی کوتاہی پر چاہے کوئی سزا نہ ہو مگر انھیں یہ ضرور افسوس ہوگا کہ ہم نے فلاں فلاں موقعے کیوں ضائع کر دیئے تھے۔ جنت وہ مقامِ راحت ہے کہ وہاں کسی قسم کا رنج وغم نہ ہوگا۔ یہ حسرت قیامت کے دن جنت میں جانے سے پہلے ہوگی، اس کے بعد یہ لوگ اپنی دوسری نیکیوں کی برکت سے جنت میں چلے جائیں گے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنا کوئی وقت نہ تو یادِ الٰہی سے خالی رہنے دیں اور نہ کوئی محفل اللہ کے ذکر اور اس کے چرچوں سے اور اس کے رسول پر درود سے خالی رہنے دیں چاہے وہ محفل اصلاً کسی اور ہی مقصد کے لئے منعقد کی جائے۔

اس حدیث سے ہمیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ انسان کا جو وقت یادِ الٰہی سے خالی گزرتا ہے ایسا نہیں کہ اس میں اس نے صرف کچھ نفع نہیں کمایا ہے بلکہ یہ خالی وقت قیامت کی حسرت وندامت کا ذریعہ بنا ہے۔

ذکر اللہ دلوں کی پالش ہے:

(۱۰۸) عن عبد اللہ بن عمر[1] رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنّہٗ کان یقول: ان لکل شیء صقالۃ وان صقالۃ القلوب ذکر اللہ۔ الحدیث

---

[1] فی ح: عمرو۔ وھو تصحیف

(رواہ ابن ابی الدنیا والبیہقی [فی شعب الایمان[1]] من روایۃ سعید بن سنان واللفظ لہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی پالش ہوتی ہے، دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔

تشریح: کسی چیز کی پالش کرتے وقت پہلے اس کا پُرانا میل کچیل اور گرد وغبار دُور کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس پر جِلا اور چمک پیدا کی جاتی ہے، ذکر اللہ بھی اسی طرح دل کے کھوٹ اور باطن کی گندگی کو دُور کرکے نورِ الٰہی سے روشن کر دیتا ہے۔

کمزور دل لوگوں کے لئے بہترین عمل:

(۸۰۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من عَجَزَ منکم عن اللیل ان یُکَابِدَہٗ، وبَخِلَ بالمال ان یُنْفِقَہٗ، وَ جَبُنَ عَنِ العدوِّ ان یجاھدہ فلیکثر ذِکْرَ اللّٰہِ۔

(رواہ الطبرانی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحیی القتات[2]، وبقیۃ محتج بہم فی الصحیح
ورواہ البیہقی[3] من طریقہ ایضاً)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو رات بھر (عبادت) کی مشقت اُٹھانے کی ہمت نہ ہو

---

[1] من الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۷ وفی المشکوۃ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر، زاد علی القاری فی شرحہ: وابن ابی شیبۃ۔ (المرقاۃ ص ۱۹/۳) [2] قال الہیثمی: وقد وثق وضعفہ الجمہور وبقیۃ رجال البزار رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴) [3] وابن النجار وابن شاہین فی الترغیب فی الذکر (کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۵ رقم ۱۸۵۳ و ۱۸۵۴) وعبد بن حمید کما فی المطالب العالیہ ص ۲۴۳

جو مال خرچ کرنے میں کنجوس ہو اور جو (میدانِ جہاد میں) دشمن کا مقابلہ کرنے سے ڈرتا ہو تو اُسے اللہ کا ذکر خوب کرنا چاہیئے۔

تشریح : خدا تعالیٰ نے جس طرح انسان ہر طرح کے اور ہر طبیعت و مزاج کے بنائے ہیں اسی طرح نیکیاں بھی بہت قسم کی بنائی ہیں، جو جس قسم کی نیکی کر سکتا ہو اس کے لئے وہی بہتر ہے۔ ایک دولت مند شخص اگر اسلام کے تقاضوں پر مال لُٹانے اور حاجتمندوں کی مالی امداد کرنے کے بجائے ذکر و تسبیح کو زیادہ اہمیت دے۔ ایک بہادر سپاہی اگر جہاد سے جان بچا کر رات بھر تہجد میں گزارتا رہے، ایک صاحبِ فہم و فراست عالمِ دین جو ہزاروں انسانوں کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکتا اور ان کو دینی و دنیوی فلاح و بہبود کی راہیں دکھا سکتا ہے وہ اگر کہیں گوشۂ تنہائی میں ذکر و عبادت میں لگ کر لوگوں سے کنارہ کش ہو جائے تو یہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری اور خود اپنے اوپر ظلم ہوگا۔[۱]

ذکرِ الٰہی ہر انسان کے باطن کے لئے بے مثال تریاق ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کی صلاحیتیں رکھتا ہو اور اس کے خواہ کچھ بھی مشاغل ہوں۔ اس کے ذریعے اس کے تمام کاموں میں توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے، لیکن زیادہ اہم اور زیادہ نفع بخش کاموں کو چھوڑ کر آسان کاموں میں ہمہ تن لگ جانا بھی نفس کا فریب اور شیطان کا ایک داؤ ہے وہ جب کسی کو نیکی سے روک نہیں سکتا تو کم از کم بڑی نیکی سے چھوٹی نیکی پر لگا دیتا ہے۔

ذکرِ الٰہی شیطانی اثرات سے حفاظت کی ڈھال ہے :

---

[۱] اس مضمون کیلئے مزید دیکھئے جلد دوم صفحہ ۲۵ حدیث نمبر ۴۱۰ کی تشریح، اور جلد سوم صفحہ ۱۴۵ حدیث نمبر ۹۱۳ کی تشریح، اور اس کا کچھ تذکرہ اوپر حدیث نمبر ۹۰ کی تشریح میں بھی آچکا ہے۔

(۸۰۳) عن الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ اوحیٰ الی یحیی بن زکریا بخمس کلمات ان یعمل بھنّ ویأمر بنی اسرائیل ان یعملوا بھنّ — وفیہ انہ جمع بنی اسرائیل وخطبھم حتی قال[1]: — وآمرکم بذکر اللہ کثیرا، ومَثل ذٰلک کمثل رجل طلبہ العدوّ سِراعًا فی اَثَرِہ حتی اتی حِصنًا حَصِیْنًا فاحرز نفسہ فیہ، وکذٰلک العبد لاینجو من الشیطان اِلَّا بذکر اللہ۔ الحدیث

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی ببعضہ وابن خزیمۃ واللفظ لہ وابن حبان والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین)

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کی ہدایت کریں اُنھوں نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور ان کے سامنے وہ باتیں بیان فرمائیں، ان میں ایک بات یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم کثرت سے اس کی یاد کرو، ذکر اللہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کے پیچھے دشمن دوڑا آرہا ہو اور وہ شخص کسی مضبوط قلعہ میں پہنچ جائے اور اپنے آپ کو اس میں محفوظ کرلے، اسی طرح بندہ بھی ذکر کے بغیر شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ذکر اللہ کی توفیق ہونا بہت بڑی نعمت ہے:

[1] قال عبداللہ طارق: ھذا الحدیث طویل جداً والمصنف لم یذکر الا بعضہ وھو مع ذلک طویل فاثبتُّ منہ شطر الذکر۔

(۸۰۴) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: لما نزلت: والذین یکنزون الذہب والفضۃ، قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہٖ، فقال بعض اصحابہٖ: اُنزلت فی الذہب والفضۃ، لو علمنا ایُّ المال خیرٌ فنتخذہ. فقال: افضلہ لسانٌ ذاکرٌ، وقلب شاکر، وزوجۃ مؤمنۃ تعینہ علی ایمانہ۔ (رواہ احمد و[1] الترمذی وحسنہ واللفظ لہ وابن ماجۃ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی والذین یکنزون الذہب والفضۃ[2] (یعنی جو لوگ جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی، اور اس کو خرچ نہیں کرتے ان کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دیدیجئے) تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپؐ کے کسی ساتھی نے پوچھا: سونے چاندی کے بارے میں تو یہ آیت نازل ہوگئی، کیا اچھا ہوتا کہ ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوجاتی کہ کونسا مال بہتر ہے، تاکہ ہم اسی کو اختیار کرتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر خدا کا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور صاحبِ ایمان بیوی ہے جو ایمان (اور ایمان کے تقاضے پورا کرنے) میں (شوہر کی) مدد کرتی ہو۔

تشریح: پوچھنے والے نے آیت کا مطلب گویا یہ سمجھا تھا کہ سونا اور چاندی بس ان دو چیزوں کو جوڑ جوڑ کر رکھنا برا ہے ان کے علاوہ مال کی کوئی اور قسم جمع کرکے رکھی جائے تو شاید کچھ خرچ نہ ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے انھیں سمجھایا کہ کسی ایک دو دھات کے جمع کرنے نہ کرنے کی بحث نہیں ہے بلکہ دنیا کی دولت سمیٹنے اور اس پر دل دینے کی مذمت مقصود ہے اس لئے سب سے بہتر دولت یادِ الٰہی کی دولت ہے جو ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح (المرقاۃ ص۱۶۱) [2] سورہ توبہ، آیت ۳۴۔

(۸۰۵) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اربع من اعطیھن فقد اعطی خَیرَ الدنیا[1] والاخرة: قلباً شاکراً[2]، ولسانا ذاکرا، وبدنا علی البلاء صابرا، وزوجة لاتبغیه حَوْبًا[3] فی نفسها وماله۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط واسناد احدهما[4] جید [والبیهقی فی شعب الایمان، وابن ابی الدنیا فی کتاب[5] الشکر])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جسے وہ مل گئیں اسے دنیا اور آخرت کی دونوں بھلائیاں مل گئیں: شکرگزار دل، ذکر کرنے والی زبان، مشکلات اور بلاؤں پر صبر کرنے والا جسم اور ایسی بیوی جو نہ اپنے نفس کے بارے میں کسی برائی میں مبتلا ہوتی ہو نہ شوہر کے مال میں (بددیانت ہو)۔

نرم بستروں پر خدا کی یاد:

(۸۰۶) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] فی ق: خیر الدنیا [2] جا ر فی المراجع الآتیة کلها بالرفع بدلا من اربع، وفی الترغیب ههنا وفی النکاح وکذا فی مجمع الزوائد بالنصب مفعولا ثانیا لأعطی، فکلاهما صحیح [3] الحوب: بفتح الحاء المهملة وتضم: وهو الاثم (الترغیب، ابواب النکاح ج ۳ ص۴۱) کذا فی النسخ ههنا وفی ابواب النکاح، وکذا فی بعض نسخ الجامع الصغیر للسیوطی — وفی مجمع الزوائد ج ۴ ص۲۷۳ وعامة نسخ الجامع الصغیر والدر المنثور ج ۱ ص۱۵۰ والمشکوة ص۲۳۴ وشرح المرقاة ص۴۱ ج۳ "حوبا" وضبط عبد الرؤف المناوی فی فیض القدیر ج ۱ ص۴۶۳ والعزیزی فی السراج المنیر ص۱۸۲ ج۱ بالخاء المعجمة قال المناوی "وفی بعض النسخ (یعنی نسخ الجامع الصغیر) حُوبا بحاء مهملة مضمومة ای اثما وهو تصحیف"۔

قال عبد اللہ طارق: دعوی التصحیف باطل وقد ضبطه المنذری، وهو الحجة، بالحاء المعجمة، وغایة ما یقال فیه انهما روایتان فی هذا اللفظ ومع ذلک فالراجح بالحاء المعجمة۔

[4] الترغیب ههنا وفی ابواب النکاح۔ وقال الهیثمی: رجال الاوسط رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج۴ ص۲۷۳)

[5] من المشکوة (المرقاة ج ۳ ص۴۱) والجامع الصغیر (فیض القدیر ج ۱ ص۴۶۵) والدر المنثور ج ۱ ص۱۵۰

وسلم قال: لَيَذْكُرَنَّ اللّٰهَ اَقْوَامٌ[1] فی الدنیا علی الفرش الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمْ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى۔

(رواه ابن حبان[2] من طریق دراج[3] عن ابی الہیثم [والطبرانی فی کتاب الدعاء، وابویعلی باسناد حسن[4]])

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً آئندہ دنیا میں بہت سے لوگ خدا تعالیٰ کو نرم بستروں پر یاد کریں گے (جس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ ان کو اونچے درجات عطا فرمائیگا۔

تشریح: دنیا میں اللہ کے لئے آرام و راحت قربان کرنا اور تکلیفیں جھیلنا تو آخرت کی کامیابی دلاتا ہی ہے اور بلاشبہ ایسے بہت سے مواقع آتے ہیں کہ وہاں بغیر تکلیف اٹھائے خدا کے حکم کو پورا نہیں کیا جاسکتا مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ آخرت کی بھلائی اسی پر موقوف ہو، نرم بستروں اور آرام و آسائش کی زندگی میں بھی اگر خدا کی یاد کی جائے تو خدا تعالیٰ آخرت کے بلند درجات عطا فرماتا ہے۔

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے بڑا سہارا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے آسودہ زندگی اور راحت و آرام کی فراوانی بخشی ہے، اور درحقیقت یہ ارشادِ نبوی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

ذکر اللہ سے محروم انسان گویا بے جان لاشہ ہے:

---

[1] لفظ ابویعلی: "قوم" ولفظ الطبرانی: "رجال" (الحصن الحصین وشرحہ الحرز الثمین ص۱۱) [2] موارد الظمآن ص۵۷۶ رقم ۲۳۱۹ [3] دراج ابوالسمح مختلف فیہ ووثقہ یحیی بن معین وابن المدینی وغیرہما واحتج بہ ابن خزیمہ وابن حبان والحاکم وغیرہم وصحح الترمذی حدیثہ عن ابی الہیثم (رجال الترغیب ملخصاً) [4] مجمع الزوائد ج۱۰ ص۷۸، والحرز الثمین علی الحصن الحصین ص۲۱۔

(۸۰۷) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مثل الذی یذکر ربہ والذی لایذکر[1] مثل الحی والمیت۔

(رواہ البخاری ومسلم الا انہ قال: مثل البیت الذی یُذکَرُ اللہُ فیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کی مثال اور جو اللہ کو یاد نہیں کرتا، مُردہ اور زندہ کی سی ہے ۔ ایک روایت میں "جو شخص" کی بجائے "یادِ الٰہی سے خالی گھر" ہے۔

تشریح: انسان کے باطن کی زندگی یادِ الٰہی سے ہی ہے اگر وہ اس سے محروم ہے تو خواہ جسمانی طور پر وہ کتنا ہی تندرست و توانا ہو مگر اندر سے وہ مُردہ ہے، اندر کی زندگی کو باہر کی زندگی سے بالکل کوئی واسطہ نہیں ہے۔

خدا کی یاد میں کھوئے رہنے والے:

(۸۰۸) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اَکْثِرُوا ذِکرَ اللہ حتی یقولوا مجنون۔

(رواہ احمد وابویعلی وابن حبان [والبیہقی فی شعب الایمان[2]] والحاکم وصحہ[3] [واقرہ علیہ الذہبی[4]])

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ذکر خوب کرو یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔

---

[1] فی ح: لایذکر اللہ [2] الجامع الصغیر [3] وفیہ دراج وقد تقدم الکلام علیہ برقم ۸۰۶ قال الہیثمی وبقیۃ رجال احد اسنادی احمد ثقات (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۵-۷۶) وقال الحافظ ابن حجر فی امالیہ: اسنادہ حسن۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۴) [4] المستدرک ج ۱ ص ۴۹۹۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ منافق لوگ یہ کہنے لگیں کہ تم یہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہو[1]۔

انسان کو جب تک کسی چیز سے والہانہ تعلق نہ ہو اور اس میں سرفروشی اور خود فراموشی کے ساتھ نہ لگ جائے کامیاب وباکمال نہیں ہوتا۔ پوری دنیا کی تاریخ دیکھ جائیے اپنے اپنے مقصدوں میں وہی لوگ کامیاب اور اپنے فن کے امام ہوئے ہیں جنھوں نے دنیا کی ہر چیز کو بھلا کر اور ہر راحت ومشقت اور نفع نقصان کی فکر سے آزاد ہو کر دیوانہ وار اپنے کو اس ایک دُھن میں لگا یا تھا اور اسی کے ہو رہے تھے، ایسے لوگوں کو دنیا کچھ دن دیوانہ سمجھتی ہے اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو وہی دنیا ان کے سامنے جھکتی ہے اور خود اپنی عقل کا ماتم کرتی ہے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد اوست فرزانہ کہ فرزانہ نہ شد

جب آدمی اللہ کی یاد میں پوری طرح لگتا ہے تو دنیا کے معاملات سے کسی قدر بے پروا ہو جانا لازمی ہے. بسا اوقات بہت سے وہ فائدے کے کام چھوڑ دینے پڑتے ہیں جن کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ اس پر بھی ایک صاحبِ ایمان کو بے راہ اور نادان لوگوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں کہ۔

سبحہ گرداں ہی تم تو میرؔ رہے ؛ دستِ کوتاہ تا سبُو نہ گیا

ایک مومن کبھی ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ وہ دُعا کرتا ہے کہ خدایا جو نعمت تو نے مجھے دی ہے ان کو بھی دیدے تاکہ وہ اس کی قیمت پہچانیں

(۸۰۹) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسیر فی طریق مکۃ فمر علی جبل یقال لہ "جُمدان[2]" فقال: سیروا ھذا

---

[1] رواہ الطبرانی والبیہقی وسعید بن منصور واحمد فی الزھد عن ابی الجوزاء عن ابن عباس مرسلا (الترغیب و الجامع الصغیر)

[2] بزنۃ عثمان جبل بطریق مکہ بوادی الازرق بین قدیم والبیض علی لیلۃ من المدینۃ (القاموس ص ۲۹۵ ج ۱ ووفاء الوفاء ص ۱۱۷۹)

"جُمْدان" سبق المفرِّدون[1] قالوا، وما المفردون یارسول اللہ؟ قال: الذاکرون اللہ کثیراً۔ (رواہ مسلم واللفظ لہ، والترمذی[2] ولفظہ: یارسول اللہ! وما المفرِّدون؟ قال: المستَہتَرون[3] بذکر اللہ، یضع الذکر عنہم اثقالہم، فیاتون اللہ یوم القیامۃ خفافاً۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ) مکہ کے راستے میں چل رہے تھے، آپ کا گزر "جُمدان" پہاڑ پر سے ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: چلو یہ جُمدان پہاڑی ہے، "مفرِّدین" آگے نکل گئے، ساتھیوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! مفردین کون لوگ ہوئے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کو خوب یاد کرنے والے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ساتھیوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! مفردون کون لوگ ہوئے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کی دُھن میں کھوئے رہنے والے، ذکر ان کے تمام بوجھ ہٹا دیتا ہے، وہ قیامت کے دن اللہ کے پاس ہلکے پھلکے ہوکر آئیں گے۔

تشریح: "جُمدان" وادیٔ "اَزرق" میں واقع ایک پہاڑی کا نام ہے جو "ینبع" اور "عیص" کے درمیان مدینہ منورہ سے ایک شب کے فاصلے پر مکہ مکرمہ کی راہ میں ہے۔ اوپر حج کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی آچکا[4] ہے کہ اِس وادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تلبیہ کہتے ہوئے، آہ وزاری اور اللہ تعالیٰ

---

[1] بفتح الفاء، وکسر الراء، (الترغیب) بتشدید الراء، وتخفیفہا، والمشہور الذی قالہ الجمہور التشدید (النووی فی شرح مسلم ج۲ ص۳۴۱)
[2] والحاکم وصححہ علی شرط البخاری ومسلم واقرہ علیہ الذہبی (المستدرک ج۱ ص۴۹۵) ورواہ الطبرانی عن ابی الدرداء (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۷۵) وروی نحوہ ابن ابی شیبۃ وابن مردویہ عن معاذ بن جبل (الدر المنثور ج۵ ص۲۰۱) [3] بفتح التائین المثناتین فوق، ای ہم المولعون بالذکر المُدِمُون علیہ، لایبالون ما قیل فیہم ولا ما فعل بہم (الترغیب) ولفظ الحاکم: الذین یہترون فی ذکر اللہ۔ [4] دیکھئے جلد سوم ص۴۲ حدیث ۵۴۹

سے فریاد و پکار کرتے ہوئے گزرے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب یہاں سے گزر ہوا تو آپ کو شاید حضرت موسیٰؑ کی یادِ الٰہی اور آہ وزاری کا خیال آگیا اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو ذکر اللہ کی اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو جانے کی تعلیم دی۔
"مفرِدون" کے لفظی معنی ہوئے اپنے کو الگ تھلگ کر لینے والے یعنی ذکر اللہ کی دُھن میں وہ ایسے مست ہو جاتے ہیں اور اس کو اپنی زندگی کا ایسا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں کہ پھر ان کو دنیا کی اُلجھنوں اور زندگی کے بیشتر مسائل سے بہت کم دلچسپی رہ جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا کی اُلجھنیں جتنی کم سے کم لگائے گا قیامت میں اتنا ہی ہلکا پھلکا خدا کے سامنے پیش ہو گا۔

اور تصوف کے نقطۂ نگاہ[۲] سے مفرِدون کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ کثرتِ ذکر سے اپنے دوسرے ساتھیوں سے الگ اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنا یکتا و منفرد مقام بنا لینے والے۔

ذکر اللہ کی محفلیں:

(۱۰/۸) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إِنَّ لِلّٰهِ ملائكة يطوفون فی الطُّرُقِ يلتمسون اهل الذكرِ فاذا وجدوا قوماً يذكرون الله تنادوا هلموا الى حاجتكم فيحفُّونهم بأجنحتهم الى

---

[۱] اس حدیث میں جمدان پہاڑی پر پہنچ کر "سبق المفردون" فرمایا گیا ہے ان دونوں باتوں میں کیا تعلق ہے عربی اردو کے بیشتر شراح و مترجمین اس پر خاموش ہیں بعض نے ان کے درمیان رشتہ ثابت کرنے کے لئے کچھ تاویلیں کی ہیں مگر دل لگتی بات نہ پیدا ہو سکی۔ معجم البلدان کے مصنف یاقوت بن عبداللہ حموی المتوفی ۶۲۶ھ نے اس سلسلہ میں اپنی ذہنی خلش اور کسی کے یہاں کچھ نہ ملنے کا ذکر کیا ہے (معجم البلدان ج ۳ ص ۱۶۱ مصر ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) ہم نے جو توجیہ بیان کی ہے یہ "وفاء الوفاء" تالیف نور الدین علی بن احمد سمہودی المتوفی ۹۱۱ھ سے ماخوذ ہے (صفحہ ۱۱۷۸، مصر ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء) اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ بہترین توجیہ ہے۔ [۲] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳

السماء الدنيا۔

قال: فیسألھم ربھم وھو اعلم بھم: مایقول عبادی؟ قال: یقولون یسبحونك ویکبرونك ویحمدونك ویمجدونك۔ قال: فیقول: ھل رأونی؟ قال: فیقولون: لاوالله یارب مارأوك، قال: فیقول: کیف لورأونی؟ قال: یقولون: لورأوك کانوا اشد لك عبادۃً، واشد لك تمجیداً، واکثرلك تسبیحاً۔

قال: فیقول: فمایسألونی؟ قال: یقولون: یسألون الجنۃ، قال: فیقول: وھل رأوھا؟ قال: یقولون: لاوالله یارب مارأوھا، قال: فیقول: فکیف لو رأوھا؟ قال: یقولون: لوأنھم رأوھا کانوا اشد علیھا حرصاً، واشد لھا طلباً، واعظم فیھا رغبۃً۔

قال: فممّ یتعوذون؟ قال: یتعوذون[1] من النار۔ قال: فیقول: وھل رأوھا؟ قال: یقولون: لاوالله مارأوھا، قال فیقول: فکیف لورأوھا؟ قال: یقولون: لورأوھا کانوا اشد منھا فراراً، واشدّ لھا مخافۃ۔

قال: فیقول: اُشھدکم أنّی قد غفرت لھم۔ قال: فیقول مَلَكٌ من الملائکۃ: فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجۃ۔ قال: ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم

(رواہ البخاری واللفظ لہ ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو مختلف گلی کوچوں اور راستوں میں ذکر والوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں، جب وہ کچھ لوگوں کو ذکر کرتا ہوا پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار پکار کر بلاتے ہیں کہ لو تمہاری مراد یہاں

---

[1] فی ق: قالوا یتعوذون وفی ف: قال: یقولون: من النار۔ وبہامش نسخۃ یتعوذون۔

موجود ہے، پھر وہ اس محفل پر اپنے پَروں کی چھتر سایا بنا لیتے ہیں اور (اتنی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں کہ) آسمان تک ان کی قطاریں لگ جاتی ہیں۔ (جب یہ محفل برخواست ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں[۱])

آپؐ نے فرمایا: کہ ان کا پروردگار سب کچھ جاننے کے باوجود ان سے پوچھتا ہے کہ: میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تیری پاکی بیان کر رہے ہیں تیری بڑائی بیان کر رہے ہیں اور تیری تعریف بیان کر رہے ہیں اور تیری عظمت بیان کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: پروردگار! نہیں آپ کو دیکھا تو نہیں، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ وہ کہتے ہیں: اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو اور بھی زیادہ عبادت کریں اور عظمت و پاکی کا بیان بھی زیادہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ (میرے بندے) مجھ سے کیا مانگ رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: کہ وہ آپ سے جنت مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار دیکھا تو نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا، وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اور زیادہ حریص ہوتے اور بہت زیادہ طلب کرتے اور مشتاق ہوتے۔

پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انھوں نے اُسے دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں: نہیں تو خدا کی قسم انھوں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ ارشاد

---

[۱] یہ مضمون اسی روایت میں مسلم کے یہاں موجود ہے (الترغیب)

ہوتا ہے کہ اچھا اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اُس سے اور زیادہ دُور بھاگتے اور بہت زیادہ ڈرتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (فرشتو!) میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ کہتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ!) ان میں ایک فلاں شخص بھی تھا جو (درحقیقت) ان میں کا نہ تھا بلکہ کسی اور ضرورت سے وہاں آگیا تھا (اور بے ارادہ اس محفل میں شامل ہوگیا تھا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی ہماری رحمت سے محروم نہیں رہتا (ہم نے اس کو بھی بخش دیا)

تشریح: خدا تعالیٰ اپنے محبوب بندوں اور ان کے پیارے اعمال سے خوش ہو کر ان کا ذکر تذکرہ کرتا ہے، ان نیک بندوں کے لئے کس قدر مسرت کا اور خوشی سے جھوم جانے کا مقام ہے کہ رب العالمین اُن کو اپنا بندہ کہہ کر یاد کرتا ہے۔

(۱۱۸) وعن انس بن مالك رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما من قوم اجتمعوا يذكرون الله عزوجل لا يريدون بذلك الا وجهه الا ناداهم منادٍ من السماء ان قوموا مغفوراً لكم قد بُدِّلت سيأتكم حسنات۔ (رواه احمد ورواته محتج بهم في الصحيح الا ميمون[1] المرئي[2] وابويعلى والبزار والطبراني ..... (في الاوسط[3]) ورواه البيهقي من حديث عبدالله بن مغفل وروى نحوه الطبراني عن سهل بن الحنظلية[4])

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ميمون بن موسى المرئي قال الهيثمي: وثقه جماعة وفيه ضعف، وبقية رجال احمد رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶) وهو حاصل كلام المصنف في رجال الترغيب وابن حجر في التهذيب ص ۳۹۲ والتقريب ص ۳۷۰ [2] في النسخ: المرائي، والصواب ما اثبتناه والمرئي بفتح الميم والراء وكسر الهمزة [3] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶ [4] وفيه المتوكل بن عبدالرحمن والد محمد بن ابي السري قال الهيثمي: ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶)

علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کہیں کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور صرف اللہ کو خوش کرنا ہی ان کا مقصد ہوتا ہے تو (اس مجلس کے خاتمے پر) آسمان پر ایک آواز لگانے والا پکارتا ہے کہ بخشے بخشائے اُٹھ کھڑے ہو تمھاری بُرائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

تشریح: جب کسی گناہگار بندے کو اپنے پروردگار کی طرف توجہ ہو جائے اور وہ نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ زندگی کی ایک ایک کوتاہی اور اندھیرے اُجالے کے ایک ایک گناہ کو یاد کر کر کے نہ معلوم کتنی بار روتا اور خدا سے معافی مانگتا ہے، اس طرح ہر گناہ کئی کئی بار خدا کے سامنے گڑگڑانے کا سبب بنتا ہے، گویا یہ گناہ خود نیکی بن گئے ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں جھکا رہے ہیں۔

اور بُرائیوں کے نیکیوں سے بدل جانے کا ایک صاف مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکیوں اور ان کی سچی لگن کو دیکھ کر بطور انعام ان کے تمام گناہ معاف کر کے ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دے۔

(۱۲/۸) وعن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: عن یمین الرحمٰن — وکلتا یدیہ یمین — رجال لیسوا بانبیاء ولا شہداء، یغشی بیاض وجوھھم نظرَ الناظرین یَغْبِطھم النبیون والشہداء بمقعدھم وقربھم من اللہ عزوجل، قیل: یا رسول اللہ! مَنْ ھُم؟ قال: ھم جُمّاعٌ[1] من نوازِعِ[2] القبائل یجتمعون علی ذکر اللہ فینتقون[3] أطایبَ الکلام کما ینتقی آکِلُ التمر اطایبہ۔

---

[1] جماع: بضم الجیم وتشدید المیم ای اخلاط من قبائل شتی ومواضع مختلفۃ (الترغیب) [2] جمع نازع وھو الغریب، ومعناہ انھم لم یجتمعوا القرابۃ بینھم ولا نسب ولا معرفۃ، وانما اجتمعوا الذکر اللہ لا غیر (الترغیب)

[3] ای یختارون احاسنہ ویجتنبون مالا یعنیھم من الھجر واللغو۔

(رواہ الطبرانی واسنادہ مقارب لاباس[۱] بہ وروی الطبرانی ایضاً معناہ باسناد حسن عن ابی الدرداء)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمٰن (یعنی اللہ تعالیٰ) کے داہنی طرف ــ اور اس کے دونوں ہی ہاتھ داہنے ہیں[۲] ــ کچھ ایسے لوگ ہونگے کہ وہ نہ تو نبی ہونگے نہ شہید، ان کے چہروں کی رونق دیکھنے والوں کی نظروں کو موہ رہی ہوگی، ان پر نبی اور شہید بھی ان کے بلند مقام اور خدا تعالیٰ سے ان کی نزدیکی کی وجہ سے رشک کرتے ہوں گے کسی نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہونگے؟ فرمایا: یہ وہ مجمع ہوگا جو (دنیا میں بغیر کسی رشتے ناتے اور بغیر کسی دنیاوی ضرورت کے) مختلف قبیلوں (مختلف شہروں اور مقامات) سے اللہ کی یاد کی خاطر جمع ہوا ہوگا اور یہ سب اس طرح چھانٹ چھانٹ کر اچھی اچھی باتیں کرتے ہوں گے جیسے کھجوریں کھانے والا (کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا) اچھی اچھی چھانٹ کر نکالتا رہتا ہے۔

تشریح: یعنی صرف یادِ الٰہی کی خاطر مختلف لوگ جمع ہوئے ہوں اور بس اچھی اچھی باتوں کے علاوہ کوئی فضول بات نہ کریں۔

ان حدیثوں میں جو یادِ الٰہی کی محفلوں کی فضیلتیں آرہی ہیں ان کے متعلق بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ صرف تسبیح وتکبیر وتحمید، تلاوتِ قرآن مجید اور دعا کے بارے میں ہیں حدیث وفقہ کا درس اور علمی مجلسیں اس میں شامل نہیں ہیں[۳]، مگر یہ بات درست نہیں، اور خصوصیت سے اس حدیث میں تو بالکل صاف طور پر یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ محفل جس میں اچھی باتیں ہوں خواہ وہ حدیث وفقہ ہو

---

[۱] وتفظ الہیثمی: رجالہ موثقون (مجمع الزوائد ص۷۷) [۲] مطلب یہ ہوا کہ اس کے بہت نزدیک۔

[۳] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۱ ص۱۱۰ باب فضل ذکر اللہ عزوجل۔

یا وعظ و نصیحت ہو سب اس فضیلت میں شامل ہے۔

ذکر کی محفلیں جنّت کی کیاریاں ہیں:

(۳ | ۸) عن انس بن مالك رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا. قالوا، وما ریاض الجنة؟ قال: حِلَق الذکر۔ (رواه الترمذی وقال حسن غریب' ورواه [احمد[1] و] ابن ابی الدنیا وابویعلی والبزار و الطبرانی [فی الاوسط[2]] والحاکم والبیہقی من جابرنی حدیث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا گزر جنّت کی کیاریوں میں ہوا کرے تو خوب چَر چُگ لیا کرو (ان میں سے بھرپور حصہ لے لیا کرو) لوگوں نے پوچھا: جنّت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر اللہ کے حلقے (یادِ الٰہی کی مجلسیں)

تشریح: چوپائے جب کہیں ہَری بھری کیاری کے پاس سے گزرتے ہیں تو خوب شوق سے پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اگر بھوک نہ بھی لگی ہو تو دو چار منہ تو پھر بھی مار لیتے ہیں، اسی طرح ذکر کی محفلیں رُوحانی بھوک رکھنے والوں کے لئے جنّت کی ہری بھری کیاریاں ہیں ان میں سے جتنا لوٹ لیا جائے کم ہے۔

ذکر اللہ کی محفلوں کا انعام:

(۴ | ۸) عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قلت: یا رسول الله! ماغنیمة مجالس الذکر؟ قال: غنیمة مجالس الذکر الجنة۔[3]

---

[1] من الجامع الصغیر وفیض القدیر ص ۔۔۔، والدر المنثور ص ۔۔۔ [2] من مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۔۔۔

[3] وفی مسند احمد بتکرار لفظ الجنة وکذا فی مجمع الزوائد قال الاستاذ احمد محمد شاکر: وتکرارها ثابت فی اصول المسند وعلیه فی النسخ من المسند علامة الصحة قال: ولم یذکر فی الترغیب غیر مرة واحدة۔

(رواہ احمد[1] باسناد حسن [والطبرانی[2]])

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ذکر کی مجلسوں کا انعام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ذکر کی مجلسوں کا انعام جنت ہے۔

ذکر اللہ سے خالی محفلیں:

(۸۱۵) عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مامن قوم اجتمعوا فی مجلس فتفرقوا ولم یذکروا اللہ الا کان ذلک المجلس حسرۃ علیہم یوم القیامۃ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیہقی [وابویعلی[3]] ورواۃ الطبرانی [فی کلیہما[4]] محتج بہم فی الصحیح[5])

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کچھ لوگ کسی مجلس میں جمع ہوں اور پھر (اپنی بات چیت کر کے) اللہ کی یاد کئے بغیر محفل برخاست کر دیں تو یہ مجلس قیامت کے دن اُن کے لئے حسرت وافسوس کا سبب ہوگی۔

تشریح: اس کے قریبی مفہوم کی ایک حدیث نمبر ۸۰۰ پر بھی گزر چکی ہے۔

---

[1] مسند احمد ج ۱۰ ص ۱۷۹ رقم ۶۶۵۱ [2] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۸
[3] کما عزاہ الیہ البوصیری (حاشیہ المطالب العالیہ ص ۳۲۵)
[4] من مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۰ [5] بہ قال البوصیری والہیثمی۔

باب (۲) دوم

متعدد قسم کے اذکار و دُعائیں

فصل اوّل

مختلف قسم کے اذکار و تسبیحات جو کسی وقت یا کسی موقع کیلئے مخصوص نہیں:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی فضیلت:

(۸/۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ! مَن أسعد الناس بشفاعتك یوم القیامۃ؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لقد ظننتُ یا ابا ھریرۃ ان لا یسألنی عن ھذا الحدیث احد اول منك لِمَا رأیتُ من حرصكَ علی الحدیث، اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الٰہ الّا اللہ خالصاً من قلبہ — او نفسہ۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ تمہارے حدیث کے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے یہ بات کوئی اور نہ پوچھے گا، میری شفاعت سے سب سے زیادہ نصیبہ ور قیامت میں وہ ہوگا جو سچے دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے گا۔

(۸/۷) دعن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال: من شهد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبداللہ ورسولہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ والجنۃ حق والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ماکان من عمل زاد جنارۃ: من ابواب الجنۃ الثمانیۃ ایھا شاء۔ (رواہ البخاری واللفظ لہ ومسلم [والنسائی][1])

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلام ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا ہے اور اس کے یہاں کی ایک روح ہیں (یعنی خدا کے عام نظام سے ہٹ کر.... صرف حکم سے پیدا ہوئے تھے) اور جنت برحق ہے اور جہنم بھی برحق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اعمال کے مطابق (حسب حیثیت و مرتبہ) جنت میں داخل کر دے گا۔

اور ایک راوی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

(۸|۸) وعن رفاعۃ الجھنی رضی اللہ عنہ قال: اقبلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کنا بالکدید[2] او بقدید ــ فحمد اللہ وقال خیراً وقال: اشھد عند اللہ لایموت عبد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ، وانی رسول اللہ صدقاً من قلبہ ثم یسدد الاسلک فی الجنۃ۔ (رواہ احمد باسناد لاباس بہ وھو قطعۃ من حدیث)

---

[1] من الحصن الحصین ص۱۹۱ [2] کدید ککریم او قدید کزبیر موضع بین مکۃ والمدینۃ (مجمع بحار الانوار ص۱۱۸ ج۴ و ص۳ ج۲ والمصباح المنیر ج۲ ص۱۸ والقاموس ص۳۲۶ ج۱) اوما بینھا (قاموس ص۳۳۳ ج۱) ولیس المراد ھھنا معناہ اللغوی کما ظن بعضھم۔

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے لوٹ رہے تھے، جب مقام کدید یا قدید[1] پر پہنچے ... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کو متوجہ کر کے خطبہ دیا) اللہ کی تعریف کی اور کچھ مفید باتیں سمجھائیں اسی میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو بھی بندہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کو معبود اور مجھے اس کا رسولؐ مانتا ہوگا اور پھر اس اقرار کو سچا کرتا رہے گا (اور اسی حال میں مرجائے گا) تو وہ (سیدھا) جنّت میں جائے گا۔ (آپؐ نے اور بھی باتیں ارشاد فرمائی تھیں)

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے موقعوں پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کلمۂ توحید کا اقرار کرلیگا وہ جنّت میں داخل ہو جائے گا یا یہ کہ اسے جہنّم کی آگ نہ چھو سکے گی۔ اِس قسم کی حدیثوں سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید صرف کلمۂ توحید کا اقرار اور پیغمبرِ آخرالزماں کی رسالت پر اور آخرت وغیرہ پر ایمان لے آنا اور زبان سے ان چیزوں کا اقرار کرلینا ہی نجات کے لئے کافی ہے، حالانکہ یہ درست نہیں اس قسم کے تمام ارشادات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس نے اسلام کے بنیادی عقائد کو دل سے تسلیم کرلیا اور زبان سے ان کا اقرار کرلیا اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ ان تمام پابندیوں اور ذمّہ داریوں کو بھی نباہتا رہا جو اس تسلیم و اقرار کے ساتھ لگی ہوئی ہیں تو وہ نجات کا مستحق ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ کلمۂ توحید کا اقرار کرلیا وہ جنّتی ہے کسی نے پوچھا: اللہ کے رسول کلمہ کا اخلاص کیا ہے؟ فرمایا: اس کا اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے اقرار کرنیوالے کو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے روک دے[2]

---

[1] مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام یا ایک چشمہ کا نام ہے۔

[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط عن زید بن ارقم رضہ۔ (الترغیب)

اوپر والی حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر آدمی کو اس کے عملوں کے مطابق اعلیٰ یا ادنیٰ جنّت ملے گی۔

اِس حدیث میں "اقرار کو سچا کرتے رہنے" کا مطلب یہی ہے کہ اس اقرار کے ساتھ جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان سے زندگی بھر بچنے کی کوشش کرتا رہا اور جو احکام اور ذمّہ داریاں اس اقرار کے ساتھ لازم ہوجاتی ہیں ان پر عمل کرتا رہا تو وہ سیدھا جنّت میں جائے گا۔

اس اقرار اور اقرار کے ساتھ کی ذمّہ داریوں کی مثال ہماری عام زندگی میں یہ سمجھئے کہ محفلِ نکاح میں لڑکا قاضی کے سامنے صرف یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے فلاں لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کیا لیکن اسی اقرار کے اندر خود بخود یہ بات بھی آجاتی ہے کہ میں اِس لڑکی کے کھانے پینے، لباس، مکان اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی بھی ذمّہ داری لیتا ہوں، یہ اقرار اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں ہے مگر پہلے اقرار میں بہ خود بخود شامل ہوتا ہے، اسی طرح کلمۂ توحید کا اقرار درحقیقت پوری اسلامی زندگی کا اقرار ہے۔ اگر کسی حدیث میں صرف کلمۂ توحید کے اقرار پر نجات کی بشارت دی گئی ہے تو اس کا مطلب اسی بیان کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے۔

(۸|۹) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: قال موسی صلی اللہ علیہ وسلم: یارب عَلِّمنی شیئًا اذکرک بہٖ وادعوک بہ۔ قال: قل: لا الٰہ الا اللہ۔ قال: یارب کل عبادک یقول ھذا، قال: قُل: لا الٰہ الا اللہ، قال: اِنّما اُرید شیئًا تَخُصُّنِی بہٖ، قال: یاموسی لو اَن السمٰوٰت السبع والارضین السبع فی کِفّۃ ولا الٰہ اِلّا اللہ فی کفۃ مالت بھم[۲] لا الٰہ اِلّا اللہ۔

---

[۱] فی الموارد ص۵۷۷ بہذا اللفظ وفی المستدرک ص۵۲۸ ج۱ ومجمع الزوائد ص۸۲ ج۱۰ عن ابی یعلی زیادۃ: وعامرھن غیری وفی فتح الباری ص۱۷۳ ج۱۱ عن النسائی: وعامرھن۔ [۲] وفی نسخۃ بہامش ف: بھن۔ وکذا فی المستدرک ص۵۲۸ ج۱ وموارد الظمآن ص۵۷۷

(رواہ النسائی [والبویعلی[1] والبغوی فی شرح السنۃ[2]] وابن حبان والحاکم[3] وصححہ [واقرہ علیہ الذھبی[4]])

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دے جس سے میں تجھے یاد کیا کروں، اور تجھے اس سے پکارا کروں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہہ لیا کرو، عرض کیا: یہ تو تیرے سبھی بندے کہتے ہیں، ارشاد ہوا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہہ لیا کرو، حضرت موسیٰ نے پھر عرض کیا کہ میں تو کوئی چیز اپنے لئے خصوصی چیز چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں (ترازو کے) ایک پلڑے میں ہوں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ ان سب پر بھاری ہوگا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ عام لوگوں کے پڑھنے کی وجہ سے کوئی معمولی چیز نہیں ہو جاتا اس کی قدر و قیمت سدابہار ہے، اور جو شخص جتنے مضبوط یقین، جس قدر اخلاص اور سچے دل سے اس کو کہے گا اس کے لئے اتنا ہی زیادہ اثر دکھائے گا۔

(۸۲۰) وعن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ۔

(رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن حبان والحاکم[5] وصححہ [واقرہ علیہ الذھبی[6]])

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قال الهیثمی: ورجاله وثقوا وفیهم ضعف۔ (مجمع الزوائد ص۸۲) [2] کما فی المشکوٰۃ (المرقاۃ ج۳ ص۵۳) [3] کلهم من طریق دراج عن ابی الهیثم عنه (الترغیب) وقد تقدم فی حدیث ص۵۰۶ [4] المستدرک ج۱ ص۵۲۸ [5] کلهم من طریق طلحة بن خراش عنه (الترغیب) [6] المستدرک ص۵۰۳

فرمایا: بہترین ذکر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔

تشریح: "الحمد للہ" اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور محتاج کی طرف سے کریم کی تعریف کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے، اور اگر "الحمد للہ" کا مطلب سورۂ فاتحہ لیا جائے تو بلاشبہ سورۂ فاتحہ بہت جامع دعا ہے۔

(۸۲۱) وعن یعلی بن شداد قال: حدثنی ابی شداد بن اوس رضی اللہ، وعبادة بن الصامت حاضر یصدِّقه، قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: هل فیکم غریب؟ — یعنی اهلَ الکتاب — قلنا: لا یا رسول اللہ، فامر بغلق الباب۔ وقال: ارفعوا ایدیکم وقولوا: لا الٰہ الا اللہ، فرفعنا اَیدِیَنَا ساعةً[۱]، ثم قال: الحمد للہ، اللهم انك بعثتی بهذه الکلمة وامرتنی بها، ووعدتنی علیها الجنة وانت لا تخلف المیعاد، ثم قال: اَلَا[۲] ابشروا فان اللہ قد غفر لکم۔

(رواه احمد باسناد حسن والطبرانی[۳] (والحاکم، قال الذهبی راشد ضعفه الدارقطنی وغیره ووثقه دحیم[۴]))

یعلی بن شداد کہتے ہیں کہ میرے والد شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے تصدیق کرتے جاتے تھے۔ کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے) تھے۔ آپ نے پوچھا: تم میں (یہاں) کوئی اجنبی تو نہیں؟ یعنی اہلِ کتاب یہود یا نصاریٰ میں سے تو کوئی نہیں) ہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کوئی نہیں، آپ نے دروازہ بند کرا دیا اور فرمایا: اپنے اپنے ہاتھ

---

[۱] فی مسند احمد (الفتح الربانی ج ۱۴ ص ۲۰۳) والمستدرک ج ۱ ص ۵۰۱ ... ساعة ثم وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یده ثم قال الخ۔ [۲] کلمة الا اسقط من ح۔ [۳] لفظ المصنف: والطبرانی وغیرهما۔ [۴] المستدرک ج ۱ ص ۵۰۱

اُٹھالو اور کہو لا الٰہ الّا اللہ۔ ہم نے کچھ دیر اپنے ہاتھ اُٹھائے رکھے (اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ چھوڑ دیئے) پھر فرمایا: اللہ تیرا شکر! اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا اور مجھے اس کا حکم دیا اور اس پر مجھ سے جنّت کا وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے' پھر آپؐ نے فرمایا: خوشخبری ہو' اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔[۵۱]

تشریح: کسی چیز سے ہاتھ اُٹھا لینا اس سے بے تعلق ہوجانا ہوتا ہے' بند کمرے میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گویا ان کو گواہ بنا کر ہر چیز سے اُٹھالیا اور سب نے بیک آواز ایک الٰہ العالمین کی خدائی کا اقرار کیا اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے دعا کی، ان سب باتوں کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ ان سب حضرات کی مغفرت ہوگئی۔

ظاہر ہے کہ یہ سب حضرات اہلِ ایمان تھے' کلمہ پڑھنے کا مطلب اِس وقت اسلام لانا تو تھا نہیں' یہ گویا ایمان کو تازہ کیا گیا تھا اور ہر تعلق پر خدا تعالیٰ کے تعلق اور اس کی وفاداری کو غالب رکھنے کا عہد مضبوط کیا گیا تھا۔

(۸۲۲) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: اكثروا من شهادة لا اله الا الله قبل أن يُحالَ بينكم وبينها۔

(رواہ ابویعلی باسناد جید قوی[۵۲])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الّا اللہ کی گواہی کثرت سے دیتے رہو اس سے پہلے پہلے

---

[۵۱] مسند احمد اور مستدرک حاکم میں یہ اضافہ بھی روایت کے اندر موجود ہے۔ [۵۲] وفی مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲ رجال رجال الصحیح غیر ضمام بن اسماعیل وھو ثقة۔ وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عدی ایضاً والمناوی الی الخطیب ایضاً (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۹۵)۔

کہ تمہارے اور اس کے درمیان پردہ آجائے۔

تشریح: یعنی زندگی کی اس مہلت کو غنیمت سمجھو اس وقت جو اس کلمے کے کہنے اور دُہرانے کی مہلت حاصل ہے ایک وقت ایسا آجائے گا کہ اس کا ایک حرف بھی ادا کرنا ممکن نہ ہوگا۔

(۸۲۳) وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان الله یستخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیامة فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کل سجل مثل مدّ البصر، ثم یقول: أتنکر من هذا شیئاً؟ أظلمك کتبتی الحافظون؟ فیقول: لا یارب، فیقول: أفلك عذر؟ فیقول: لا یارب، فیقول الله تبارك وتعالی: بلی إن لك عندنا حسنة، فانه لا ظلم علیك الیوم، فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله فیقول: احضر وزنك، فیقول: یارب ما هذه البطاقة مع هذه السجلات؟ قال: فانك لا تظلم، فتوضع السجلات فی کفة والبطاقة فی کفة، فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا یثقل مع اسم الله شیئ۔

(رواه الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجة وابن حبان والحاکم والبیهقی وصححه الحاکم علی شرط مسلم (واقره علیه الذهبی)[1])

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری اُمت کے ایک (ایسے) آدمی کو چھانٹ کر تمام مخلوق کے سامنے لائے گا (جو ایمان کی دولت کے ساتھ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوا ہوگا) پھر اس کے (گناہوں کے) ننانوے دفتر اس کے سامنے کھول دیئے جائیں گے جن میں کا ہر ہر دفتر

---

[1] المستدرک للحاکم مع التلخیص ص۶ ج۱ فی کتاب الایمان و ص۵۲۹ ج۱ فی کتاب الدعاء۔

تاحدِ نظر پھیلا ہوا ہوگا، خدا تعالیٰ بندے سے پوچھے گا کہ ان تمام باتوں میں سے تم کسی بات کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے محافظ (یعنی نگراں فرشتوں) نے تم پر زیادتی کی ہے (کہ تم نے جو گناہ کیا نہ ہو اسے بھی یہ اس میں لکھ لائے ہوں)؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار نہیں (نہ مجھے اس اعمالنامے کے کسی گناہ سے انکار ہے اور نہ تیرے نگرانوں کو جھٹلاتا ہوں) ارشاد ہوگا کہ کوئی اور عذر پیش کرنا چاہتے ہو؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار کوئی عذر نہیں، اس پر پروردگار عالم ارشاد فرمائے گا کہ کیوں نہیں، (لو سنو!) ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے، آج تمہارے اوپر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس پر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ (لکھا) ہوگا، پھر ارشاد ہوگا کہ اپنا (گناہوں کا) بوجھ لاؤ، وہ عرض کرے گا پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا ہے، ارشاد ہوگا کہ تم پر ظلم نہیں ہوگا (جو بھی نیکی یا بدی ہے سب ترازو میں رکھی جائے گی) چنانچہ وہ تمام دفتر ایک پلڑے میں رکھ دئے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے میں، وہ تمام دفتر اُڑنے لگیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ خدا کے نام کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

تشریح: ترازو اور پلڑے کا مطلب ہماری روزانہ کے استعمال کی سی ترازو نہیں ہے، بلکہ جس طرح آج ہوا بجلی اور رفتار کی ناپ تول کے میٹر ہیں اور یہ گویا ایک طرح کی ترازو ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی الفاظ اور ان کے اندر کی روح کی ناپ تول کے لئے پیمانے اور میٹر ہیں جن کے ذریعہ کاغذوں کا وزن نہیں بلکہ ان کے اندر محفوظ اعمال کی طاقت کو تولا جائے گا اور وہ طاقت بلاشبہ کلمہ شہادت ہی کی بڑھی ہوئی ہے۔ پھر جتنے یقین واخلاص اور دل کی سچائی واعتماد سے یہ کلمہ پڑھا جائے گا اور اس کے

تقاضوں پر جس قدر زیادہ عمل جس کی زندگی میں ہوگا اس کا یہ کلمہ اسی قدر جاندار وزن دار اور آخرت میں نفع بخش ہوگا۔

ایمان کا نکھار

(۸۲۴) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: جَدِّدُوا إيمانكم قيل: يا رسول الله وكيف نُجَدِّدُ ايماننا؟ قال: اكثروا من قول لا اله الا الله۔

(رواه احمد والطبرانی (والحاكم وصححه[۱]) واسناد احمد حسن[۲])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ایمان کو نیا کرتے رہا کرو، کسی نے پوچھا: اللہ کے رسول ایمان کو نیا کیسے کریں؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ خوب کہا کرو۔

تشریح: انسان کے دل کی ہر کیفیت میں کمی بیشی، طاقت اور کمزوری آتی رہتی ہے، ایمان بھی دل کی ایک کیفیت اور خدائی نور ہے جس کی قوت وتازگی اور نورانیت گناہوں کی گندگی سے بے آب اور گرد آلود ہو جاتی ہے۔ بندہ اگر بار بار یقین و اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو دہراتا رہے تو گناہوں کی گندگی اور میل کچیل صاف ہوتا رہتا ہے اور اس کے ایمان میں قوت وتازگی آتی رہتی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی فضیلت

(۸۲۵) عن ابی ایوب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:

---

[۱] المستدرک ص۲۵۶ ج۴ ابواب التوبة، قال الذہبی: فيه صدقة بن موسى ضعفوه۔

[۲] لفظ الهيثمی: ورجال احمد ثقات۔ وفی موضع آخر: سند احمد جيد۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير ص۳۵۹ ج۳)

من قال: لا اله الا الله وحده لاشریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر۔
عشر مرات کان کمن اعتق اربعة انفس من ولد اسماعیل

(رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دس بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیكَ له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیئ قدیر (اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی ساجھی اور حصہ دار ہے (ہر ہر چیز پر) اسی کی حکومت ہے، ہر خوبی اور تعریف اسی کی ہے (جہاں کوئی کمال ہے اسی کی کاریگری کا کرشمہ ہے) اسے ہر چیز پر قدرت ہے) تو یہ ایسا ہے جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار جانیں آزاد کردیں۔

(۸۲۶) وعن یعقوب ابن عاصم عن رجلین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انهما سمعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ما قال عبد قط: لا اله الا الله وحده لاشریك له، له الملك، وله الحمد، وهو علی کل شیئ قدیر۔ مخلصا بها روحهٗ مصدقا بها قلبه، ناطقا بها لسانه الافتق الله عزوجل له السماء فتقا حتی ینظر الی قائلها من الارض، وحق لعبد نَظَرَ اللهُ اِلَیهِ ان یعطیه سؤله (رواہ النسائی)

یعقوب بن عاصمؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی بندہ رُوح کے اخلاص اور دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے یہ الفاظ کہتا ہے۔ لا اله الا الله وحده لاشریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر[له] تو ضرور اللہ تعالیٰ اس بندے کے لئے آسمان کو پھاڑتا ہے (مطلب یہ کہ

[له] اس کا ترجمہ اوپر والی حدیث کے ترجمے میں آچکا ہے۔

درمیان کے فاصلے ختم کر دیتا ہے) اور زمین پر اس بندے پر نظرِ کرم فرماتا ہے
اور جس بندے پر خدا تعالیٰ اپنی نظرِ کرم فرماتا ہے یہ لازم ہے کہ اس کی
مانگ پوری کرے۔

تشریح: خدا تعالیٰ کی نظر سے کائنات کی کوئی بھی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز اوجھل نہیں ہے، لیکن خدائے کریم کی نظرِ کرم کا حقدار ہونے میں ہر شخص کا اپنا ظرف الگ الگ ہے اور پردہ جو کچھ ہے بس اپنی ہی طرف سے ہے، تو جو بندہ یہ الفاظ ان تمام شرائط کے ساتھ کہتا ہے اس کے تمام نفسانی اور تاریک پردے پھٹ جاتے ہیں اور وہ رب العالمین کی خصوصی نظرِ کرم کا حقدار ہو جاتا ہے۔

(۸۲۷) وعن ابی امامة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قال: لا اله الا الله وحده لا شریك له، له الملك وله الحمد، وهو علی كل شیٔ قدیر۔ لم یسبقها عمل، ولم یبق معها سیئة۔

(رواه الطبرانی ورواته محتج بهم فی الصحیح وسلیم بن عثمان الطائی ثم الفوزی یکشف حاله[۱])

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله

---

[۱] کشفنا عن حاله فقد قال الحافظ ابو بکر الهیثمی: قد ضعفه غیر واحد من قبل حفظه وذکره ابن حبان فی الثقات وقال:۔ لم یرو عنه غیر سلیمان بن سلمة الخبائری وهو ضعیف فان وجد له راو غیره اعتبر حدیثه ویلزق به ما یستاصل من جرح او تعدیل.

قال الهیثمی: وذکره ابن ابی حاتم وقال عن ابیه: وروی عنه محمد بن عوف وابو عتبة احمد بن ابی الفرج، وهو مجهول وعنده عجائب، وقد روی عنه ثلاثة، وبقیة رجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۸۵، وراجع ایضا المیزان ج ۱ ص۳۲۶)

وقال الهیثمی فی موضع آخر فی غیر هذا الحدیث: وقد روی عنه ثلاثة وذکره ابن حبان فی الثقات وذکر شرطا فوجد هذا الحدیث حسن۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۹۳)

وقد وقع فی مجمع الزوائد فی هذا الموضع: سلیمان بن عثمان وهو تصحیف۔

الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر کہہ لیا تو کوئی عمل اس سے بڑھ نہیں سکتا اور نہ اس کے ساتھ کوئی گناہ باقی رہ سکتا ہے۔

تشریح: یعنی تمام اذکار اور دُعاؤں سے یہ افضل ہے، اور یہ اگرچہ استغفار نہیں ہے مگر اس کے اثر سے تمام چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۸۲۸) وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ، وخیر ما قلتُ انا والنبیون من قبلی: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب[۱])

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دعا عرفے کے دن کی دُعا ہے، اور سب سے عمدہ کلمات جو میں نے اور دوسرے نبیوں نے کہے ہیں یہ ہیں: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

تسبیح، تکبیر، تہلیل اور تحمید کے فضائل:

(تسبیح: سبحان اللہ کہنا۔ تکبیر: اللہ اکبر کہنا۔ تہلیل: لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ اور تحمید: الحمد للہ کہنا۔)

اس بیان میں تسبیح وتحمید اور ذکرِ الٰہی کے مختلف قسم کے الفاظ کا ذکر ہے۔

(۸۲۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

---

[۱] وقال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ وحماد بن ابی حُمید الانصاری المدنی لیس بالقوی عند اھل الحدیث (سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۹۵ الدعوات، مطبعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ)

قال ابن العربی: لیس فی دعاء عرفۃ حدیث یعول علیہ الا ھذا۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۴)

كلمتان خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان، حبيبتان الى الرحمان: سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔ (رواه الستة الا ابا داؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو لفظ ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں اور (اعمال کی) ترازو میں بڑے وزنی ہیں اور خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہیں: سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

(۸۳۰) وعن اسحٰق بن عبد الله بن ابي طلحة عن ابيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال: لا اله الا الله دخل الجنة۔ او وجبت له الجنة — ومن قال: سبحان الله وبحمده مائة مرة كتب الله له مائة الف حسنة واربعاً وعشرين الف حسنةٍ۔ قالوا: يا رسول الله! إذاً لايهلك منا احد؟ قال: بلىٰ إن احدكم ليجيئ بالحسنات لو وضعت على جبل اثقلته، ثم تجيئ النِعَمُ فتذهب بتلك، ثم يتطاول الرب بعد ذلك برحمته۔

(رواه الحاكم وصححه وروى نحوه الطبراني وفرقه في موضعين باسنادين عن ابن عمرؓ)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لا الہ الّا اللہ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یا یہ فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ اور جس نے سَو مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِہٖ کہہ لیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھ دے گا، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (جب اتنے تھوڑے اعمال پر اس قدر زیادہ اجر و ثواب ہے تو بہت زیادہ اجر ہو جائے گا اور گویا ہر شخص اپنی نیکیوں کی وجہ سے نجات پا جائے گا) پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہو سکتا؟ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، تم میں سے ایک ایک شخص اتنی نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ بھی مشکل سے سنبھال سکے؛ پھر (خدا تعالیٰ نے بندے کو دنیا میں جن نعمتوں سے نوازا تھا وہ) نعمتیں آئیں گی تو وہ ان سب نیکیوں کو ختم کر دیں گی (یعنی وہ نیکیاں ان نعمتوں کے مقابلہ میں کم رہ جائیں گی) پھر اس کے بعد پروردگارِ عالم اپنے لُطفُ مہربانی سے اپنے دامنِ کرم کو دراز کرے گا (اور مغفرت و نجات سے نواز دیگا۔)

تشریح: اگر خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور بندے کی نیکیوں کا حساب کیا جائے تو بڑے سے بڑا عبادت گزار بھی اپنی ساری نیکیاں دے کر اس کی نعمتوں کی قیمت نہیں چکا سکتا خدا تعالیٰ تو ان عبادات اور بندے کی وفاداری سے خوش ہو کر اپنے کرم سے بخشتا ہے کبھی بھی کسی کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ میرے عمل میری نجات کا ذریعہ ہیں، بس بہت سے بہت یہ اُمید کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے سامنے سر جھکانے کی جو توفیق بخشی ہے اس سے یہ امید ہے کہ وہ آخرت میں بھی اپنے کرم سے نواز دے گا۔ اور اس نے اپنی وفاداری کرنے پر بہت کچھ وعدے کئے ہیں۔

(۱۳۸) وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال: سبحان الله وبحمده غرست له نخلة في الجنة.

(رواه البزار باسناد جيد، ورواه الترمذي وحسنه والنسائي وابن حبان والحاكم في موضعين وصححه عن جابر وفيه: سبحان الله العظيم وبحمده، وعند النسائي: شجرة مكان نخلة)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سبحان اللہ وبحمدہٖ کہا اس کے لئے جنّت میں ایک کھجور۔ یا دوسری روایت کے مطابق ایک درخت۔ لگ جاتا ہے۔

ایک روایت میں سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ کے الفاظ ہیں۔

تشریح : درخت سے مراد دنیا کے عام درختوں کی طرح کا کوئی درخت نہیں بلکہ بڑھتی رہنے اور پھل پھول دیتی رہنے والی کوئی نیکی مراد ہے جس کے فوائد و ثمرات اور انعامات قیامت تک برابر بڑھتے رہیں گے اور بندے کو مرنے کے بعد حاصل ہوں گے۔

(۸۳۲) وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم مر به وهو يغرس غرساً فقال: يا ابا هريرة ما الذی تغرس؟ قلت: غراساً. قال: الا ادلك علىٰ غراسٍ خيرٍ من هذا؟ سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر، تُغْرَسُ لك بكل واحدة شجرة فی الجنة۔

(رواه ابن ماجة باسناد حسن واللفظ له والحاكم وصححه ورواه الطبرانی باسناد حسن عن ابن عباس رض بدون القصة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار میرے پاس سے گزر ہوا میں کوئی پودا لگا رہا تھا، آپ نے پوچھا: ابوہریرہ! کیا لگا رہے ہو؟ عرض کیا: ایک پودا ہے، آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے اچھا پودا نہ بنا دوں؟ سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر۔ (انھیں پڑھا کرو تو) ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ جنت میں تمہارے لئے ایک ایک پودا لگ جائے گا۔

تشریح : آپ نے دنیا میں باغ لگانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ "دنیا جنت کی کھیتی ہے" اس حقیقت کو یاد دلایا ہے۔

(۸۳۳) وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لقيت ابراهيم عليه السلام ليلة أُسرِيَ بی، فقال: يا محمد أقرئ أمتك منی السلام وأخبرهم ان الجنة طيبة التربة عذبة الماء وانها قيعان وأن غِراسها: سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر۔

(رواہ الترمذی والطبرانی فی الصغیر والاوسط وزاد: ولاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا: محمدؐ! اپنی اُمت کو میرا سلام کہئے اور یہ خبر دیدیجئے کہ جنّت کی زمین بہت عمدہ ہے اور وہاں کا پانی بہت شیریں ہے مگر وہ (جنّت) چٹیل میدان ہے (وہاں پہلے سے کچھ نہیں ہے لیکن اگر کچھ بویا جائے تو زمین اس کے لئے بہت سازگار ہے) اور وہاں کی پود سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر ہے۔ اور ایک روایت میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا پیغام تقریباً انہی الفاظ میں ہے اور اس میں جنّت کے پودے لاحول ولا قوۃ الا باللہ بیان کئے ہیں[۲] ــــ مطلب یہ ہے کہ جنّت جو کچھ ہے اپنے ہی کئے دھرے کے اثرات و نتائج کا نام ہے وہاں جو چاہتے ہو یہیں سے اس کے پودے لگا لو اور اس کے پودے

---

[۱] رزیاد عن عبدالواحد بن زیاد عن عبدالرحمٰن بن اسحٰق عن القاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ عن ابیہ عن جدہ وعبدالرحمٰن ھذا لم یسمع من ابیہ وعبدالرحمٰن بن اسحٰق ھو ابو شیبۃ الکوفی قال الحافظ المنذری واہ وقال الہیثمی ضعیف وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ۔

ورواہ الطبرانی عن سلمان الفارسی باسناد واہ المنذری وقال الہیثمی: فیہ الحسین بن علوان وھو ضعیف۔

(الترغیب ومجمع الزوائد ج ۱۰ صفحہ ۹۰ و ۹۱)

وعند احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان نحوہ عن ابی ایوبؓ من کلام ابراہیم علیہ السلام وفیہ: وما غراس الجنۃ؟ قال: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

وعند ابن ابی الدنیا فی الذکر والطبرانی عن ابن عمرؓ نحوہ وفیہ: وما غراسہا؟ قال: ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

(الترغیب فی قول لا الٰہ الا اللہ ص ۲۴۳)

[۲] احمد ابن ابی الدنیا ابن حبان عن ابی ایوبؓ، وابن ابی الدنیا والطبرانی عن ابن عمرؓ۔ مفصل حوالہ عربی حاشیہ میں اوپر گزر چکا ہے۔

یہی یادِ الٰہی کے الفاظ اور نیکیاں ہیں۔

(۸۳۴) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من[1] قال: سبحان اللہ وبحمدہٖ، فی یوم مائۃ مرۃ غفرت لہ ذنوبہ وان کانت مثل زبد البحر۔ (رواہ مسلم والترمذی والنسائی فی حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے چاہے وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

(۸۳۵) وعن مصعب بن سعد قال: حدثنی ابی[2] قال: کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ایعجز احدکم ان یکسب کل یوم الف حسنۃ؟ فسألہ سائل من جلسائہ: کیف یکسب احدنا الف حسنۃ؟ قال: یسبح مائۃ تسبیحۃ فتکتب لہ الف حسنۃ، او[3] تحط عنہ الف خطیئۃ۔

(رواہ [احمد[4] و] مسلم والترمذی وصححہ والنسائی [وابن حبان[5]])

---

[1] فی ح: ومن۔ [2] ھو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (الاصابہ ج ۳ ص... سعد بن مالک)۔
[3] قال [محمد بن ابی نصر فتوح] الحمیدی [الاندلسی المتوفی ۴۸۸ھ] رحمہ اللہ: کذا ھو فی کتاب مسلم فی جمیع الروایات — (او تحط) قال البرقانی: ورواہ شعبۃ وابو عوانۃ ویحیی القطان عن موسی الذی رواہ مسلم من جہتہ فقالوا: (ویحط) بغیر الف انتہی (کلام الحمیدی فی کتاب الجمع بین الصحیحین)
قال الحافظ (المنذری) ھکذا ھو فی روایۃ مسلم واما الترمذی والنسائی فانہما قالا: (ویحط) بغیر الف واللہ تعالٰی اعلم (الترغیب والترھیب)
قال عبداللہ طارق: وقد رواہ احمد فی مسندہ فی اربعۃ مواضع فی الاولی بالواو والباقیۃ باو، قال عبداللہ بن احمد قال ابی: وقال ابن نمیر ایضاً (او یحط) ویعلی ایضاً (او یحط) (المسند ج ۱ ص ...)، وقد تاتی الواو بمعنی او فلا منافاۃ بینہما او یقال ان المعنی: من قالہا یکتب لہ الف حسنۃ ان لم تکن علیہ خطیئۃ او تحط عنہ الف خطیئۃ ان کانت علیہ۔ وقد بسط الکلام علیہ الشیخ ابن علان فی الفتوحات الربانیۃ ج ۱ ص ... الی ص ...۔ [4] المسند ج ۳ ص ... رقم ... وص ... رقم ... وص ... رقم ... وص ... رقم ...۔ [5] الفتوحات الربانیۃ بشرح الاذکار النواویۃ ج ۱ ص ... والحصن ص ...

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے لئے یہ کام مشکل ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کما لیا کرے؟ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا: ایک ہزار نیکیاں کوئی کیسے کما سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی یا اس کے ہزار گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تشریح: یعنی اگر اس کے ذمہ گناہ ہیں تو ان میں سے معاف ہو جائے گی ورنہ نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ بعض روایات میں "یا" کے بجائے "اور" ہے یعنی اتنی نیکیاں بھی ملیں گی اور اتنے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے کرم سے دونوں باتیں بھی کچھ دُور نہیں اور زیادہ صحیح روایت یہی دوسری مانی گئی ہے۔

(۸۳۶) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لان اقول: سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، احب الی مما طلعت علیہ الشمس۔ (رواہ مسلم والترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر کہنا اس تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے جس پر سورج نکلتا ہے۔ (یعنی تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔)

(۸۳۷) وعن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: احب الکلام الی اللہ اربع: سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، لا یضرک بأیھن بدأت۔ (رواہ مسلم وابن ماجۃ والنسائی [واحمد[1]] وزادا:

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۳ قال الھیثمی ورجالہ رجال الصحیح۔

وهن من القرآن۔ (رواہ النسائی ایضاً وابن حبانؒ عن ابی ہریرۃؓ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تمام باتوں میں سب سے زیادہ پسند یہ چار کلمات ہیں: سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، تمہیں اختیار ہے ان میں سے جسے چاہو پہلے کہہ لو (اور جسے چاہو بعد میں کہہ لو، یہی ترتیب ضروری نہیں ہے)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: یہ قرآن مجید کے کلمات ہیں (یعنی مختلف جگہوں پر قرآن مجید میں یہ کلمات آئے ہیں)

(۸۳۸) وعن انس بن مالك رضی اللہ عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من هلل مائة مرة، وسبح مائة مرة، وكبر مائة مرة كان خیرا له من عشر رقاب یُعْتِقُهُنَّ، وست بدنات یَنْحَرُهُنَّ۔ وفی روایة: سبع بدنات۔

(رواہ ابن ابی الدنیا عن سلمۃ بن وردان عنہ، وھو اسناد متصل حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سو بار لا الٰہ الّا اللہ کہا، سو بار سبحان اللہ کہا اور سو بار اللہ اکبر کہا یہ اس کے لئے دس جانیں آزاد کرنے اور چھ اونٹ قربان کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

تشریح: یعنی اللہ کی رضا و خوشنودی اور اخروی اجر و ثواب جتنا دس جانیں آزاد کرنے اور چھ اونٹ قربان کرنے کا ہوتا ہے اتنا ہی اس سے حاصل ہو جائے گا۔

اس طرح کے مضامین پہلے بھی آتے رہے ہیں۔ یہ دراصل کسی عمل کے ثواب کا اندازہ بتانا ہوتا ہے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر ہر لحاظ سے ان دونوں نیکیوں کا ثواب

---

[1] موارد الظمآن ص۵۷۸ و ص۵۷۹ رقم الحدیث ۲۳۲۹

یکساں ہے۔ ہر عمل اپنے موقع اور وقت کے لحاظ سے اہم اور مفید ہوتا ہے اگر کہیں خدا کی مخلوق فاقوں سے مر رہی ہے اور آپ کو خدا نے دولت دی ہے تو وہاں ہزار تسبیح و تہلیل سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ایک جانور ذبح کر کے انھیں کھانا کھلا دیا جائے، یا اگر کوئی مظلوم قید میں ہے، یا کوئی قرضدار مجبور و پریشان ہے اس وقت ہزار ہا تسبیح و تحمید سے بہتر اس کی مدد کرنا ہے[1]۔

(۴۳۹) وعن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الطھور شطر الایمان، والحمد للہ تملأ المیزان، وسبحان اللہ والحمد للہ تملأن ما بین السماء والارض، والصلوۃ نور، والصدقۃ برھان، والصبر ضیاء، والقراٰن حجۃ لک او علیک، کل الناس یغدو فبائع نفسہ فمعتقھا او موبقھا۔ (رواہ مسلم والترمذی والنسائی)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکی آدھا ایمان ہے، الحمد للہ ترازو کو (نیکیوں سے) بھر دیتی ہے اور سبحان اللہ، الحمد للہ زمین آسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔

نماز نور ہے، صدقہ برہان (دلیل) ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن مجید یا تو تمہارا حمایتی ہے ورنہ فریق ہے۔ (اس پر عمل کرو گے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرو گے تو حمایتی ہے، ورنہ تمہارے خلاف لڑے گا۔) ہر شخص صبح اُٹھ کر چلتا ہے (اور عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے) تو اپنے کو (یا تو نیکی کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ) فروخت کرتا ہے اور اسے آزاد کر لیتا ہے اور یا (بدعملی کے ذریعہ شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور

[1] مزید دیکھئے اسی کتاب کی جلد ۳ ص ۳۰ و ص ۴۵ و ص ۱۴۶۔

اسے تباہ کرلیتا ہے۔

(۴۰۸) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان ناساً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: یا رسول اللہ! ذهب اهل الدثور[۵۱] بالاجور: یصلّون کما نصلّی، ویصومون کما نصوم، ویتصدقون بفضول اموالهم، قال: اولیس قد جعل اللہ لکم ما تصدقون به؟ ان بکل تسبیحة صدقةً، وکلّ تکبیرة صدقةً، وکل تحمیدة صدقةً، وامرٌ بالمعروف صدقةٌ، ونهی عن منکر صدقةٌ، وفی بُضع[۵۲] احدکم صدقةٌ، قالوا: یا رسول اللہ! أیاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجرٌ؟ قال: ارأیتم لو وضعها فی حرام کان علیه وزرٌ، فکذلك اذا وضعها فی الحلال کان له اجر۔ (رواه مسلم وابن ماجة)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ (غریب) صحابہ نے آپؐ سے عرض کیا کہ دولت مند لوگ تو نیکیوں کے تمام مواقع لے اڑے، ہم جس طرح نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور اپنے زائد مالوں میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں (جو ہم نہیں کرسکتے) آپؐ نے فرمایا: کیا خدا نے تمہیں وہ چیز نہیں دی ہے کہ تم بھی اس میں سے صدقہ خیرات کرسکو؟ ہر سبحان اللہ صدقہ ہے، ہر اللہ اکبر صدقہ ہے، ہر الحمد للہ صدقہ ہے، کسی سے نیکی کو کہنا صدقہ ہے، کسی کو برائی سے روکنا صدقہ ہے اور خود کو برائی سے محفوظ رکھنا یعنی حلال طریقے پر) اپنی نفسانی ضرورت کو پورا کرنا بھی صدقہ ہے۔ حاضرین نے پوچھا: اللہ کے رسول! ایک شخص اپنے

---

[۵۱] الدثور: بضم الدال جمع دَثْر بفتحها وهو المال الکثیر (الترغیب)

[۵۲] البضع بضم الموحدة هو الجماع وقیل هو الفرج نفسه۔ (الترغیب)

نفس کا تقاضہ پورا کرتا ہے اس میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا بتاؤ اگر وہ یہی تقاضہ حرام طریقہ پر پورا کرتا تو اس پر گناہ ہوتا (یا نہیں؟) بس اسی طرح جب اس کو حلال طریقہ پر پورا کرتا ہے تو اس پر اجر کا حقدار ہوتا ہے۔

(۱۴۸) وعن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: خُلِقَ كُلُّ انسانٍ من بنی آدم علی ستین وثلاثمائة مفصل، فمن كبّر اللہ، حمد اللہ، وهلل اللہ، وسبّح اللہ، واستغفر اللہ، وعزل حجراً عن طريق المسلمين، اوشوكة اوعظماً عن طريق المسلمين، او امر بمعروف، اونهى عن منكر عدد تلك الستين والثلاثمائة فانه يمسي يومئذ وقد زحزح نفسه عن النار۔

قال ابوتوبة: وربما قال: يمشي يعني بالشين المعجمة۔

(رواه مسلم والنسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان (کا جسم) تین سو ساٹھ جوڑوں سے بنا ہے، تو جس نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الہ الا اللہ کہا، سبحان اللہ کہا، استغفار کیا، اور جس نے مسلمانوں کے راستے سے پتھر کانٹا ہڈی (وغیرہ) ہٹادی یا کسی سے اچھی بات کو کہہ دیا، یا کسی کو کسی برائی سے روک دیا اور (یہ سب کام) اسی تین سو ساٹھ کی تعداد میں ہوگئے تو یہ شخص اس دن شام ہوتے ہوتے اپنی جان کو جہنم سے آزاد کرنے میں کامیاب ہوجائیگا۔

تشریح: جسم میں جتنے بھی جوڑ ہیں وہ سب ہمیں چلنے پھرنے مڑنے اور چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی جسمانی حرکت میں جس حد تک بھی مدد دیتے ہیں وہ ہمارے سامنے ہے، ذرا بھی جسم کا کوئی جوڑ حرکت کرنا بند کردے تو آدمی اپاہج ہو کے رہ جاتا ہے،

اس لحاظ سے جسم کے ہر جوڑ پر خدا تعالیٰ کا بہت بہت شکر واجب ہے، اور سب سے بڑا شکر یہی ہے کہ یہ جوڑ اس کے پسندیدہ اِن تمام کاموں میں اور ان کے علاوہ دیگر نیکیوں میں استعمال ہوں۔

(۸۴۲) وعن انس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ غصناً فنفضہ فلم ینتفض، ثم نفضہ فلم ینتفض، ثم نفضہ فانتفض، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر تنفض الخطایا کما تنفض الشجرۃ ورقھا۔

(رواہ احمد واللفظ لہ والترمذی [والبخاری فی الادب المفرد] ورجال احمد رجال الصحیح، وروی نحوہ الطبرانی عن ابی الدرداء وزاد: ولاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (درخت کی) شاخ پکڑی اور اس کو جھٹکا دیا اس کے پتے نہیں جھڑے دوبارہ جھٹکا دیا پھر بھی نہ جھڑے، تیسری بار کے جھٹکے میں پتے جھڑ گئے، آپ نے فرمایا: یقیناً سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ــ اور ایک دوسری روایت میں اس کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی ہے۔ یہ گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(۸۴۳) وعن عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم، وان اللہ یوتی المال من یحب ومن لا یحب، ولا یوتی الایمان الا من احب، فاذا احب اللہ عبداً اعطاہ الایمان، فمن ضن[۲] بالمال ان ینفقہ، وھاب العدو ان یجاھدہ، واللیل ان یکابدہ، فلیکثر من قول لا الٰہ

---

[۱] الجامع الصغیر مع الفیض القدیر ج ۲ ص ۴۵۲

[۲] ضن: بالضاد المعجمۃ: ای بخل (الترغیب)

الاالله، والله اکبر، والحمد لله، وسبحان الله۔

(رواه الطبرانی ورواته ثقات، ولیس فی اصلی رفعه) [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تمہارے درمیان رزق تقسیم کرتا ہے (جس کو جتنا چاہا دے دیا) اسی طرح تمہارے درمیان عادات واخلاق بھی اسی نے تقسیم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مال تو جس بندے کو پسند کرتا ہے اسے بھی دے دیتا ہے اور جسے پسند نہیں کرتا ہے اُسے بھی (لیکن ایمان کی دولت) صرف اسی بندے کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے ایمان کی دولت سے نواز دیتا ہے — تو جو بندہ مال خرچ کرنے میں بخیل ہو اور دشمن کے خلاف جہاد کرنے میں کم ہمت ہو اور رات کو (آرام قربان کرکے) عبادت کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکے تو وہ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ کہا کرے۔

تشریح: یعنی روزی اور ایمان دونوں ہی خدا کی دین ہیں لیکن ایمان زیادہ بڑی نعمت ہے، یہ کلمات صاحبِ ایمان ہی کہہ سکتا ہے اور خود یہ کلمات بھی ایمان میں اضافہ کرنے اور اس کو تازگی بخشنے کی تاثیر رکھتے ہیں۔

(۴۴۸) وعن ابی المنذر الجهنی رضی الله عنه قال: قلت: یا نبی الله علمنی افضل الکلام۔ قال: یا ابا المنذر قل: لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد یحیی ویمیت بیده الخیر وهو علی کل شیء قدیر، مائة مرة فی کل یوم، فانك یومئذ افضل الناس عملا الا من قال مثل ما قلت، واکثر من قول سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، ولا حول ولا قوة الا بالله، فانها سید

---

[1] فی ح: فی اصله۔ قال عبدالله طارق: وقد صرح الهیثمی بوقفه فقال رواه الطبرانی موقوفا (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۰)

الاستغفار، وانها ممحاة للخطايا، احسبه قال: موجبة للجنة۔

(رواه البزار من رواية جابر الجعفی[1] (وهو ضعيف[2]))

حضرت ابوالمنذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول مجھے سب سے بہتر بات سکھا دیجئے آپ نے فرمایا: روزانہ سو بار یہ کہہ لیا کرو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، ہر تعریف اسی کو زیب دیتی ہے وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے، ہر اچھائی اسی کے ہاتھ میں ہے، اسے ہر چیز پر قدرت ہے

جس دن تم یہ کہہ لو گے اس دن تمام انسانوں سے بہتر عمل والے تمہی ہو گے، سوائے اس کے کہ اس نے بھی تمہاری ہی طرح یہ کلمات کہے ہوں۔

اور تم کثرت سے یہ کلمات کہا کرو: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (یعنی اللہ پاک ہے ہر عیب سے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا نہ کسی میں برائی سے بچانے اور نقصان و تکلیف سے محفوظ رکھنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں نیکی کرانے، راحتیں اور کامیابیاں دلانے کی قوت ہے، اسی کے بچائے برائی سے بچا جاتا ہے اور اسی کی توفیق سے نیکیاں ہوتی ہیں[3]

[1] جابر الجعفی کذبہ سعید بن جبیر وابوحنیفہ۔ وایوب السختیانی وابن عیینۃ وزائدۃ ونسب الی الرفض، ووثقہ شعبۃ والثوری وکیع۔ (داش ق) [2] مجمع الزوائد ج۱۰ ص۸۸ [3] اس کا یہ مفہوم خود حدیث نبوی سے ثابت ہے (رواہ البزار من عبداللہ بن مسعود باسنادین احدھما متصل حسن۔ مجمع الزوائد ج۱۰ ص۹۹) الفاظ کی وسعت کے پیش نظر مفہوم کو کچھ وسعت دے دی گئی ہے۔

ہیں) یہ سید الاستغفار یعنی سب سے بڑا استغفار[1] ہے اور یہ گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اور یہ جنت کا حصہ بنانے والا ہے۔

(۸۴۵) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من قال: سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم[2] قال اللہ: اسلم عبدی واستسلم۔

(رواہ الحاکم وصححہ [واقرہ علیہ الذھبی[3]] وقال سمعہ الولید بن مسلم عن ابراھیم بن عثمان بن عبداللہ ورواہ الطبرانی فی الاوسط عنہ بزیادۃ فی خلال الحدیث وفیہ ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان وھو ضعیف[4]، وروی نحوہ احمد فی المسند مختصرًا[5])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ کہتا ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ میرا فرماں بردار ہوگیا اور (میری سزاؤں سے) محفوظ ہوگیا۔

ہر حال میں خدا کی تعریف کرو:

(۸۴۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اول من یدعٰی الی الجنۃ الذین یحمدون اللہ عزوجل فی السَّرَّاء والضَّرَّاء۔

(رواہ ابن ابی الدنیا والبزار [واسنادہ حسن[6]] والطبرانی فی الثلاثۃ[7] باسانید احدھا حسن[8] والحاکم و

---

[1] دیکھئے آئندہ حدیث نمبر ۸۵۵ کی تشریح۔ [2] العلی العظیم لیس فی المستدرک ولا فی تلخیصہ للذہبی وھو ثابت فی روایۃ الطبرانی فی الاوسط کما ذکرہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۹ [3] المستدرک مع تلخیصہ للذہبی ج ۱ ص ۵۱۲ [4] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۹ [5] المسند بشرح احمد محمد شاکر ج ۱۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۷۹۶۳ [6] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۵ [7] وقد اقتصر السیوطی فی الجامع الصغیر فعزاہ للطبرانی فی الکبیر دون ما عداہ۔ [8] وقال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ وفی احدھا قیس بن الربیع وثقہ شعبۃ والثوری وغیرھما وضعفہ یحیی القطان وغیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۵)

صحیح علی شرط مسلم [واقرہ علیہ الذہبی[51]، والبیہقی فی شعب الایمان وابونعیم فی الحلیۃ[52]]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت کے لئے جن لوگوں کو آواز لگے گی وہ لوگ ہونگے جو تنگی اور فراخی ہر حال میں خدا کا شکر اور اس کی تعریف کرتے ہوں گے۔

(۸۴۷) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اَلتَّأَنِّی من اللہ، وَالْعَجَلَۃُ من الشیطان، وما احد اکثر معاذیر[53] من اللہ، وما من شیء احبّ الی اللہ من الحمد۔

(رواہ ابویعلیٰ[54] ورجالہ رجال الصحیح)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بردباری اور وقار اللہ کی طرف سے ہے (اسی کی دین ہے) اور جلدبازی شیطان کی طرف سے ہے (اسی کے غلط اثرات سے آدمی جلدبازی کرتا ہے)

اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر معذرتیں قبول کرنے والا اور معافی دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنی حمد وثنا (تعریف) سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں۔

تشریح: تنگی اور خوشحالی ہر حال میں خدا کی تعریف دل سے بھی اور زبان سے بھی وہی شخص کرسکتا ہے جس کا ایمان کامل اور مضبوط ہو، جسے یہ یقین ہو کہ آرام اور تکلیف سہولت وتنگی سب خدا کی مرضی سے اور اس کے پہلے سے طے شدہ فیصلے کے

---

[51] المستدرک ج ۱ ص ۵۰۲ [52] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۹۲ [53] معاذیر: جمع معذار وھو العذر او جمع معذرۃ: (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۵۴۳) ای ما احد اکثر قبولا للعذر من اللہ تعالیٰ۔

[54] ورواہ البیہقی فی شعب الایمان عنہ الی قولہ: من الشیطان (الجامع الصغیر بشرحہ الفیض القدیر ج ۳ ص ۲۷۷)

مطابق ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اسی میں بہتری ہے۔

ایسا آدمی خدا کو تو بے حد پسند ہے ہی خود اس دنیا میں بھی ایسے لوگ بہت خوش رہتے ہیں اور آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے اور جدوجہد کرنے کے لئے اُن کے حوصلے بلند اور ارادے جوان رہتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف جو لوگ حالات کی ناسازگاری اور وقت کے تھپیڑوں سے پریشان اور تنگ دل ہو جاتے ہیں اُن کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور مُشکلات انھیں آکر دبوچ لیتی ہیں۔

بُردباری اور جلدبازی کی حقیقت

بُردباری اور وقار انسان کو اپنے مضبوط دل و ارادے کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں، جلدبازی اس کی ضد ہے، جلدبازی اس کو کہتے ہیں کہ کسی کام کو اس کے مناسب وقت سے پہلے کر لیا جائے اور اس کام میں جتنا وقت لگنا چاہیئے اس سے کم وقت میں اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے یہ چیز دل اور ارادے کی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، کمزور ارادے والا آدمی کام کا تقاضہ سامنے آتے ہی اسے کرنا شروع کر دیتا ہے، اس تقاضے کو مناسب وقت تک روکے رکھنے کی طاقت اس میں نہیں ہوتی، اسی طرح شروع کرنے کے بعد بھی اس کو اتنا صبر و قرار نہیں ہوتا کہ ایک گھنٹے کے کام کو ایک گھنٹہ دیدے بلکہ وہ آدھے گھنٹے میں مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہے نتیجہ یہ کہ کام خراب ہو جاتا ہے اور یہی شیطان کا داؤ ہے۔

پھُرتی اور چستی اس سے بالکل الگ چیز ہے، پھُرتی اور جلدبازی میں بہت فرق ہے جلدباز آدمی جیسا کہ عرض کیا گیا ایک کام کو مناسب وقت سے پہلے شروع کرتا ہے اور اس کے انجام پانے کے لئے بھی پورا وقت نہیں دیتا۔ اور پھُرتیلا اور چُست آدمی اپنے کام کے لئے مناسب وقت کا تو انتظار کرتا ہے لیکن وقت آنے کے بعد ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتا، اور کام کے انجام پانے میں وہ یہ نظر رکھتا ہے کہ یہ

کام اپنی عام رفتار سے ایک گھنٹے میں پورا ہوتا ہے اس کو اگر گھٹائیں تو کتنا وقت گھٹا سکتے ہیں؟ اس پر غور کر کے پھر وہ ضروری وقت خرچ کرتا ہے اور غیر ضروری تاخیر نہیں ہونے دیتا۔

بس پھرتی اور چستی تو پسندیدہ چیز ہے لیکن جلد بازی اور بے صبری ناپسندیدہ عادتیں ہیں۔ بردباری کے ساتھ چستی جمع ہو سکتی ہے جلد بازی جمع نہیں ہو سکتی۔

ہر کام کے شروع میں اللہ کی تعریف:

(۸۴۸) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: كل كلام لايبدأ فيه بالحمد لله فهو اجذم۔

(رواه ابوداؤد واللفظ له، وابن ماجة، [وابوعوانة والدارقطنی والبیہقی][1] والنسائی وابن حبان الا أنهما قالا: كل امر ذی بال لايبدأ فيه بحمد الله فهو اقطع[2])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کلام اللہ کی تعریف کے بغیر شروع کیا گیا ہو وہ ادھورا رہے گا۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ: جو بھی اہم کام اللہ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کیا جائے وہ ادھورا اور ناقص رہے گا۔

تشریح: یعنی یا تو وہ کام پورا ہی نہ ہو سکے گا یا اگر پورا ہو بھی گیا تو خیر و برکت اور انجام و نتیجہ کے لحاظ سے وہ ناقص و بے برکت رہے گا۔

واضح رہے کہ الحمد للہ ہی ضروری نہیں بلکہ کسی بھی طرح اللہ کا نام لے لینا

---

[1] قال الحافظ ابن حجر: اختلف فی وصله وارساله ورجح الدارقطنی ارساله (فیض القدیر جلد ۵ صـ۱۳)

[2] ورواه ابن ماجة والبیہقی وابوعوانة بہذا اللفظ ایضا ـــ (الجامع الصغیر بشرحہ الفیض القدیر للمناوی ج ۵ صـ۱۳)

کافی ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے خطوط جو آپ نے بادشاہوں کو لکھے تھے جمع کئے اور ان کو دیکھا تو کوئی بھی الحمد للہ سے شروع نہیں کیا گیا تھا۔ اس سے میں یہ سمجھا کہ اس ارشادِ نبوی کی تعلیم ہر کام میں اللہ کا نام لینا ہے خواہ وہ کسی بھی طرح لیا جائے۔[1]

تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر کے کچھ جامع کلمات

(۸۴۹) عن جویریة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج من عندها ثم رجع بعد ان اضحیٰ وهی جالسة، فقال: ما زلتِ علی الحالِ التی فارقتُكِ علیها؟ قالت: نعم، قال النبی صلی الله علیه وسلم: لقد قلتُ بعدكِ اربع كلماتٍ ثلاث مرات لو وُزِنَتْ بما قلتِ منذ الیوم لوزنتهنّ: سبحان الله وبحمده عدد خلقه، ورضیٰ نفسه، وزنة عرشه، ومداد كلماته۔

(رواه [احمد[2] و] مسلم والاربعة [وابن ابی شیبة وابو عوانة فی صحیحه وابو نعیم فی مستخرجه[3] وابن منده فی المعرفة[4]])

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (ایک روز صبح کو) میرے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فجر کی نماز کو) نکلے جب آپ خاصے دن چڑھے لوٹے تو میں (مصلے پر ہی) بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے پوچھا کہ تم اس وقت سے اسی حالت میں بیٹھی ہوئی ہو جیسے میں چھوڑ کر گیا تھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں، اگر انھیں تمہارے

---

[1] فیض القدیر ج ۵ ص [illegible] [2] مسند احمد ج ۶ ص [illegible] رقم [illegible]، وج ۶ ص [illegible] رقم [illegible]
[3] الحصن الحصین ص [illegible] والاصابہ ج ۸ ص [illegible]
[4] الاصابہ ج ۸ ص [illegible] قال الحافظ ابن حجر وسندہ صحیح۔

صبح سے اب تک کے پڑھے ہوئے سے تولا جائے تو یہ چار کلمات بھاری ہوں گے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔	میں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اس کی تمام مخلوق کی تعداد کے برابر، اور اس کی مرضی کے مطابق اور اس کے عرش کے وزن کے برابر، اور اس کے کلمات کی تعداد کے برابر۔

(۸۵۰) وعن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیها رضی الله عنه انه دخل مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی امرأة[1] وبین یدیها نوی او حصی تسبح به، فقال: اخبرك بما هو ایسر علیك من هذا۔ او افضل ۔ فقال: سبحان الله عدد ما خلق فی السماء، سبحان الله عدد ما خلق فی الارض، سبحان الله عدد ما بین ذلك، سبحان الله عدد ما هو خالق، والله اکبر مثل ذلك، والحمد لله مثل ذلك، ولا اله الا الله مثل ذلك، ولا حول ولا قوة الا بالله مثل ذلك۔

(رواه ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن غریب من حدیث سعد والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس پہنچے تو (دیکھا کہ) ان کے سامنے (کھجور کی) کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی ہیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں ایک اس سے آسان۔ یا یہ فرمایا کہ اس سے بہتر۔ چیز بتاتا ہوں

[1] ھی صفیة کما یظهر من روایة الترمذی والحاکم من صفیة بنحو هذا المعنی (راجع الترغیب)

پھر آپؐ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ،	خدا کی پاکی اتنی مقدار میں جتنی اُسنے آسمان میں مخلوق پیدا کی ہے، اور خدا کی پاکی اتنی تعداد میں جتنی اسکی زمینی مخلوق ہے، خدا کی پاکی اتنی تعداد میں جتنی مخلوقات ان کے درمیان ہیں، خدا کی پاکی اتنی تعداد میں جتنی چیزیں وہ آئندہ پیدا کرنے والا ہے، اور خدا کی بڑائی بھی اسی کے برابر اور اس کی تعریف بھی اسی کے برابر اور لا الٰہ الا اللہ (کا اقرار) بھی اسی مقدار میں اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ (کا اعتراف) بھی اسی مقدار میں۔

تشریح: یعنی اتنی زیادہ تعداد میں تسبیح پڑھنے سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ خدا کی عظمت و بڑائی کے جامع کلمات کے ساتھ اسے یاد کیا جائے۔ اس میں محنت کم اور اجر زیادہ۔

مروجہ تسبیح کی بنیاد | یہ گٹھلیوں یا چنوں کا رواج آج تک بھی پایا جاتا ہے اور تسبیح بھی اسی کی ایک ترقی یافتہ اور آسان شکل ہے جس کا رواج ایک عرصۂ دراز سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تسبیح پڑھنے کو منع نہیں فرمایا اسلئے اس کے جائز ہونے میں تو شبہ کی کیا گنجائش ہے، لیکن اوپر والی دونوں حدیثوں سے یہ بات ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت بہت لمبی تعداد میں اور گھنٹوں گھنٹوں ایک جگہ بیٹھ کر تسبیح و تحمید اور ذکر اللہ کرنے کے مقابلہ میں یہ زیادہ پسند تھا کہ کچھ جامع اور بلند کلمات کے ذریعہ مختصر وقت میں اللہ کو یاد کیا جائے

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا رات رات بھر عبادت کی ہے۔ صحابہ کرام میں بھی اس کی مثالیں بہت ہیں جن کے کچھ نمونے آپ اسی کتاب میں دیکھ چکے ہیں[۱]۔ لیکن دس دس اور بیس بیس ہزار دانوں کی تسبیح پڑھنا اور سالہا سال تک زندگی کے عام مشاغل سے الگ رہ کر عبادت و ذکر میں لگے رہنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام زندگی میں ملتا ہے اور نہ دَورِ صحابہ میں اس کا عمومی رواج رہا ہے۔

اِس لئے اگر کچھ لوگ اور زندگی کے کچھ خاص حالات یا زندگی کے ایک خاص دَور میں اپنے کو ہر چیز سے کاٹ کر یادِ الٰہی کے لئے وقف کر دیں تو کچھ حرج نہیں لیکن عام مسلمانوں کا اس چیز کو پسند کرنا اور مستقل طور پر اسی راہ پر چل پڑنا اسلام کے زوال کا پیش خیمہ ہے۔

اسی کتاب میں آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں[۲] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ایک پہاڑ کے دامن میں پانی کے چشموں سے گزرے۔ ایک صحابی نے اِس مقام کو یادِ الٰہی اور عبادت کے لئے بہت مناسب دیکھ کر سوچا کہ اگر دنیا کے سب دھندوں سے کنارہ کش ہو کر یہیں رہنے لگوں تو بہت اچھا ہو چنانچہ اس خیال کا ذکر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ آپؐ نے ان کو منع فرمایا اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے فروغ کے کاموں کو اہمیت دی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: لاتفعل، فان مقام احدکم فی سبیل اللہ افضل من صلاتہ فی بیتہ سبعین عاماً (یعنی ایسا نہ کرنا، تمہارا راہِ خدا میں تھوڑی دیر کھڑے رہنا اپنے گھر پر رہ کر ستر برس نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے)

شیطان جب کچھ لوگوں کو غلط راہ پر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوتا تو وہ کم از کم یہ کرتا ہے کہ زیادہ اہم کاموں اور بڑی نیکیوں سے روک کر کچھ کم اچھے کاموں اور

---

[۱] دیکھئے جلد ۳ ص ۳۰۔ [۲] دیکھئے جلد ۳ ص ۱۵۰

چھوٹی نیکیوں میں لگا دیتا ہے اور اس طرح وہ بہت سارے اہم کاموں اور بہت سے بڑے بڑے فائدوں سے محروم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ شیطان نے اپنے چیلوں کو انسانوں کے بہکانے کے لئے جو مشورے دیئے ہیں ان میں سے ایک خاص مشورہ شیطان کا یہ بھی ہے کہ ؎

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات (اقبال)

(۱۸۵) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثھم ان عبداً من عباد اللہ قال: "یارب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک ولعظیم سلطانک" فعضّلت[1] بالملکین فلم یدریا کیف یکتبانھا فصعدا الی السماء، فقالا: یاربنا ان عبدک قد قال مقالۃ لا ندری کیف نکتبھا قال اللہ۔ وھو اعلم بما قال عبدہ۔: ماذا قال عبدی؟ قالا: یارب انہ قد قال: یارب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک ولعظیم[2] سلطانک، فقال اللہ لھما: اکتباھا کما قال عبدی حتی یلقانی فاجزیہ بھا۔

(رواہ احمد وابن ماجہ، واسنادہ متصل ورواتہ ثقات الا انہ لا یحضرنی الآن فی صدقۃ[3] بن بشیر مولی العمریین[4] جرح ولا عدالۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک بندے نے کہا: یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَلِعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ (پروردگار ہر تعریف تیرے ہی لئے ہے، ایسی تعریف جو تیری ذات کے جاہ وجلال اور تیری عظیم الشان سلطنت و

---

[1] عضّلت: بتشدید الضاد المعجمۃ: ای اشتدت علیھما وغلظت واستغلق علیھما معناھا (الترغیب) واصل العضل المنع والشدۃ، تقول: اعضل بی الامر اذا ضاق علیک فیہ الحیل۔ (مجمع بحار الانوار ص۶۱۹ج۳) [2] فی ق: وعظیم۔
[3] صدقۃ بن بشیر ابو محمد المدنی مولی آل عمر قال ابن حجر مقبول من الثامنۃ (تقریب التہذیب ص۱۱۶ نولکشور لکھنؤ ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء)
[4] فی ق: "العمریین" بالتثنیۃ منضبوطا بالشکل وھو خطاء۔

بادشاہت کے شایانِ شان ہو) یہ کلمات (انسان کے ساتھ رہنے والے) دونوں فرشتوں پر بہت بھاری پڑے اور وہ یہ طے نہ کر سکے کہ انہیں کس طرح لکھیں (یعنی ان کو ان کلمات کا صحیح مرتبہ اور اس کی نیکی کی قدر قیمت طے کرنے میں بہت دشواری ہوئی[1]) چنانچہ وہ دونوں آسمان پر پہنچے اور (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) عرض کیا کہ پروردگار تیرے (ایک) بندے نے ایک بات (یعنی کچھ کلمات) ایسے کہے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا انہیں کس طرح لکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اس کے بندے نے کیا کہا ہے۔: کیا کہا ہے میرے بندے نے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار اس نے کہا: یارب لك الحمد كما ينبغي لجلال... وجهك ولعظيم سلطانك۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ جب تک مجھ سے ملے تم ان کلمات کو جوں کے توں لکھے رہو، میں خود اسے ان کا بدلہ دے دوں گا۔

تشریح: ان کلمات کا مقام جاننے کے لئے یہ واقعہ بہت کافی ہے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہمیشہ اسی قسم کے جامع اذکار اور جامع دعائیں پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۸۵۲) وعن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال: قال رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیکیاں لکھنے والے فرشتے ہر عمل کو جوں کا توں بطور روداد کے نہیں لکھتے بلکہ ان کے پاس ہر عمل اور ہر نیکی کو جانچنے کے لئے کوئی معیار اور کوئی میٹر ہوتا ہے اور اس سے اس عمل کی قدر و قیمت معلوم کر لیتے ہیں اور پھر اسی کو اپنے پاس لکھتے ہیں۔

اور جب کوئی عمل ایسا عظیم الشان ان کے سامنے آجاتا ہے کہ اس کے جانچنے کے لئے ان کے پیمانے ناکافی اور میٹر جواب دے جاتے ہیں تو پھر ان کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس دشواری کو حل کرنا پڑتا ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تم اسے جوں کا توں لکھ لو، ظاہر کرتا ہے کہ ان کا عام طریقہ جوں کا توں لکھنے کا نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "میں خود بدلہ دیدوں گا" اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عام نیکیوں کا درجۂ قبولیت یا ان کا اجر فرشتے خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے کسی اصول کی روشنی میں خود ہی طے کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسلم: الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صاحب الکلمۃ؟ فسکت الرجل ورأی انہ قد ھجم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شیٔ یکرھہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَن ھُو؟ فانہ لم یقل إلا صواباً، فقال الرجل: انا قُلتُھا یا رسول اللہ ارجو[1] بھا الخیر، فقال: والذی نفسی بیدہ لقد رأیت ثلاثۃ عشر ملکاً یبتدرون کلمتک أیُّھم یرفعھا الی اللہ تبارک وتعالیٰ

(رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی باسناد حسن واللفظ لہ والبیہقی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک بار) ایک شخص نے یہ کلمات کہے:

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔	تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں بہت بہت اور اچھی سے اچھی جس میں بڑھوتری ہی ہوتی رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ وہ شخص (غریب) خاموش ہوگیا اور یہ سمجھا کہ اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے، آپؐ نے (دوبارہ) فرمایا کہ (بتاؤ) وہ کون ہے؟ اس نے اچھی ہی بات کہی ہے (کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے، یہ سن کر) وہ صاحب (مطمئن ہوئے اور) بولے اللہ کے رسول یہ الفاظ میں نے کہے تھے اور یہ میں نے بھلائی کی اُمید پر ہی کہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے تیرہ فرشتے تمہارے کلمات کی طرف جھپٹتے ہوئے دیکھے ہیں (ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ) کون انھیں اللہ تعالیٰ کے پاس لے کر جائے۔

---

[1] فی ق: ارجا۔ وھو خطاء۔

حمد وثنا کے غیبی کلمات:

(۸۵۳) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال: قال ابی بن کعب: لأدخلنّ المسجد ولأصلّینّ ولأحمدنّ الله بمحامد لم یحمدہ بها احد، فلما صلی وجلس لیحمد الله ویثنی علیه فاذا هو بصوت عالٍ من خلفه[1] یقول: اللّٰهم لك الحمد کلّه، ولك الملك کلّه، وبیدك الخیر کلّه، والیك یرجع الامر کلّه، علانیته وسرّه، لك الحمد انك علی کل شیءٍ قدیر. اغفرلی ما مضی من ذنوبی، واعصمنی ما بقی من عمری، وارزقنی اعمالاً زاکیةً ترضی بها عنی، وتب علیّ فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقص علیه، فقال: ذاك جبرآئیل علیه السلام۔

(رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الذکر ولم یسم تابعیه)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابی بن کعب (صحابی) نے کہا کہ میں مسجد میں جاتا ہوں نماز پڑھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کروں گا کہ ایسی حمد وثنا کسی نے نہ کی ہوگی۔ جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور حمد وثنا کے لئے (تیار ہوکر) بیٹھے تو اچانک انھیں اپنے پیچھے بلند آواز میں یہ کلمات سُنائی دیئے (بولنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا):

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ، وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ، وَبِيَدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهٗ، وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ، عَلَانِيَتُهٗ وَ سِرُّهٗ. لَكَ الْحَمْدُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔	اے اللہ! تعریفیں سب کی سب تیرے ہی لئے ہیں، حکومت تمام تر تیری ہی ہے، ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، ہر معاملہ کیا ظاہر اور کیا پوشیدہ تیری ہی طرف لوٹتا ہے، تعریف کا حقدار تو ہی ہے، تو ہی ہر چیز پر قادر ہے، میرے گزشتہ گناہوں کو بخش دے اور میری باقی عمر میں میری حفاظت

[1] فی ق: من خلف

اِغْفِرْلِیْ مَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِیْ وَاعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَارْزُقْنِیْ اَعْمَالًا زَاکِیَۃً تَرْضٰی بِھَا عَنِّیْ، وَتُبْ عَلَیَّ۔	فرما، اور مجھے اچھے اعمال نصیب فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے، اور (اے پروردگار، تو میری طرف توجہ فرما۔

حضرت اُبی بن کعبؓ (یہ تمام کلمات سُن کر) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب ماجرا سُنایا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

تشریح: حضرت ابی بن کعبؓ جس پاکیزہ جذبے سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے چلے تھے وہ گویا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی حمد و ثنا کے لئے اپنی پسند کے کلمات جبریلِ امین کے ذریعہ ان تک پہنچا دیئے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کہنے کی فضیلت

یہ مضمون اوپر حدیث نمبر ۸۳۳ عن ابن مسعودؓ، حدیث نمبر ۸۴۲ عن عبداللہ بن عمروؓ، حدیث نمبر ۸۴۴ عن ابی المنذر الجہنیؓ، حدیث نمبر ۸۴۵ عن ابی ہریرہؓ اور حدیث نمبر ۸۵۰ عن عائشہ بن سعد میں بھی آچکا ہے۔

(۸۵۴) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ: قل: لاحول ولاقوۃ الا باللہ، فانھا کنز من کنوز الجنۃ۔

(رواہ الستۃ وروی نحوہ ابن ماجۃ وابن ابی الدنیا وابن حبان [والنسائی فی عمل الیوم واللیلۃ[۱]] عن ابی ذرؓ والترمذی[۲] عن ابی ہریرۃؓ وزاد: العلی العظیم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] من حاشیۃ ق۔ [۲] قال الترمذی ھذا اسناد لیس بمتصل مکحول لم یسمع عن ابی ہریرۃؓ (الترغیب)

نے مجھ سے فرمایا: کہو: لاحول ولاقوۃ اِلّاباللہ[1] - ایک روایت میں العَلِیّ العَظِیم بھی ہے۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

(۸۵۵) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال: من قال: لاحول ولاقوۃ الّاباللہ، کان دواءً من تسعۃ وتسعین داءً ایسرھا الھمّ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم وصحّحہ قال المنذری بل فی اسنادہ لبشر بن رافع ابوالاسباط النجرانی[2] الحارثی ضعیف وقد وثق وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح[3])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا: لاحول ولاقوۃ اِلّاباللہ تو یہ اس کے لئے ننیانوے ۹۹ بیماریوں کا علاج ہے جن میں سب سے ہلکی بیماری فکرمندی ہے۔

تشریح: انسان کی زندگی بھر کی تمام جدوجہد کا مقصد اور ساری تمناؤں اور آرزوؤں کا حاصل یہی ہے کہ وہ ہر بُری اور ناپسندیدہ بات سے محفوظ رہے اور ہر بھلائی عزت، وسربلندی، آرام وراحت اسے حاصل ہوجائے لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ کی تعلیم یہی ہے اور اسی یقین وایمان کو اس میں تازہ کیا گیا ہے کہ ہر بُرائی، نقصان اور تکلیف سے بچانا اور ہر قسم کی بھلائی اور کامیابی کا دینا صرف خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ یقین دل میں راسخ ہوجانا ہی جنت کا خزانہ اور تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

فصل دوم: خاص خاص اوقات ومواقع کے اذکار اور دعائیں

صبح وشام کے اذکار اور آیتیں

---

[1] اس کا ترجمہ اور پورا مفہوم حدیث ۸۳۳ بروایت ابی المنذر الجہنی کے ترجمہ میں آچکا ہے۔ ص ۶۹

[2] بالنون والجیم کما فی تقریب التہذیب وقد وقع فی رجال الترغیب من ح: البحرانی وھو تصحیف۔

[3] انتہی ملخصا من رجال المنذری ومجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۸ وزاد الہیثمی: الا ان النسخۃ من الطبرانی الاوسط سقط منہا عجلان والد محمد الذی بینہ وبین ابی ہریرۃ رض واللہ اعلم۔

(۸۵۶) عن معاذ بن عبد الله بن خُبیب عن ابیه رضی الله عنه انه قال : خرجنا فی لیلة مطر وظلمة شدیدة نطلب رسول الله صلی الله علیه وسلم لیصلی بنا فادرکناه فقال : قُل، فلم اقل شیئاً، ثم قال : قل، فلم اقل شیئاً، ثم قال : قل قلت : یارسول الله ! ما اقول ؟ قال : ھو الله احد والمعوذتین حین تصبح وحین تمسی ثلاث مرات تکفیك من کل شیء۔

(رواہ ابوداؤد واللفظ لہٗ والترمذی وقال : حسن صحیح غریب ورواہ النسائی مسنداً ومرسلا [ورجالہ ثقات[1]])

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بار بارش کی سخت اندھیری رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت کی نماز کے لئے دیکھنے نکلے (کہ آپ تشریف لائیں اور عشاء کی جماعت ہو) ہماری آپ سے ملاقات ہوگئی، آپؐ نے (ہم لوگوں کو دیکھ کر مجھ سے فرمایا:) کہو، میں چپ رہا، آپؐ نے (پھر) فرمایا: کہو، میں چپ رہا، آپؐ نے (پھر تیسری بار) فرمایا: کہو، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ! کیا کہوں ؟ آپؐ نے فرمایا: (قل) ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، تین تین بار صبح وشام (کہہ لیا کرو) یہ تمہارے لئے ہر چیز کی طرف سے کافی ہے۔

تشریح : یعنی کچھ بہت زیادہ سورتیں اور آیتیں نہ پڑھو تو یہ جامع اور افضل ترین سورتیں ہی کافی ہیں، اور کافی ہونے کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا ان شاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آفتوں بلاؤں اور شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے کافی ہے[2]۔

---

[1] انتقاء الترغیب ص۱۳۳۔

[2] فیض القدیر ج ۶ ص۱۹۷ و ص۱۹۸ فی شرح حدیث آخر وھو : من قرأ الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ کفتاہ۔

(۸۵۷) وعن ابن عباس رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم انه قال: من قال حین یصبح: فسبحان الله حین تمسون وحین تصبحون، وله الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظهرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی، ویحیی الارض بعد موتها وکذلک تخرجون۔ ادرک مافاته فی یومه ذلک، ومن قالهن حین یمسی ادرک مافاته فی لیلته۔

(رواہ ابوداؤد ولم یضعفہ [والطبرانی وابن السنی وابن مردویہ[۱]، وتکلم فیہ البخاری فی تاریخہ [وعند الطبرانی عن معاذ بن انس رفعہ قال: الا اخبرکم لم سمی الله خلیله ابراهیم "الذی وفّی" لانه کان یقول کلما اصبح وامسی فذکرہ[۲]])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت کہا:

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ (سورۂ روم آیت ۱۷ تا ۱۹)	پاکی ہے اللہ کے لئے شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمان و زمین میں اسی کی تعریف ہے اور دن ڈھلے اور ظہر کے وقت، وہ جاندار کو بے جان سے ظاہر کرتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے، اور زمین کو اس کے مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ بھی ظاہر کئے جاؤ گے۔

تو اس نے مکمل کر لیا اس کمی کو جو اس سے اس دن میں (نیکوں کے حاصل کرنے میں) رہ گئی، اور جس نے یہ (کلمات) شام کو کہے لئے اس نے پورا کر لیا

---

[۱] روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۹ [۲] قال الهیثمی وفیه ضعفاء وثقوا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۷)

اس کمی کو جو اس سے اس رات میں رہ گئی ۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بہت وفادار بندہ کیوں کہا ہے؟ پھر فرمایا کہ وہ روزانہ صبح و شام یہی کلمات کہا کرتے تھے۔

تشریح: یعنی جس نے صبح کو یہ آیتیں پڑھ لیں اُس نے دن بھر میں ہونے والی نیکیوں کی اتفاقی کمی کو پورا کر لیا اور جس نے شام کو یہ آیتیں پڑھ لیں اس نے آنے والی رات کی نیکیوں کی کمی پوری کر لی۔

(۸۵۸) وعن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: سید الاستغفار: اللّٰھم انت ربی لا الٰہ الا انت، خلقتنی وانا عبدك وانا علی عھدك ووعدك ما استطعت، اعوذبك من شر ما صنعت، ابوء[1] لك بنعمتك علیّ، وابوء بذنبی فاغفرلی إنه لا یغفر الذنوب الا انت من قالھا موقنا بھا حین یمسی فمات من لیلته دخل الجنة، ومن قالھا موقنا بھا حین[2] یصبح فمات من یومه دخل الجنة۔ (رواہ [احمد[3] و] البخاری والنسائی والترمذی[4] وعندہ: لا یقولھا احد حین یمسی فیاتی علیه قدر قبل ان یصبح الا وجبت له الجنة، ولا یقولھا حین یصبح فیاتی علیه قدر قبل ان یمسی الا وجبت له الجنة۔ ورواہ [احمد[5] و] ابوداؤد وابن حبان والحاکم [والبزار[6] عن بریدة])

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار (یعنی سب سے بڑا استغفار اور گناہوں سے توبہ) یہ ہے:

---

[1] بباء موحدة مضمومة وھمزة بعد الواو ممدود ا معناہ اقر واعترف (الترغیب)۔ [2] فی ح: حتی، وھو تصحیف۔
[3] الفتح الربانی ج ۱۴ ص ۲۶۱ [4] ورواہ عنه ایضا الطبرانی وغیرہ (فیض القدیر ج ۴ ص ۱۲۲) ورواہ ایضا ابوبکر بن ابی شیبة کما فی شرح الاحیاء ص ۵۸ [5] الفتح الربانی ج ۱۴ ص ۲۶۲ وقال: سندہ جید۔
[6] حصن حصین ص ۱۰۱

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔	اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد و پیمان پر جہاں تک بھی میرے بس میں ہے میں قائم ہوں، میں اپنے کرتوتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، تیری مجھ پر جو نعمتیں ہیں ان کو میں تسلیم کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کو بھی تسلیم کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، یقیناً تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) جس نے اس کو یقین کے ساتھ (سمجھ کر) کہہ لیا تو اگر شام کو کہا اور اسی رات میں وہ وفات پا گیا تو (سیدھا) جنت میں پہنچا، اور اگر اس نے صبح کے وقت (اسی طرح) یقین کے ساتھ (سمجھ کر) کہہ لیا اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو (سیدھا) جنت میں گیا۔ــــ اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ: جو بھی بندہ اسے شام کے وقت کہے گا اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ اس کے بارے میں صبح سے پہلے آ گیا تو اس کے لئے جنت لازم ہو گئی اور جس نے صبح کے وقت کہا اور خدا کا فیصلہ اس کے بارے میں شام سے پہلے آ گیا تو اس کیلئے جنت لازم ہو گئی۔[1]

تشریح: استغفار کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی کمزوری اور بندگی کا اعتراف کرے، اپنی کوتاہیوں اور اپنے جرائم کو تسلیم کرے اور اس کی بڑائی کا اقرار کر کے اس کے سامنے دل سے جھک جائے اور سچے دل سے معافی مانگ لے۔

---

[1] فیض القدیر ج ۴ ص ۱۳۰

ان مذکورہ الفاظ میں یہ تمام چیزیں پوری طرح موجود ہیں، "عہد" سے مراد بعض علماء کے نزدیک روزِ ازل کا عہد و پیمان اور "وعدہ" سے مراد اسلام کی تعلیمات کو ماننے اور ان پر چلنے کا وعدہ ہے اور اس میں بھی "مَا استطعتُ" کہہ کر اپنی کمزوری کا اقرار ہے کہ پروردگار تیرے حکموں کی پوری پوری پابندی تو میں کیا کر سکتا ہوں، ہاں جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں تیرے وعدے پر قائم رہوں گا۔ انہی تمام خوبیوں کی وجہ سے اس کا نام سید الاستغفار ہے۔

اوپر حدیث نمبر ۸۴۴ میں کچھ دوسرے کلمات کو بھی سید الاستغفار کہا گیا ہے۔ یہ بظاہر ان الفاظ کی اس تاثیر کی وجہ سے فرمایا گیا ہے جس سے گناہوں کے اثرات مٹ جاتے ہیں ورنہ اکثر محدثین نے سید الاستغفار اسی کو کہا ہے[۱] اور اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ تمام خصوصیات جو ایک جامع استغفار میں ہونی چاہئیں وہ دراصل اسی میں پائی جاتی ہیں۔

سید الاستغفار کا پورا فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان الفاظ کو کہتے وقت ان کے معنی کا دھیان ہو، نیت بالکل درست، توجہ کامل اور دعاء و استغفار کے آداب کی پوری رعایت ہو[۲]۔

(۸۵۹) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: يا رسول الله! ما لقيتُ من عقرب لدغتنی البارحةَ؟ قال: اما لو قُلْتَ حين اَمْسَيْتَ: اعوذ بكلمات الله التامّات من شرّ ما خلق، لَمْ تَضُرَّكَ۔

(رواه مالك [واحمد][۳] ومسلم والاربعة وحسنه الترمذی ولفظه: من قال حين يمسی ثلاث مَرَّاتٍ: اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق، لم تضره حُمَةٌ[۴] تلك

---

[۱] دیکھئے فیض القدیر ج۴ ص۱۲۰ والحصن الحصین ص۱۰۰ و فتح الباری ص۱۱۹ والفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج۱۴ ص۲۳۳ للساعاتی۔ واتحاف السادۃ المتقین بشرح الاحیاء ج۵ ص۶۳ پھر اس حدیث کی سند کا درجہ بھی گزشتہ حدیث کی سند سے بہت بلند ہے۔

[۲] خرح الاحیاء ج۵ ص۶۱ [۳] الفتح الربانی ج۱۴ ص۲۳۳ [۴] الحمۃ بضم الحاء المہملۃ وتخفیف المیم: ھو السم وقیل: لدغۃ کل ذی سم وقیل غیر ذلک (الکرم)

الليلة۔ قال سهيل: فكان أهلنا تعلموها فكانوا يقولونها كل ليلة فلدغت جارية منهم فلم تجد لها وجعا۔ (رواه [احمد[1] و] ابن حبان بنحو الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اللہ کے رسول مجھے کس قدر تکلیف پہنچی ہے ایک بچھو سے جب اس نے کل رات مجھے ڈس لیا تھا (میں اسے بیان نہیں کرسکتا) آپؐ نے ارشاد فرمایا: دیکھو اگر تم شام کے وقت یہ کلمات کہہ لیتے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔	میں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ اس کی تمام مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

تو تمہیں بچھو کبھی نقصان نہ پہنچا سکتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے شام کے وقت تین بار یہی کلمات کہہ لئے تو اس رات اس کو کسی قسم کا زہر نقصان نہ پہنچا سکیگا۔ سہیل راوی کہتے ہیں کہ ہمارے گھر والوں نے اس کو یاد کر رکھا تھا اور روزانہ رات کو پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک رات ایک بچی کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا تو اسے اس کی تکلیف بالکل محسوس نہیں ہوئی۔

تشریح: نقصان نہ پہنچا سکنے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو کوئی موذی جانور پاس ہی نہ پھٹکے گا یا اگر کسی چیز نے کاٹ بھی لیا تو اس سے کچھ تکلیف نہ پہنچے گی۔

(۸۶۰) وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال حين يصبح وحين يمسي: سبحان الله وبحمده مائة مرة، لم يأت احد يوم القيامة بأفضل مما جاء به الا احد قال مثل ما قال، او[2] زاد عليه۔

(رواه مسلم واللفظ له والترمذي والنسائي وابوداؤد وعنده: سبحان الله العظيم وبحمده۔

---

[1] الفتح الربانی ج۱۴ ص۲۳۳ [2] او بمعنی الواو مثل قولہ تعالیٰ: وارسلناه الى مائة الف او يزيدون (حاشیہ ق)

ورواہ ابن ابی الدنیا والحاکم وصحح علی شرط مسلم ولفظہ: من قال اذا اصبح مائة مرة واذا امسی مائة مرة: سبحان الله وبحمدہ غفرت ذنوبہ وان کانت اکثر من زبد البحر.)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح اور شام سو بار یہ کہا: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ تو قیامت کے دن کوئی بھی اس سے افضل عمل لیکر نہ آئے گا سوائے اس کے کہ کسی نے ایسا ہی کہا ہو یا اس سے زیادہ کہا ہو (یعنی سو بار سے زیادہ کہا ہو۔)

ایک روایت میں سبحان الله العظیم وبحمدہ آیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے صبح وشام سو سو بار سبحان الله وبحمدہ کہا اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے خواہ وہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔

(۱۸۶) وعنہ ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال: من قال: لا الٰہ الا الله وحدہٗ لاشریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، وھو علی کل شیء قدیر۔ فی یوم مائة مرة کانت لہ عدل عشر رقاب، وکتبت لہ مائة حسنة، ومحیت عنہ مائة سیئة، وکانت لہ حرزا من الشیطان یومہ ذلک حتی یمسی ولم یات احد بافضل مما جاء بہ الارجل عمل اکثر منہ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دن میں سو بار:

لا الٰہ الا الله وحدہ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا
لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ	کوئی شریک اور ساجھی نہیں، بادشاہت اسی
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ	کی ہے، تمام تعریفیں اسی کو زیبا ہیں، وہی ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ	چیز پر قادر ہے۔

کہا تو یہ اس کے لئے سو جانیں آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے سو گناہ معاف ہو جائیں گے، اور یہ اس کے لئے پورے دن شام تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا اور کوئی بھی اس سے بہتر عمل نہ کر سکے گا سوائے اس کے کہ کسی نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی بڑائی بیان کرنے کے لئے یہ بہت ہی جامع کلمات ہیں جس نے یہ کہہ لئے اس دن اس سے بہتر ذکر کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کسی نے یہ بھی کیا اور دیگر اذکار و تسبیحات بھی پڑھیں تو وہ یقیناً اس سے بڑھ جائیگا۔

(۸۶۲) وعن ابان بن عثمان قال: سمعت عثمان بن عفّان رضی الله عنه یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مَامِن عبد یقول فی صَباح کل یوم وَمَساءِ کلِ لیلةٍ: بسم الله[1] الذی لا یضر مع اسمه شیئٌ فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم، ثلاث مرات فیضره شیئٌ، وکان ابان قد اصابه طَرَفُ فالج فجعل الرجل ینظر الیه، فقال ابان: ما تنظر؟ اما اِن الحدیث کما حَدَّثتُكَ، ولکنّی لَمْ اَقُلْهُ یومَئِذٍ لِیُمْضِیَ الله قدرَہ۔

(رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجۃ والترمذی وقال حسن غریب صحیح وابن حبان والحاکم وصححہ)

حضرت ابان بن عثمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کوئی شخص روزانہ دن میں صبح کے وقت اور رات میں شام کے وقت تین بار یہ کہہ لے گا:

بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ	اللہ کے نام سے، جس کے نام کے ساتھ کوئی

[1] فی ق، ف: باسم اللہ۔

مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.	بھی چیز نہ زمین میں نقصان پہنچا سکتی ہے نہ آسمان میں، اور وہی خوب سننے جاننے والا ہے۔

اسے کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(اس حدیث کے راوی) ابان پر فالج کا معمولی سا اثر ہو گیا تھا (ان کی زبان سے جب یہ حدیث سُنی تو سننے والا) آدمی ان کو (غور سے) دیکھنے لگا (ابان اس کے دیکھنے کا مقصد سمجھ گئے) بولے: دیکھتے کیا ہو، حدیث تو اسی طرح ہے جس طرح میں نے تم سے بیان کی، البتہ (جس دن مجھ پر فالج کا اثر ہوا تھا) اس دن میں نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے (اور یہ بھول مجھ سے اس لئے ہوئی) تاکہ خدا کا فیصلہ پورا ہو جائے۔

تشریح: یعنی یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ کلمات کہہ لینے والا ہر دُکھ بیماری اور ہر قسم کی آفت و بَلا سے محفوظ ہو جاتا ہے البتہ خدا تعالیٰ کے بعض فیصلے اٹل ہوتے ہیں جن کے لئے کسی نہ کسی طرح حالات بن ہی جاتے ہیں چنانچہ حضرت ابان کا ہمیشہ کا معمول ان کلمات کے پڑھنے کا تھا مگر خدا کا فیصلہ پورا ہونا تھا چنانچہ جس دن فالج کا حملہ ہونے والا تھا اسی دن یہ پڑھنا بھول گئے۔

البتہ خدا تعالیٰ کے بہت سے فیصلے انسان کے اچھے بُرے اعمال کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اس قسم کے کلمات اور دُعائیں ایسے فیصلوں پر بہت اچھا اثر ڈالتی ہیں۔

(۸۶۳) وعن أمّ الدرداء عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہما قال: من قال اذا اصبح و اذا امسی: حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم سبع مرات کفاہ اللہ ما اھمّہ صادقا کان او کاذبا۔ (رواہ ابوداؤد ھکذا موقوفا ورفعہ ابن السنی وغیرہ)[۱]

---

[۱] قال المنذری: وقد یقال ان مثل ھذا لا یقال من قبل الرای والاجتہاد فسبیلہ سبیل المرفوع (الترغیب)

(الا انہ قال: کفاہ اللہ ما اھمہ من امر الدنیا والآخرۃ ولم یقل: صادقاً کان او کاذباً)[۱]

حضرت ام الدرداء بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سات بار یہ کہہ لیا:

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔	میرے لئے بس اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا، وہی عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔

تو اس شخص کے سامنے جتنے بھی معاملات ہیں اللہ اس بندے کی طرف سے ان سب کے لئے کافی ہے سچا ہو یا جھوٹا۔

تشریح: یعنی خدا تعالیٰ اس کے تمام معاملات کا ذمہ لے لیتا ہے چاہے اس بندے نے یہ الفاظ سچے دل اور پورے یقین سے کہے ہوں یا یوں ہی بے پروائی سے کہہ لئے ہوں۔

ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابو الدرداءؓ نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہہ کر نہیں بیان کی لیکن ابن السنی وغیرہ کی روایتوں میں حضرت ابو الدرداء نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فنِ حدیث کے مشہور قاعدے کی رُو سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی باتیں اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں کہی جاسکتیں اس لئے یہی سمجھا جائے گا کہ یہ ارشادِ نبوی ہی ہے (بالخصوص جبکہ کچھ محدثین کی روایت کے مطابق حضرت ابو الدرداءؓ نے اس کو ارشادِ نبوی ہی کہا ہے)

(۸۶۴) وعن ابی عیاش[۲] رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

---

[۱] عمل الیوم واللیلۃ ص۲۰ [۲] قال المنذری: ابو عیاش بالیاء المثناۃ تحت والشین المعجمۃ ویقال ابن ابی عیاش، ذکرہ الخطیب، ویقال ابن عیاش الزرقی الانصاری ذکرہ ابو احمد الحاکم۔
واسمہ زید بن الصامت وقیل زید بن النعمان وقیل غیر ذلک ولیس لہ فی الاصول الستۃ غیر ھذا الحدیث فیما اعلم، و حدیث آخر فی قصر الصلاۃ، رواہ ابو داؤد۔ (الترغیب) وحدیث قصر الصلاۃ ھذا رواہ الدولابی ایضا بسندہ (باقی آگے)

ع فی ق ف: ذکرہ ابو احمد بن عدی واسمہ الخ

من قال اذا اصبح: لا اله الا الله، وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير-كان له عدل[1] رقبة[2] من ولد اسماعيل، وكتب له عشر حسنات، وحط عشر سيئات، ورفع له عشر درجات[3]، وكان في حرز من الشيطان حتى يمسي، فان قالها اذا امسى كان له مثل ذلك حتى يصبح۔

قال حماد: فرأى رجل[4] رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائم فقال: يا رسول الله! ان ابا عياش يحدث عنك بكذا وكذا۔ فقال: صدق ابو عياش۔

(رواه (احمد[5]) ابوداود وهذا لفظ والنسائي وابن ماجة (وابن ابي شيبة[6] والدولابي في الكنى[7]) وابن السني وزاد: يحيي ويميت وهو حي لا يموت وهو على كل شيء قدير۔ واتفقوا كلهم على المنام)

(بقيه صفحۂ گزشتہ)

قال عبد الله طارق: جعل الحافظ ابن حجر اثنين فذكر اولاً: ابا عياش الزرقي الانصاري اسمه زيد بن الصامت و يقال ابن النعمان وقال: روى عن النبي صلى الله عليه وسلم في صلاة الخوف اخرجه ابوداود والنسائي بسند جيد من طريق شعبة عن منصور عن مجاهد عنه۔

ثم ذكر ابا عياش (غير منسوب) وقال قيل: ابن عياش وقيل: ابن ابي عياش، روى عن النبي صلى الله عليه وسلم: من قال اذا اصبح: لا اله الا الله الحديث. ثم قال: وقع في بعض طرقه: عن ابي عياش الزرقي فقيل هو الذي قبله وعلى ذلك جرى ابو احمد الحاكم قال ابن حجر: والذي يظهر انه غيره، ووقع في الكنى للدولابي: ابو عياش الزرقي روى عنه زيد بن اسلم حديث من قال اذا اصبح۔ (الاصابه ص۱۳۹ ج۴/ ۱۴۰)

قول المصنف في قصر الصلاة۔ ولفظ ابن حجر في الاصابة: في صلاة الخوف۔

قال عبد الله طارق: هما واحد فقد رواه ابوداود في تفريع ابواب صلاة السفر وتحت باب صلاة الخوف۔ (سنن ابي داود ص۱۷۳)

[1] العدل بالكسر وفتح لغة: هو المثل وقيل بالكسر ما عادل الشيء من جنسه وبالفتح ما عادل من غير جنسه۔ (الترغيب)

[2] في رواية ابن السني: وكن كعشر رقاب۔ وليس فيها: من ولد اسماعيل۔

[3] ليس في رواية ابن السني: ورفع له عشر درجات۔ [4] لفظ ابن السني: فكان رجلا اتهمه فقال: اكثر ابو عياش على نفسه فنام الرجل فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال: يا رسول الله ان ابا عياش اخبر عنك بكذا وكذا فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي ثم قال: صدق ابو عياش، صدق ابو عياش، صدق ابو عياش (عمل اليوم والليلة ص۱۸ لابن السني حيدرآباد الهند ۱۳۵۸ھ) [5] الفتح الرباني ج۱۴ ص۲۳۵ [6] الحصن ص۳۳ [7] كتاب الكنى للدولابي ج۱ ص۴۶

حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کو یہ کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[۵۱] ——— تو یہ اس کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک جان (آزاد کرنے) کے برابر ہوگا اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے دس گناہ کم کردیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کردیئے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہیگا اور اگر اس نے یہ کلمات شام کو کہے تو صبح تک یہی ہوگا۔

(حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ ایک شخص (کو ابوعیاش کی بات پر شبہ ہوا اور اس نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے بڑھا چڑھا کر کہہ رہے ہیں، رات کو جب وہ شخص سویا تو اُس[۵۲]) نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ نے پوچھا کہ ابوعیاش آپ کے حوالے سے ایسا بیان کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ابوعیاش نے سچ کہا۔

(ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے تین بار فرمایا کہ ابوعیاش نے سچ کہا، ابوعیاش نے سچ کہا، ابوعیاش نے سچ کہا۔)

(۸۶۵) وعن المُنَيْذِرِ[۵۳] رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یکون بافریقیۃ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من قال اذا اصبح: رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا، وبمحمدٍ نبیًا، فانا الزعیم لَاٰخُذَنَّ بِیَدِهٖ حَتّٰی اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔

---

[۵۱] اس کا ترجمہ حدیث نمبر ۸۴۴ میں آچکا ہے۔ [۵۲] توسین کا مضمون ابن السنی کی روایت میں موجود ہے۔
[۵۳] مصغّر الاسلمی ویقال الشامی وقیل ھو بوزن المنتشر۔ (الاصابۃ ج ۶ ص ۱۳۲) وبہامش ق نسخہ منذر، و ھو تصحیف۔

(رواہ الطبرانی باسناد حسن[1] [وابن مندۃ[2]])

حضرت مُنَیْذِر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور افریقہ میں رہا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جس نے صبح کو یہ کہا:

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا ، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔

میں راضی ہوں اللہ کے پروردگار ہونے پر اور اسلام کے دین و مذہب ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر۔

تو میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ ضرور اس کا ہاتھ پکڑوں گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

(۸۶۶) وعن عبد اللہ بن غَنَّام البَیَاضی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قال حین یُصْبِحُ: اَللّٰھُمَّ مااصبح بی من نعمۃٍ، او باحدٍ من خلقك فمنك وحدك لاشریك لك فلك الحمد ولك الشکر، فقد ادی شکر یومہ ومن قال مثل ذلك حین یُمْسِی فقد اَدّٰی شکر لیلتہ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی[3] واللفظ لہ ورواہ ابن حبان[4] عن ابن عباس[5] بلفظہ[6] دون ذکر المساء قال المصنف ولعلہ سقط من اصلی[7] [ورواہ ابن السنی عن ابن عباس بتغیر یسیر بذکر المساء[8]])

---

[1] وکذا حسنہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۶ وتعقبہ الحافظ ابن حجر بھامشہ فقال: فیہ رشدین وھو ضعیف۔
[2] الاصابۃ جلد ۶ ص ۱۴۲ [3] فی عمل الیوم واللیلۃ، کما فی تحفۃ الاشراف ص ۲۶۹ و ص ۳۰۲ [4] موارد الظمآن ص ۵۸۶
[5] عبد اللہ بن غنام الانصاری البیاضی، قال البغوی لہ حدیث فی سنن ابی داؤد والنسائی فی القول فی الصباح، وقد صحفہ بعضھم فقال ابن عباس، واخرج النسائی الاختلاف فیہ وجزم ابونعیم بان من قال فیہ ابن عباس فقد صحف۔ (الاصابۃ ج ۴ ص ۱۱۱ رقم الترجمۃ ۴۸۷۳) قال الحافظ المزی فی تحفۃ الاشراف: فی حدیث یونس بن عبد الاعلی عن ابن وھب عند النسائی فی الیوم واللیلۃ عبد اللہ بن عباس وھو خطاء قال الحافظ ابن حجر فی تعلیقہ علیہ: وفی جزمہ بالحکم علی قول یونس عن ابن وھب ذلك بالخطاء نظر۔ [6] فی ح: بلفظ [7] بل لیس فی موارد الظمآن ایضا فھو ساقط من روایۃ ابن حبان ولیس السقط من اصل المصنف، والقول فی اول الترکر: مااصبح یرجح کونہ للصباح دون المساء۔ واللہ اعلم۔ [8] عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی ص ۲۱

حضرت عبداللہ بن غنّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کے وقت یہ کہا:

اے اللہ! (تیری) جو بھی کوئی نعمت صبح تک میرے پاس رہی یا تیری مخلوق میں سے کسی کے پاس بھی رہی تو وہ تنہا تیری ہی طرف سے ہے۔ (اس میں) کوئی تیرا شریک نہیں۔ بس تیری ہی تعریف ہے اور تیرا ہی شکر ہے	اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

تو اس نے اس دن کا شکر یقیناً ادا کر دیا اور جس نے شام کو یہ کلمات کہہ لئے اس نے رات کا شکر ادا کر دیا۔

(۸۶۷) وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدع ھٰؤلاء الکلمات حین یمسی وحین یصبح: اللّٰھم انی اسالک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ، اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واھلی و مالی، اللھم استر عوراتی، وآمِنْ رَوْعاتی، اللھمَّ احْفَظْنِی من بین یدیَّ ومن خلفی، وعن یمینی، وعن شمالی، ومن فوقی واعوذ بعظمتِکَ ان اُغْتَالَ من تحتی۔

قال وکیع ــ وھو ابن الجراح ــ: یعنی الخسف۔ (رواہ [احمد[1] و] ابو داؤد واللفظ لہٗ والنسائی وابن ماجۃ [وابن حبان[2]] والحاکم وصححہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام یہ کلمات کبھی نہ چھوڑتے تھے:

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں دُنیا اور آخرت میں مغفرت و عافیت کا، اے اللہ! میں	اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا

[1] الفتح الربانی ج ۱۴ ص ۲۳۹ [2] موارد الظمآن ص ۵۸۵ رقم الحدیث ۲۳۵۶

وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ،	تجھ سے مغفرت وعافیت مانگتا ہوں اپنے دین میں بھی اور اپنی دنیا میں بھی اور اپنے اہل وعیال اور مال ودولت میں بھی۔
اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ، وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ۔	اے اللہ! میرے پوشیدہ حالات پر پردہ ڈال دے اور میرے خوف اور گھبراہٹ کو امن سے بدل دے، اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے، اور میں تیری عظمت وکبریائی کی پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے تباہ ہو جاؤں۔

حدیث کے راوی وکیع بن الجراح کہتے ہیں کہ (اس آخری لفظ سے) مراد زمین میں دھنسنا ہے۔

تشریح: خدا تعالیٰ اگر کسی کو تباہ وبرباد کرنا چاہے تو ہزار طریقوں سے تباہ کر سکتا ہے اور جس شکل میں اور جس طرف سے چاہے اس کے لئے تباہی کے حالات پیدا کر سکتا ہے اس لئے ہر ہر طرف سے امن وسلامتی کی دعا مانگی گئی ہے۔

(۸۶۸) وعن عبد اللہ[1] بن بسر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من استفتح اول نہارہ بخیر، وختمہ بخیر قال اللہ عزوجل لملائکتہ: لا تکتبوا علیہ ما بین ذلک من الذنوب. (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن ان شاء اللہ[2])

---

[1] المازنی ابو بسر الحمصی لہ ولابویہ واخویہ عطیۃ والصماء صحبۃ۔ (الاصابۃ ج۲ ص۲۸۰) [2] وقال الہیثمی فی موضع: رواہ الطبرانی وفیہ الجراح بن یحیی المؤذن ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۱۲) وقال فی موضع آخر: رواہ الطبرانی من طریق الحجاج بن یحیی المؤذن عن عمر بن عمرو بن عبد الاحموسی والجراح بن یحیی لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات ولم یرو عن عمر بن عمرو الا الجراح بن ملیح البہرانی الشامی فان کان ھو ایاہ فھو ثقۃ۔ (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۱۹، ص۱۳۰) قال عبد اللہ طارق: قولہ: الحجاج بن یحیی لعلہ تصحیف والصواب الجراح بن یحیی۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے دن کی شروعات بھلائی (نیکی) سے کی اور اس کا خاتمہ بھی بھلائی سے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ (اعمال نامہ لکھنے والے) اپنے فرشتوں سے فرما دیتا ہے کہ ان دونوں (اچھے عملوں) کے درمیان اس سے جو گناہ ہو گئے ہوں انہیں نہ لکھو۔

تشریح: جو شخص صبح آنکھ کھلتے ہی نیکی کی طرف چلتا ہو اور رات میں اس کا آخری عمل بھی نیکی ہو تو اُس سے دن بھر کسی بڑی بدعملی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ رہے درمیان کے چھوٹے چھوٹے گناہ تو وہ لکھے نہیں جاتے۔ اللہ اکبر خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے کاش ہم ان عنایات اور مہربانیوں کی قدر کریں۔

ایک مومن کے لئے تو صبح اُٹھ کر سب سے پہلا کام فجر کی نماز ہوتی ہے صبح اُٹھتے ہی اسی کی تیاری میں لگتا ہے اور رات کو عشاء کی نماز سے پہلے وہ سو نہیں سکتا، البتہ اگر عشاء کے فوراً بعد نہ سوتا ہو تو پھر سوتے وقت قرآن مجید کی کچھ آیات اور دُعاؤں وغیرہ کا خصوصیت سے اہتمام کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ جب صبح شام کے اعمالنامے لے کر فرشتے بارگاہِ الٰہی میں پہنچتے ہیں اور خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اس کے شروع میں بھی کوئی نیکی ہے اور آخر میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتو گواہ رہو کہ اس دفتر کے دونوں سروں کے درمیان جو کچھ بھی برائیاں ہیں میں نے وہ سب بخش دیں[1]۔

(۸۶۹) وعن انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لفاطمة رضى الله عنها: مايمنعكِ ان تسمعى ما اوصيكِ به ان تقولى اذا اصبحتِ

---

[1] رواه ترمذی والبیہقی من روایۃ تمام بن نجیح عن الحسن عنہ۔ (الترغیب صفحہ ۲۴۹)

واذا امسیت: یاحی یا قیوم برحمتك استغیث، اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین۔ (رواه[1] النسائی [فی الیوم واللیلة[2]] والبزار باسناد صحیح والحاکم وصححه علی شرطهما، [وابن عدی فی الکامل والبیهقی فی السنن وابن ابی الدنیا فی کتاب الدعاء عنه[3]])

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہیں میری نصیحت سننے میں کیا رکاوٹ ہے اور وہ (نصیحت) یہ ہے کہ تم صبح کو اور شام کو یہ کہا کرو:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ أَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ ٥	اے وہ ذات جو ہمیشہ زندہ اور (سارے عالم کو) سنبھالنے والی ہے میں تیری ہی رحمت سے فریاد کرتا ہوں میرے تمام ہی حالات کو درست فرمادے اور مجھے ایک پلک جھپکنے تک کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔

(۸۷۰) وعن الحسن[4] قال: قال سمرة بن جندب: الا احدثك حدیثا سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مرارا، ومن ابی بکر مرارا، ومن عمر مرارا؟ قلت: بلی۔ قال: من قال اذا اصبح واذا امسی: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ، وَاَنْتَ تَهْدِيْنِيْ، وَاَنْتَ تُطْعِمُنِيْ وَاَنْتَ تَسْقِيْنِيْ، وانت تُمِيْتُنِيْ، وانت تُحْيِيْنِيْ، لم یسال اللہ شیئا الا اعطاه ایاه۔ قال: فلقیت عبد اللہ بن سلام[5] فقلت: الا احدثك حدیثا سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مرارا، ومن ابی بکر مرارا، ومن عمر مرارا؟ قال: بلی۔ فحدثته بهذا الحدیث فقال: بابی وامی رسول[6] اللہ صلی اللہ علیه وسلم هؤلاء الکلمات کان اللہ عزوجل قد اعطاهن موسیٰ علیه السلام، فکان یدعو بهن فی کل

---

[1] فی ق: رواه الطبرانی والبزار وهو سبق قلم من الناسخ۔ [2] قال المزی فی تحفة الاشراف ج ۱ ص ۲۸۵ والعراقی فی تخریج الاحیاء (الاتحاف ج ۵ ص ۹۰)۔ [3] الاتحاف ایضا [4] فی ح: رضی اللہ عنه۔ [5] فی ح: سلیم وهو تصحیف وقد جاء علی الصواب فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ ایضا [6] فی ح قال رسول اللہ وهو خطاء۔

یوم سبع مرات، فلا یسأل اللہ شیئاً الا اعطاہ ایاہ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)[۵]

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سُنی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کئی بار سُنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کئی بار سُنی؟ میں نے کہا کیوں نہیں (ضرور سُنائیے) تو انھوں نے بیان کیا کہ جس نے صبح اور شام یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ، وَاَنْتَ تَھْدِیْنِیْ، وَاَنْتَ تُطْعِمُنِیْ، وَاَنْتَ تَسْقِیْنِیْ، وَاَنْتَ تُمِیْتُنِیْ، وَاَنْتَ تُحْیِیْنِیْ۔	اے اللہ! تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور تو ہی مجھے ہدایت دینے والا ہے، اور تو ہی مجھے کھلاتا ہے، اور تو ہی پلاتا ہے، تو ہی مارتا ہے اور تو ہی جلاتا ہے۔

تو وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کرے گا وہ اسے عطا فرمادے گا۔

(حضرت سمرہؓ) فرماتے ہیں کہ پھر میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی میں نے ان سے (بھی) کہا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سُنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بار بار سُنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بار بار سُنی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں (ضرور سُنائیے) تو میں نے یہ حدیث اُن کو بھی سُنائی، اُنھوں نے فرمایا: میرے ماں باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان،... یہ کلمات تو (دراصل) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے اور وہ ان کے ذریعہ روزانہ سات بار دُعا کیا کرتے تھے، اور جو بھی چیز وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمادیتا تھا۔

---

[۵] و به قال الهيثمي في الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۸

تشریح: حضرت سمرہؓ نے جب یہ حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بیان کی جو آسمانی کتابوں کے بڑے عالم تھے تو انھوں نے اس کی تائید کی اور مزید ایک اگلی بات بھی بتائی۔ اس واقعہ سے اس دعا کا مؤثر اور مقبول ہونا اور اس کے ذریعہ دعاؤں کا قبول ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

صبح و شام درود شریف:

(۸۷۱) عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علی حین یصبح عشرا و حین یمسی عشرا ادرکتہ شفاعتی یوم القیامۃ۔

(رواہ الطبرانی باسنادین احدھما جید[1])

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا دس بار صبح کو اور دس بار شام کو، اسے قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہو گئی۔[2]

رات اور دن کی دُعائیں اور آیتیں:

تیسری جلد میں حدیث نمبر ۴۷ سے آخر جلد تک[3] مختلف سورتوں اور آیتوں کی فضیلت آچکی ہے جس میں رات اور دن میں کچھ مخصوص سورتوں اور آیتوں کے پڑھنے کی فضیلت کا بیان بھی ہے۔ اب مزید چند حدیثیں ایسی لکھی جاتی ہیں جن میں خصوصیت سے رات میں یا دن میں کچھ آیتیں یا سورتیں یا کچھ دعائیں پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔

(۸۷۲) عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من

---

[1] لفظ الهیثمی: احدهما جید و رجاله وثقوا (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۲۰) [2] حدیث نمبر ۸۵۶ سے یہاں نمبر ۸۷۱ تک یہ پندرہ حدیثیں اصل کتاب کی جلد اوّل کی ہیں جو جلد اوّل کے انتخاب کے وقت چھوڑ دی گئی تھیں اب مضمون کی ترتیب کے پیش نظر یہاں مناسب مقام پر لے لی گئیں۔ [3] جلد ۳ ص۳۴۳ تا ص۳۷۴۔

قرأ بالآيتين من آخر سورة البقرة في ليلة كفتاه[۱]۔ (رواه الستة وابن خزيمة)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیں تو یہ اس کے لئے کافی ہیں۔

تشریح: یعنی زیادہ نہیں تو کم از کم اگر یہی دو آیتیں آمن الرسول سے آخر تک پڑھ لی جائیں تو بھی کافی ہیں۔

ان دو آیتوں کی فضیلت حدیث نمبر ۷۷۲ و ۷۷۳ میں بھی آچکی ہے[۲]۔

(۸۷۳) وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: من قرأ تبارك الذي بيده[۳] الملك كل ليلة منعه الله عز وجل بها من عذاب القبر، وكنا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نسميها المانعة، وانها في كتاب[۴] الله عز وجل سورة من قرأ بها في ليلة فقد اكثر واطاب۔ (رواه النسائي واللفظ له والحاكم وصححه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے روزانہ رات کو (سورۂ) تبارك الذي بيده الملك پڑھی اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، اور ہم لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مانعہ (بچانے والی) کہا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی (ایک) کتاب (یعنی تورات[۵]) میں اس کے بارے میں ہے کہ جس نے رات میں اس کو پڑھ لیا اس نے بہت کچھ کر لیا اور بہت اچھا کیا۔

تشریح: اِس سورت کی فضیلت فضائلِ قرآن مجید کے باب دوم حدیث نمبر ۷۸۱

---

[۱] اورد المنذري في معناه اقرأها في آخرها: قال ابن خزيمة في صحيحه: باب ذكر اقل ما يجزي من القرأة في قيام الليل ثم ذكره. قال المنذري: وهذا الظاهر والله اعلم۔ [۲] دیکھئے جلد ۲ ص ۳۵۴ تا ص ۳۵۷ [۳] لفظ رواية الحاكم: في التوراة (الترغيب ج ۲ ص ۳۷۸) [۴] مستدرک حاکم کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے۔

اور نمبر ۸۲، میں بھی آچکی ہے[1]، اس روایت کے مستدرک حاکم کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ قبر میں جب (حساب کتاب والے فرشتے) اس کے پیروں کی طرف آتے ہیں تو یہ سورت پیروں کی طرف پہنچ کر حفاظت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ بندہ سورۂ ملک پڑھتا تھا تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اسی طرح پھر وہ سینے کی طرف آتے ہیں تو یہ سورت سینے کی طرف پہنچ کر حفاظت کرتی ہے۔ پھر وہ سر کی طرف جاتے ہیں تو یہ سورت سر کی طرف سے بھی حفاظت کرتی ہے۔

(۸۷/۴) وعن علی رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نزل علیہ جبریل علیہ السلام فقال: یا محمد إن سَرَّكَ ان تعبد اللہ لیلۃ حق عبادتہ فَقُل: اللھم لك الحمد حمداً خالداً مع خلودك، ولك الحمد حمداً دائماً لامنتھیٰ لہ دون مَشِیْئَتِكَ[2]، وعند کل طرفۃ عین، او تنفُّسِ نَفَسٍ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابوالشیخ ابن حیان[3] وفی اسنادھما علی بن الصلت العامری لایحضرنی حالہ[4]، وروی نحوہ البیہقی وقال: ولم اکتبہ الا ھکذا وفیہ انقطاع بین علی ومن دونہ[5])

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: محمد! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو جیسا اس کا حق ہے تو یہ کہو:

اے اللہ ہر تعریف تیرے ہی لئے ہے ایسی تعریف	اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا

---

[1] دیکھئے جلد ۳ ص۲۶۳ و ص۲۶۵۔ [2] فی ق: مَشِیَّتِكَ معربا بالشکل بتشدید الیاء وحذف الھمزۃ۔

[3] فی ق: حبان بالموحدۃ وناسخ وضع النقطتین اولا ثم حك احداھما وھو وھم، راجع لمقدمۃ انتخاب الترغیب ص۲۲۲۔ [4] علی بن الصلت ھذا روی عن ابی ایوب وعنہ ابن المسیب بن رافع، قال ابن خزیمۃ لا اعرفہ ولا ادری ھل لقی ابا ایوب ام لا، واما ابن حبان فقد ذکرہ فی الثقات۔ (من ہامش ق ملخصا وذکرہ ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل مختصرا ج ۳ ق ۱ ص۱۹۱) قال عبداللہ طارق: قولہ: ابن المسیب صوابہ المسیب۔

[5] الترغیب ج ۲ ص۱۳۳ و ص۴۳۹۔

خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِكَ، وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا لَا مُنْتَهٰى لَهٗ دُوْنَ مَشِيْئَتِكَ، وَعِنْدَ كُلِّ طَرْفَةِ عَيْنٍ اَوْ تَنَفُّسِ نَفْسٍ۔	جو تیری ہمیشگی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ قائم رہے، اور ہر تعریف تیرے ہی لئے ہے ایسی تعریف جو ہمیشہ رہے جس کی کوئی حد تیری مرضی سے پہلے کہیں نہ ہو۔ (یعنی اتنی مقدار میں جتنی کہ تو چاہے) اور ہر پلک جھپکنے کے ساتھ یا ہر ہر سانس کے ساتھ (مطلب یہ کہ لاتعداد و بے شمار تعریف)۔

نوٹ: رات اور دن کے معمولات و اذکار میں سے اگر کسی دن کا معمول فوت ہو جائے اور اسے دوسرے قریبی وقت میں پورا کرلیا جائے تو وہ اپنے اجر و ثواب اور روحانی تاثیر کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسے اپنے اصل وقت پر ادا ہوا ہو۔ اوپر دوسری جلد میں حدیث نمبر ۲۹۲ میں یہ مضمون آچکا ہے[1]۔

فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور دعائیں:

(۸۷۵) عن ابی ذر[2] رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قال فی دبر صلاۃ الفجر وھو ثان رجلیہ قبل ان یتکلم: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، یحیی ویمیت، وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ عشر مرات کَتَبَ اللہ لہ عشر حسنات، ومُحِیَ عنہ عشر سیئات، وَرُفِعَ لہ عشر درجات، وکان یومہ ذلک کُلَّہٗ فِی حِرْزٍ من کل مکروہ، وحُرِسَ من الشیطان ولم ینبغ لذنب ان یدرکہ فی ذلک الیوم الا الشرک باللہ تعالیٰ[3]۔

---

[1] دیکھئے جلد ۲ ص۹۹ [2] رواہ الترمذی من طریق زید بن ابی انیسۃ عن شہر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عنہ ورواہ النسائی من طریق زید بن ابی انیسۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین عن شہر بہ،

قال المزی وھذا اولیٰ بالصواب من حدیث الترمذی۔ (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۹ ص۱۴۵)

[3] ھذا الحدیث والذی بعدہ ذکرھما المصنف فی المجلد الاول فی الترغیب فی اذکار یقرؤھا بعد الصبح والعصر والمغرب (ص۳۰۳/۱)۔

(رواہ الترمذی واللفظ لہ وقال حسن غریب صحیح والنسائی وزاد فیہ: بیدہ الخیر ـــــ و رواہ النسائی ایضاً عن معاذ وزاد فیہ: من قالھن حین ینصرف من صلاۃ العصر اعطی مثل ذلک فی لیلتہ ورواہ الطبرانی وابن ابی الدنیا عنہ باسناد حسن بھذہ الزیادۃ وفیہ من صلاۃ المغرب ورواہ احمد عن عبدالرحمٰن[1] بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیہ: عن ابی ذر[2])

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز کے (فوراً) بعد پاؤں موڑے موڑے کچھ بات چیت کرنے سے پہلے دس بار یہ کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ[3] وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کر دئے جائیں گے اور وہ اس روز تمام دن ہر قسم کی آفت اور برائی سے محفوظ رہے گا، اور شیطان سے بھی اس کی حفاظت کی جائے گی، اور اس روز اسے کوئی گناہ نہیں چھو سکتا سوائے اللہ کے ساتھ شرک کے۔

اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ جس نے یہی کلمات عصر کے بعد کہہ لئے اس کے لئے رات میں یہی اجر و انعام ہوگا[4]۔ اور ایک روایت میں عصر کے بجائے مغرب کی نماز ہے۔

تشریح کسی گناہ کے نہ چھو سکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اگر خدانخواستہ کوئی گناہ ہوگیا تو ان کلمات کی برکت سے وہ اس بندے کی پکڑ کا

---

[1] عبدالرحمٰن بن غنم مختلف فی صحبتہ وقد روی ھذا الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ (الترغیب) وقد وقع فی الکتب النظراف ج ۹ ص۱۷۵: عبداللہ بن غنم وھو تصحیف۔ [2] وقد رویت فضائلہ لکثیر من الاحادیث ذکرھا المصنف۔

[3] جس کا ترجمہ حدیث نمبر ۴۴ میں آچکا ہے۔

[4] یہ الفاظ اس کے بعد والی حدیث جلد اول ص۴۳۳ سے ماخوذ ہیں۔ الترغیب فی اذکار یقولہا بعد الصبح الخ۔

سبب نہ بن سکے گا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، علاوہ شرک کے۔ تاہم بندے کو ہمیشہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

اِن کلمات کی فضیلت متعدد صحابۂ کرامؓ سے بہت سے محدثین نے بیان کی ہے۔

(۸۷۶) وعن الحارث بن مسلم التمیمی[1] قال: قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم: اللھم اجرنی من النار[2] سبع مرات، فانک ان مت من یومک کتب اللہ لک جوارا من النار، واذا صلیت المغرب فقل قبل ان تتکلم: اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من لیلتک کتب اللہ لک جوارا من النار۔

(رواہ (احمد[3] و) النسائی وہذا لفظہ وابوداؤد عن الحارث بن مسلم عن ابیہ مسلم بن الحارث[4] قال الحافظ المنذری: وھو الصواب لان الحارث بن مسلم تابعی قالہ (البخاری[5] و) ابوزرعۃ وابوحاتم)

حارث بن مسلم [بن حارث] تمیمی [اپنے والد مسلم سے] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: جب تم فجر کی نماز پڑھ چکو تو کچھ بات چیت کرنے سے پہلے سات بار یہ کلمات کہہ لیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِي مِنَ النَّارِ ∴ اے اللہ دوزخ کی آگ سے میری حفاظت فرما۔

اگر تم اسی دن وفات پا گئے تو خدا تعالیٰ جہنم سے تمہاری آزادی لکھ دیگا۔ اور جب تم مغرب کی نماز پڑھ چکو تو کچھ بات چیت کرنے سے پہلے سات بار یہ کلمات کہہ لیا کرو، اگر تم اس رات وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ جہنم سے

---

[1] فی ف، ح: رضی اللہ عنہ۔ [2] فی ف: من النار واذا صلیت المغرب نقل قبل ان تتکلم اللھم اجرنی من النار سبع مرات۔ والباقی سواء، وھذا تکرار۔ [3] الجامع الصغیر مع شرحہ فیض القدیر ج ۱ ص ۲۹۳

[4] وھو فی موارد الظمآن ص ۵۸۳ مطول مع ذکر القصۃ۔

[5] الاصابۃ جلد ۶ صفحہ ۹۳ وراجع تحفۃ الاشراف ج ۳ صفحہ ۹۰۶ - ۹۰۷۔

تمھاری آزادی لکھ دے گا۔

(۸۷۷) وعن قبیصة بن المخارق رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا قبیصة! اذا صلیت الصبح فقل ثلاثاً: سبحان الله العظیم وبحمده، تُعَافَ مِنَ العَمٰی[1]، والجذام، والفَلَج[2]۔

یا قبیصة! قل اللهم اهدنی[3] من عندك، واَفِض علیّ من فضلك، وانشُر علیّ مِن رَحمتك، واُنزِل علیّ من برکاتك۔

(رواه احمد وفی اسناده راو لم یسم[4])

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیصہ! جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین بار یہ کہا کرو: سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ، تم اندھے پن سے کوڑھ سے اور فالج سے محفوظ رہو گے۔

قبیصہ! یہ بھی کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ مِنْ عِنْدِكَ، وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ۔	اے اللہ! مجھے خاص اپنی طرف سے ہدایت عطا فرما، اور تو مجھے اپنا بھرپور فضل عطا فرما، اور میرے اوپر اپنی رحمتیں پھیلا دے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما۔

[1] وعند ابن ابی الدنیا فی کتاب الدعاء عن ابن عباسؓ: الجنون بدل العمی۔ (اتحاف السادة ج ۵ ص۱۱۱)
[2] وعند الطبرانی فی الکبیر وفی الدعوات وابن ابی الدنیا فی کتاب الدعاء عن ابن عباسؓ وعند الطبرانی ایضا وابن شاہین من حدیث قبیصةؓ: البرص بدل الفلج۔ [3] فی ف، ح: اللهم انی اسألك مما عندك ـــ وقد ذکره الغزالی فی الاحیاء والزبیدی فی شرحه مثل ما اثبتناه۔ [4] وبه قال العراقی فی تخریج الاحیاء ورواه الطبرانی وابن شاہین عنه، ورواه الطبرانی ایضا فی الکبیر وفی الدعوات وابن ابی الدنیا فی کتاب الدعاء وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة عن ابن عباسؓ (اتحاف السادة ج ۵ ص۱۱۶)

وهذا الحدیث ذکره المصنف فی ابواب العلم فی الترغیب فی الرحلة فی طلب العلم ج ۱ ص۱۱ مع ذکر القصة)

تسبیحاتِ فاطمہ:

(۸۷۸) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سبح فی دبر کل صلاة ثلاثا وثلاثين، وحمد الله ثلاثا وثلاثين وكبر الله ثلاثا وثلاثين، فتلك تسعة وتسعون، ثم قال: تمام المائة: لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد، وهو علی کل شیءٍ قدير. غفرت له خطاياه وان كانت مثل زبد البحر۔

(رواہ مسلم واللفظ له ومالک وابن خزيمة وعند النسائی عن ابن عباس: والله اكبر اربعا وثلاثين مرة ولا اله الا الله عشر مرات، فانكم تدركون من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر (فرض) نماز کے بعد تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ کہا، تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ کہا اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا تو یہ تعداد ننیانوے ۹۹ ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: سَو کی تکمیل یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد، وھو علیٰ کل شیءٍ قدیرٌ (جس نے یہ کلمات کہہ لئے) اس کے تمام گناہ بخش دیے گئے چاہے وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

حضرت ابن عباس رضؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اکبر چونتیس بار اور لا الٰہ الا اللہ دس بار، تم (اس کے ذریعہ) اپنے سے پہلوں کے درجے کو پا جاؤ گے اور تمہارے بعد والے تم سے آگے نہ بڑھ سکیں گے۔

تشریح: یعنی تمہارا درجہ ان سب لوگوں سے بڑھ جائے گا جو تم سے پیچھے ہیں

یعنی جنھوں نے یہ کلمات نہیں کہے ہیں۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ باندی اور غلام آئے آپؐ انھیں لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے ٹھیٹ پڑ گئی تھیں، آپ کی خدمت میں پہنچیں کہ کوئی خدمتگار مل جائے۔ آپؐ نے اُن کو یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ چیز خدمتگار سے زیادہ بہتر ہے، حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے۔ میں نے کبھی یہ تسبیحات ناغہ نہیں ہونے دیں، حتیٰ کہ جنگِ صفّین کی رات میں بھی یہ فوت نہیں ہوئیں[1]۔ اسی واقعہ کی وجہ سے اِن تسبیحات کا نام تسبیحاتِ فاطمہ ہے۔ یہ حدیث آگے نمبر ۸۸۷ پر آ رہی ہے۔

(۸۷۹) وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خصلتان لا یحصیھما عبد الا دخل الجنۃ، وھما یسیر، ومن یعمل بھما قلیل: یسبح اللہ احدکم دبر کل صلاۃ عشراً، ویحمدہ عشراً ویکبرہ عشراً فتلک مائۃ وخمسون باللسان، والف وخمسمائۃ فی المیزان، واذا اوی الی فراشہ یسبح ثلاثا وثلاثین، ویحمد ثلاثا وثلاثین، ویکبر اربعا وثلاثین فتلک مائۃ باللسان، والف فی المیزان۔

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وایکم یعمل فی یومہ ولیلتہ الفین وخمسمائۃ سیئۃ؟ — قال عبد اللہ: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقدھن بیدہ۔ قال: قیل: یارسول اللہ! کیف لا نحصیھما[2]؟ قال: یاتی احدکم الشیطانُ وھو فی صلاتہ، فیقول لہ: اذکر کذا، اذکر کذا، ویاتیہ عند منامہ فیُنَوِّمُہ۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم (الترغیب ص ۴۱۱/۱ وص ۴۵۲/۲) [2] فی ح: یحصیھما وھو تصحیف۔ وفی ف: یحصیھما۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان[51] واللفظ لہٗ[52])

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو باتیں ایسی ہیں کہ جو بھی بندہ ان کی پابندی کریگا جنت میں داخل ہو جائے گا، اور وہ دونوں بہت آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں: ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ کہو، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر، یہ (تعداد پانچوں نمازوں کی ملاکر) زبان سے ڈیڑھ سو ہوئی اور (ہر نیکی دس گنا ہونے کے اصول سے) اعمال کی ترازو میں یہ تعداد ڈیڑھ ہزار ہوئی۔

اور جب (سونے کے لئے) اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس[۳۳] بار سبحان اللہ، تینتیس[۳۳] بار الحمد للہ اور چونتیس[۳۴] بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ زبان پر سَو ہیں اور ترازو میں ہزار ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: بتاؤ تم میں سے کون ایسا ہے جو روزانہ ڈھائی ہزار گناہ کرتا ہو؟ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (یہ باتیں بتاتے جاتے تھے اور) اُنگلیوں پر گنتے جاتے تھے۔

(جب آپؐ یہ بتا چکے تو) کسی نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! (آپؐ نے جو فرمایا کہ جو اس کی پابندی کرلے وہ جنتی ہے مگر اس پر عمل کرنے والے کم ہیں تو) اس کی پابندی کیسے نہیں ہوسکتی؟ (بظاہر تو یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھتے ہو تو شیطان آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ دیکھ فلاں کام ہے فلاں کام ہے

---

[51] قال المنذری: رووہ کلہم عن حماد بن زید عن عطاء بن السائب عن ابیہ عن عبداللہ۔ (الترغیب)

[52] الموارد ص۵۸۵ رقم الحدیث ۲۳۴۳ وقد ذکرہ المؤلف فی المجلد الاول ص۴۱۳ بلفظ ابی داؤد۔

(یعنی کام یاد دلاتا ہے اور آدمی نماز سے فارغ ہوتے ہی فوراً جانے کی سوچتا ہے) اسی طرح اس کے سونے کے وقت آتا ہے اور اسے (لیٹتے ہی) فوراً سُلا دیتا ہے (اور تسبیحات رہ جاتی ہیں)

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی

(۸۸۰) عن ابی امامۃ[1] رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلاۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت۔

(رواہ النسائی [والرویانی فی مسندہ والدارقطنی وابن مردویہ[2] وابن السنی] ورواہ الطبرانی [فی الکبیر والاوسط[3]] باسانید احدہا صحیح[4] قال المنذری: وقال شیخنا ابو الحسن ھو علی شرط البخاری۔ [ورواہ] ابن حبان فی کتاب الصلاۃ وصححہ —— وزاد الطبرانی فی بعض طرقہ: وقل ھو اللہ احد۔ واسنادہ بہذہ الزیادہ جید[5] ایضا وعند الطبرانی باسناد حسن عن حسن بن علی رض رفعہ: من قرأ آیۃ الکرسی فی دبر الصلاۃ المکتوبۃ کان فی ذمۃ اللہ الی الصلاۃ الاخری[6])

---

[1] اسمہ صدی بن عجلان بن وھب الباھلی (تحفۃ الاشراف ج ۴ ص۱۶۱)

[2] الدر المنثور ج ۱ ص۳۲۵ وعمل الیوم واللیلۃ ص۳۴

[3] ورواہ البیہقی عن علی رض واخری من طریق محمد بن الضوء بن الصلصال بن الدلہمس عن ابیہ عن جدہ۔ (الدر المنثور ج ۱ ص۳۲۳ و ص۳۲۴) [4] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۰۲

[5] وبہ قال الہیثمی فی الزوائد ج ۱۰ ص۱۰۲، وقد اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات تفرد محمد بن حمیر —— بہ وردوہ بانہ احتج بہ ابجل من صنف فی الصحیح وھو البخاری۔ ووثقہ احمد الناس مقالا فی الرجال ابن معین —— قال ابن القیم: وروی من عدۃ طرق کلہا ضعیفۃ لکنہا اذا انضم بعضہا البعض مع تباین طرقہا واختلاف مخرجیہا دل علی ان لہا اصلا ولیس بموضوع، وقال ابن حجر فی تخریج المشکاۃ: غفل ابن الجوزی فی زعمہ وضعہ وھو من اسمج ما وقع لہ۔ وقال الدمیاطی: لہ طرق کثیرۃ اذا انضم بعضہا الی بعض احدثت قوۃ۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص۱۹۷) [6] وبہ قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۰۲

[7] وقع فی فیض القدیر: حمید۔ والتصویب من تحفۃ الاشراف ج ۴ ص۱۶۱۔

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہو اسے جنت میں جانے سے صرف موت روکے ہوئے ہے۔

ایک روایت میں اس کے ساتھ قل ھو اللہ احد پڑھنا بھی ہے

اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ جس نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی وہ دوسری نماز تک خدا تعالیٰ کی ذمہ داری (اور اس کے حفظ و امان) میں رہے گا۔

نماز کے بعد کی ایک خاص دُعاء

(۸۸) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ یوماً ثم قال: یامعاذ واللہ انی لاحبك فقال له معاذ: بابی انت وامی یارسول اللہ وانا واللہ احبك، قال: اوصیك یامعاذ: لاتدعن[1] فی دبر کل صلاۃ ان تقول: اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك، و حسن عبادتك۔

واوصی بذلك معاذ الصنابحی، واوصی بها الصنابحی اباعبدالرحمن واوصی به ابو[2] عبدالرحمن عقبۃ بن مسلم

(رواہ ابوداؤد والنسائی واللفظ له، وابن خزیمۃ وابن حبان [وابن السنی[3]] والحاکم وصححه علی شرط الشیخین)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: معاذ خدا

---

[1] کلمۃ فی لیس فی ف۔ [2] سقط لفظ ابو من ح۔ [3] عمل الیوم واللیلۃ ص۳۳۔

کی قسم مجھے تم سے محبت ہے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر نثار مجھے بھی خدائے پاک کی قسم آپ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: معاذ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کسی (فرض) نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔	اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تجھے یاد کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری بہترین طریقے پر عبادت کرسکوں۔

(راوی کا بیان ہے کہ) حضرت معاذؓ نے یہی نصیحت (اپنے شاگرد) صنابحی کو کی اور انھوں نے (اپنے شاگرد) ابو عبدالرحمن کو اور انھوں نے (اپنے شاگرد) عقبہ بن مسلم کو۔

آرام گاہ کے معمولات اور دعائیں

باوضو سونے کا اہتمام

(۸۸۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من بات طاھرا بات فی شِعَارِہٖ[1] مَلَکٌ فلا یَسْتَیْقِظُ الاقال الملک: اللھم اغفر لعبدک فلان فانہ بات طاھرًا۔[2]

(رواہ ابن حبان ورواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید [وابو الشیخ والدیلمی] عن ابن عباس وزاد فی اولہ: طَھِّروا ھذہ الاجساد طَھَّرَکُمُ اللہ۔)

---

[1] الشعار بکسر الاول: ھومایلی بدن الانسان من ثوب وغیرہ۔ (الترغیب)

[2] فیض القدیر ج ۶ ص۱۶۱۔ قال الھیثمی: اسنادہ حسن (مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پاک ہو کر سویا اس کے لباس کے اندر ایک فرشتہ رات بسر کرتا ہے، جب بھی یہ بندہ جاگتا ہے (یا کروٹ بدلتا ہے) تو فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ اپنے اِس بندے کی مغفرت فرما اس نے پاکی کی حالت میں رات بسر کی ہے۔

ایک دوسری روایت میں اس سے پہلے یہ ارشاد بھی ہے کہ: اپنے جسموں کو پاک صاف رکھو خدا تعالیٰ تمہیں (یعنی تمہارے باطن اور عادات واخلاق کو) پاک صاف کر دے گا۔

تشریح دوسری احادیث میں سونے سے پہلے جو استغفار کرنے اور مختلف آیتیں اور سورتیں پڑھنے کی تاکید ہے وہ دراصل اسی باطنی پاکیزگی کے لئے ہے۔ یہ باطن کی پاکیزگی ظاہر کی پاکیزگی سے بھی زیادہ ضروری ہے اور ان میں سے ایک پاکی دوسری پاکی میں مدد دیتی ہے۔

(۸۸۳) وعن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من مسلم یبیت طاھراً فیتعار من اللیل فیسأل اللہ خیراً من امر الدنیا والاخرۃ الا اعطاہ اللہ ایاہ۔

(رواہ [احمد[1] و] ابوداؤد من روایۃ عاصم بن بھدلۃ عن شھر عن ابی ظبیۃ عن معاذ ورواہ النسائی وابن ماجۃ وذکر ان ثابتاً البنانی رواہ ایضاً عن شھر عن ابی ظبیۃ[2]، ورواہ الترمذی عن شھر بن حوشب عن ابی امامۃ رض وقال حدیث حسن)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] الجامع الصغیر بشرحہ الفیض القدیر ج ۵ ص ۴۹۶

[2] قال الحافظ المنذری: وابو ظبیۃ بفتح الظاء المعجمۃ وسکون الباء الموحدۃ [الکلاعی] شامی ثقۃ (الترغیب [وتحفۃ الاشراف ج ۸ ص ۴۱۹])

علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مسلمان پاکی کی حالت میں رات بسر کرتا ہے
پھر رات میں اس کی آنکھ کھلتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دنیا یا آخرت
کے معاملات میں سے کسی میں بھلائی کا سوال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے
وہ چیز ضرور عطا فرماتا ہے۔

جو تہجد کے ارادے سے سویا مگر اُٹھ نہ سکا

(۸۸۴) عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:
مَامِنْ امرئٍ تکون له صلاة بلیل[1] فیغلبه علیها نوم الاکتب الله له اجر
صلاته، وکان نومه علیه صدقة۔

(رواه مالک وابوداؤد والنسائی وفی اسناده رجل لم یسم، وسماه النسائی فی روایة له:
الاسود بن یزید وهو ثقة ثبت، وبقیة اسناده ثقات. ورواه ابن ابی الدنیا فی کتاب
التهجد باسناد جید رواته محتج بهم فی الصحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا نماز تہجد کا معمول تھا اور (کسی
دن اتفاقاً) نیند کے غلبہ سے اس کی تہجد کی نماز فوت ہوگئی تو اللہ
تعالیٰ (اپنے فضل سے بغیر پڑھے ہی) اس کے لئے نماز کا اجر لکھ
دیتا ہے، اور یہ نیند اس کے لئے تحفہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۸۸۵) وعن ابی الدرداء رضی الله عنه یبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم
قال: من اتی فِراشه وهو ینوی ان یقوم یصلّی من اللیل فغلبته عینه حتی
اصبح کُتِبَ له مانوی وکان نومه صدقةً علیه من ربه۔

---

[1] فی ق: من لیل، وبهامشه نسخة: بلیل۔

(رواہ النسائی وابن ماجۃ باسناد جید وابن خزیمۃ۔ ورواہ النسائی ایضاً وابن خزیمۃ عن ابی الدرداء وابی ذرٍ موقوفاً[1])

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بستر پر پہنچا اور اس کی نیت یہ تھی کہ وہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے گا مگر صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اُس نے جو نیت کی تھی اس کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جائے گا اور اُس کی نیند اللہ کی طرف سے اس کے لئے تحفہ ہوگی۔

تشریح یا تو پہلی حدیث کے مطابق اس شخص کا معمول تہجد پڑھنے کا تھا آج اتفاق سے آنکھ نہ کھل سکی، یا یہ کہ معمول خواہ نہ ہو مگر آج اُٹھنے کا ارادہ تھا نیند کے غلبہ سے نہ اُٹھ سکا تو اس کی نیت کی برکت سے پورے تہجد کا ثواب ملے گا اور نیند جو ملی یہ رونگے اور لُبھاؤ میں رہی۔

بستر پر پہنچ کر یہ پڑھیئے

(۸۸۶) عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اتیتَ مضجعكَ فتوضأ وُضوءَكَ لِلصلوۃ ثم اضطجع علی شِقِّكَ الأیمَنِ، ثم قل: اللّٰھم اَسلمتُ[2] نفسی إلیكَ، ووَجَّھتُ وجھی الیكَ، وفوّضتُ امری الیكَ والجأتُ ظھری الیكَ، رغبۃً ورھبۃً الیكَ، لاملجأَ ولا منجأ[3] منكَ الا الیكَ،

---

[1] قال الدارقطنی وھو المحفوظ، وقال ابن خزیمۃ: ھذا خبر لا اعلم احدا اسندہ غیر حسین بن علی عن زائدۃ، وقد اختلف الرواۃ فی اسناد ھذا الخبر۔

قال عبداللہ طارق: والحدیث المتقدم قبل ھذا شاھد حسن لھذا الحدیث۔ ولشھد لہ مارویٰ ابن حبان عن ابی ذر او ابی الدرداء — شک شعبۃ — مرفوعا وابن خزیمہ موقوفا نحوہ ذکرہ المصنف۔

[2] فی ح: انی اسلمتُ وقد ذکر الدعا فی الحصن کما اثبتناہ۔ [3] فی ح: لامنجأ ولا ملجا، وھو تصحیف۔

آمنت بکتابك الذی انزلت، ونبیك الذی ارسلت۔

فَاِنْ مُتَّ من لیلتك فانت علی الفطرة، واجعلھن آخر ما تتکلم به۔

قال فرددتھا علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلما بلغتُ: آمنتُ بکتابك الذی انزلتَ قلتُ: ورسولك، قال: لا ونبیك الذی ارسلت۔

(رواہ الستة، وفی روایة للبخاری والترمذی: فَاِنَّكَ اِن مُتَّ مِن لیلتك مُتَّ علی الفطرة، وان اصبحت اصبت خیراً۔ ورواہ الترمذی عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ وقال حسن غریب، وفیه: فان مات من لیلته دخل الجنة)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم (رات کو سونے کے لئے) اپنے بستر پر آؤ تو (پہلے) نماز کا سا وضو کرلو، پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ، رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ، لَامَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ۔	اے اللہ! میں اپنی جان تیرے حوالے کرتا ہوں، اور اپنا رُخ تیری طرف سیدھا کرتا ہوں، اور اپنے (تمام) معاملات تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنے حوصلے اور پُشت پناہی کے لئے تیرا آسرا ڈھونڈتا ہوں، تیری طرف شوق سے بھی اور تجھ سے ڈرتے ہوئے بھی، تیرے سوا کہیں نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ کوئی راہِ نجات ہے۔
آمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَ نَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔	میں ایمان لاتا ہوں تیری اس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس نبی پر جسے تو نے اپنا قاصد بنا کر بھیجا ہے۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اگر تم اسی رات انتقال کر جاؤ تو تم (دینِ) فطرت پر ہوگے، اور (دیکھو اس رات) تمھاری زبان سے نکلنے والے یہ آخری الفاظ ہونے چاہئیں (ان کے بعد کچھ اور بات چیت کئے بغیر سو جاؤ)

حضرت براءؓ بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (یاد کرنے کے لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرائے تو میں جب آمنتُ بکتابك الذی انزلت پر پہنچا تو اس کے بعد میں نے (وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ کے بجائے اسی کا ہم معنی لفظ:) ورسولك (الذی الخ) کہدیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں ونبیك الذی ارسلت۔

اور ایک روایت میں (ذرا سے فرق سے) یوں ہے کہ اگر تم اس رات انتقال کر جاؤ تو (دینِ) فطرت پر جاؤ گے اور اگر صبح تک (زندہ) رہو گے تو بھلائی حاصل کرو گے۔

حضرت رافع بن خدیج رضؓ نے بھی یہ روایت تقریباً انہی الفاظ میں بیان کی ہے اور اس کے آخر میں ہے: اگر یہ شخص اس رات انتقال کر گیا تو (سیدھا) جنّت میں گیا۔

(۷۸۸) وعن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من قال حين يأوی الی فراشه: لا اله الا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو علی كل شیءٍ قدير، لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظيم، سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر، غفرت له ذنوبه — اوخطاياه — (شَكَّ مِسْعَرٌ) وان كانت مثل زبد البحر۔

(رواه النسائی وابن حبان واللفظ له)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بستر پر پہنچ کر یہ کلمات کہہ لئے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے چاہے وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

(۸۸۸) وعن ابی عبد الرحمٰن الحُبُلِیّ[۱] قال: اخرج الینا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قرطاساً وقال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا یقول: اللّٰھم فاطر السمٰوٰتِ والارض عالم الغیب والشھادۃ. انت رب کل شیء، والہ کل شیء، اشھد ان لا الہ الا انت[۲]، اعوذ بك من الشیطان وشرکہ، واعوذ بك ان اقترف علی نفسی سُوءًا او اجرّہ[۳] الی مسلم۔

قال ابو عبد الرحمٰن: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُعَلِّمُہ عبد اللہ بن عمرو یقول ذٰلك حین یُرِیدُ اَنْ یَّنَامَ۔ (رواہ احمد باسناد حسن)

ابو عبد الرحمٰن حُبلِی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ہمیں ایک کاغذ نکال کر دکھایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ دُعا سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ ∴ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے

---

[۱] فی ح: رضی اللہ عنہ وھذا دأبہ کما نبّھنا علیہ سابقا۔ [۲] فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۲۲ بعدہ فی نفس الحدیث: وحدك لا شریك لك، واشھد ان محمداً عبدك ورسولك والملائکۃ یشھدون. ثم ذکر روایۃ الطبرانی عن عبد اللہ بن عمرو وذکر ھذہ الزیادۃ فیھا ایضا. فلعلہ سقط من نسخ الترغیب واللہ اعلم۔

[۳] ای انسب سوءً الی مسلم کما فی الحرز الثمین حاشیۃ الحصن الحصین ص ۲۴۳

وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ، وَاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ۔	والے غائب اور حاضر ہر چیز کے جاننے والے تو ہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور تو ہی ہر ہر چیز کا معبود ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان سے اور اس کے شرک سے، اور اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود اپنے اوپر کوئی آفت لے آؤں یا کسی مسلمان بھائی پر کوئی آفت لا کر ڈالوں۔

ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پڑھنے کے لئے بتائی تھی۔

(۸۸۹) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ قَالَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ: الحمد للہ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ والحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی، والحمد للہ الذی مَنَّ عَلَیَّ فافضل فقد حمد اللہ بجمیع محامد الخلق کلھم۔

(رواہ البیہقی ولا یحضرنی اسنادہ الآن (والحاکم وصححہ[1] وزاد فی آخر الدعاء: اللھم انی اسالک بعزتک ان تنجینی من النار)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (رات کو) بستر پر آ کر یہ کہا:

---

[1] واقرہ علیہ الذہبی (المستدرک مع التلخیص ج ۱ ص۵۴۵ و ص۵۴۶) وقد جاء ھذا الدعاء فی حدیث آخر عن ابن عمر رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وابو عوانۃ۔ (حصن حصین ص۵۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ [اللّٰھم انی اسالك بعزتك ان تنجینی من النار۔]	تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے ہر طرح کی) کفایت کی اور مجھے ٹھکانا دیا، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے کھلایا اور پلایا، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ پر احسان فرمایا اور خوب ہی عنایت فرمایا۔ [اے اللہ! میں تیری عزت و اقتدار کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے نجات عطا فرما۔]

تو اس نے کائنات بھر کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے بیان کر دی۔

تشریح یعنی اس شخص پر اور دنیا کی ہر مخلوق پر خدا کے جو بھی احسانات ہیں اجمالاً ان سبھی کا ذکر اس دعا میں آگیا ہے۔

سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ کا وِرد

(۸۹۰) عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال لابن اعبد: الا اُحَدِّثُكَ عنی وعن فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — وکانت من احب اھلہ الیہ، وکانت عندی — ؟ قلتُ: بلی! قال: انما جَرَّت بالرحی حتی اَثَّرَتْ[۱] فی یدھا، واستقتْ بالقربۃ حتی اَثَّرَتْ فی نحرھا، وكنست البیت حتی اغبرّتْ ثیابھا، فاتی النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَدَمٌ، فقلتُ لو اتیت اباكِ فسألتِیہِ[۲] خادمًا، فاتتہ فوجدتْ عندہ حُدّاثًا[۳] فرجعت فاتاھا من الغد فقال: ما کان حاجتك؟

---

[۱] فی ق، ت: أثرت فی الذی یأتی مرۃ ثانیۃ: اثرت فی النسخ الثلاثۃ، والرحی مؤنثۃ۔

[۲] فی ف: فسألتیہ۔

[۳] فی ق ف: خُدّثٌ، وبهامش نسخۃ: حُدّاثًا — والمراد جمع حدیث وھو الجدید۔

فسکتت، فقلتُ انا احدثُكَ یارسول الله: جَرَّتْ بالرَّحیٰ حتّٰی اثّرتْ فی یدھا وَحَمَلَتْ بالقِرْبَةِ حَتّٰی اثَّرَتْ فی نحرھا، فلما ان جاء الخدم امرتُھا ان تاتیك فتستخدمك خادماً یَقِیْھَا حَرَّ[1] ماھی فیه۔

قال: اتّقی[2] الله یافاطمةُ، وادّی فریضة ربكِ، واعملی عملَ اھلكِ، واذا اخذتِ مضجعكِ فسبّحی ثلاثاً وثلاثین، واحمدی ثلاثاً وثلاثین، وکبّری اربعاً وثلاثین، فتلك مائة فھی[3] خیرلكِ من خادمٍ، قالت رَضِیتُ عَن الله و عن رسوله۔

زادفی روایة: ولم یُخْدِمْھَا۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد واللفظ لہ والترمذی مختصراً وقال فی الحدیث قصة ولم یذکرھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ایک بار حدیث کے راوی) ابن اعبدؒ سے فرمایا: میں تمھیں اپنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ کا ایک واقعہ سناؤں جو تمام گھر والوں سے زیادہ آپ کی چہیتی تھیں اور میرے نکاح میں تھیں؟ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور سنائیے!) توحضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنایا وہ چکی پیستی تھیں جس سے اُن کے ہاتھوں میں گھٹّے پڑ گئی تھیں، اور مشکیزہ سے پانی ڈھوتے ڈھوتے اُن کی گردن پر گٹّے پڑ گئے تھے، اور گھر کا جھاڑو (برتن) کرتی تھیں جس کی وجہ سے اُن کے کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ (ایک بار) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ کیا اچھا ہو کہ تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کوئی خدمت گار مانگ لاؤ۔ چنانچہ وہ گئیں، وہاں کچھ نئے (اجنبی) لوگ موجود تھے وہ

---

[1] الحارمن العمل: شاقُه۔ (القاموس ج ۲ ص المطبعة المصریة ۱۳۰۱ء)
[2] فی ق: اتق۔ وھو تصحیف۔ [3] فی ح: فھو۔

(شرم کی وجہ سے اپنی بات کہے بغیر) واپس چلی آئیں، اگلے دن خود آپؐ اُن کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا کام تھا؟ وہ خاموش رہیں، تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول میں بیان کرتا ہوں: یہ چکی پیستی ہیں جس سے ان کے ہاتھوں میں ٹھیٹھ پڑگئی ہیں، اور مشکیزے سے پانی ڈھوتی ہیں جس سے ان کی گردن پر گٹھے پڑ گئے ہیں، تو جب (آپؐ کے پاس) خادم آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ کے پاس جائیں اور آپ سے ایک خادم طلب کریں جو اُن کو ان موجودہ حالات کی مشقت سے بچا سکے۔

آپؐ نے نصیحت فرمائی: فاطمہ! پرہیزگاری اختیار کرو، اور اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو، اور اپنے گھر کا کام کرتی رہو، اور جب اپنے بستر پر پہنچو تو ۳۳ تینتیس بار سُبْحَانَ اللہ، ۳۳ تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور ۳۴ چونتیس بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا کرو، یہ سو ہوئے اور یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے، حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا: میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے خوش ہوں۔ (میں خادم کے بدلے یہ چیز خوشی سے قبول کرتی ہوں)

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپؐ نے ان کو خادم نہیں دیا۔

تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا، واقعی حضرت سیدالانبیاءؐ کی بیٹی فاطمہ رضؓ اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر بھر میں سب سے زیادہ چہیتی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم آتے بھی رہتے تھے، مگر آپؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی کو کوئی باندی غلام دینے کے بجائے پرہیزگاری اختیار کرنے اور اپنا اور اپنے گھر کا کام خود کرلینے کی نصیحت فرمائی، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سعادتمندی

بھی قابلِ رشک ہے کہ انھوں نے یہ نصیحت بہت خوشی سے قبول فرمائی۔
اوپر تسبیحاتِ فاطمہؓ کے عنوان سے اسی کے ہم معنی ایک مختصر سی حدیث ذرا فرق سے آچکی ہے[1]۔

سوتے وقت مسبّحات کی تلاوت

(۸۹۱) عن العرباض بن سارية رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ المسبّحات قبل ان يرقد، ويقول: ان فيهن آيةً خيرٌ من الف آية.
(رواه ابوداؤد والترمذي واللفظ له وقال حسن غريب والنسائي[2])

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے مُسبّحات کی تلاوت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

تشریح: مُسبّحات — قرآن مجید کی وہ سورتیں ہیں جو لفظ تسبیح کی کسی بھی شکل سے شروع ہوتی ہیں[3]۔ جیسے: سَبَّحَ لِلّٰهِ — یا — يُسَبِّحُ لِلّٰهِ — یا — سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ، معاویہ بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے ایسی سورتیں یہ چھ بتائی ہیں:

---

[1] دیکھئے حدیث ۸۸۰۔ [2] وقال النسائی: قال معاویۃ — یعنی ابن صالح —: ان بعض اہل العلم کانوا یجعلون المسبحات ستا: سورۃ الحدید، والحشر، والحواریین، وسورۃ الجمعۃ، والتغابن وسبح اسم ربک الاعلی۔ (الترغیب) وعند البیہقی وابن عساکر ورزین والاصبہانی وغیرہم عن ابن مسعود مرفوعاً: من قرأ کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ لم تصبہ فاقۃ، وفی المسبحات آیۃ کالف آیۃ، وقد تقدم فی الجزء الثالث فی فضل سورۃ الواقعۃ صفحہ ۳۶۳ برقم ۶۸۴ بغیر ہذہ الزیادۃ۔
[3] اس لحاظ سے تو پندرھویں پارے کی سورۂ بنی اسرائیل (قرآن مجید کی سترھویں سورت) بھی مسبحات میں آتی ہے مگر اہل علم نے آنے والی صرف چھ ہی سورتوں کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اس لئے دیگر حدیثوں میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک فلاں فلاں سورتیں نہ پڑھ لیتے سوتے نہ تھے ان میں سورہ بنی اسرائیل کا ذکر بھی ہے —
(ترمذی، نسائی، حاکم عن عائشہ رض — حصن حصین ص۱۰۳)
اس لئے مسبحات کی کل تعداد سات سمجھنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) سورہ الحدید ۵۷ ویں سورت پارہ ۲۷

(۲) سورہ الحشر ۵۹ ویں سورت پارہ ۲۸

(۳) سورہ الحواریین ۶۱ ویں سورت پارہ ۲۸

اِس سورت کی آخری آیت میں قال الحواریون کا لفظ آیا ہے اِس لئے اس کو سورۃ الحواریین کہا ہے، اس کا مشہور نام سورۃ الصّف ہے۔

(۴) سورۃ الجمعہ ۶۲ ویں سورت پارہ ۲۸

(۵) سورۃ التغابن ۶۴ ویں سورت پارہ ۲۸

(۶) سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ ۸۷ ویں سورت پارہ ۳۰

ہزار آیتوں کے برابر ایک آیت

ان سورتوں میں وہ ایک آیت جو ہزار آیتوں کے برابر ہے کونسی ہے؟ اس کے متعلق

(۱) ایک خیال تو بعض اہلِ بصیرت کا یہ ہے کہ سورہ حشر کی اکیسویں آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ہے، مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ اگر وہ ایک متعین سورت میں تھی تو کئی سورتوں کا نام لے کر یہ کیوں فرمایا گیا کہ ان سورتوں میں ایک آیت ہے اس کا جواب اس خیال کے حامیوں نے یہ دیا ہے کہ اس آیت کو اسمِ اعظم کی طرح پوشیدہ رکھنا مقصود تھا اِس لئے صرف اتنا اشارہ دیدیا گیا کہ ان تمام سورتوں میں کہیں پر ہے[۱]۔

(۲) دوسری رائے حافظ ابن کثیرؒ کی ہے کہ وہ آیت سورہ حدید کی تیسری آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہے[۲]۔

---

[۱] حرز الثمین حاشیہ حصن حصین ص۱۲۔ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص۳۰۲ (عیسی البابی مصر دون تاریخ) حافظ ابن کثیر نے یہ بات بطور اپنے ایک خیال کے نہیں بلکہ ایک طے شدہ حقیقت کی طرح لکھی ہے، اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے ان کے الفاظ ہیں: وھذہ الآیۃ ھی المشار الیہا فی حدیث عرباض بن ساریۃ انہا افضل من الف آیۃ۔

(۳) تیسری ایک رائے یہ ہے کہ ایسی آیت ان میں سے ہر ایک سورت میں ہے اور اس خیال کی بنیاد یہ ہے کہ اگر وہ کسی ایک ہی سورت میں ہوتی تو صرف اسی ایک سورت کا نام لینا کافی تھا۔[۵۱]

مگر راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت کو شبِ قدر یا ساعتِ جمعہ یا اسمِ اعظم کی طرح قصداً پوشیدہ رکھا گیا ہے اِس لئے خدا جسے ہمت دے ان تمام ہی سورتوں کو پڑھنے کا معمول بنائے، اور جو اِس کی ہمت نہ کر سکے اُس کو پہلی دونوں رایوں پر عمل کر لینا چاہیئے۔

سوتے وقت قرآن مجید کی کسی سُورت کی تِلاوت:

(۸۹۲) عن شداد بن اوس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من مسلم یاخذ مَضْجَعَه فیقرأ سورة من کتاب الله الّا وَکّل الله له بِه مَلَکًا فلا یَقْرُبُه شیئ یوذِیْهِ حتی یَهُبَّ[۵۲] من نومه متی هَبَّ۔

(رواه الترمذی واحمد ولفظه: — بعث الله له مَلَکًا یحفظه من کل شیئ یوذیه حتی یَهُبَّ متی هَبَّ ورواة احمد رواة الصحیح)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مسلمان اپنے بستر پر آئے اور قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے۔ (جو رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے) یہ بندہ جب تک جاگ نہ جائے کوئی تکلیف دینے والی چیز اس کے پاس نہیں آسکتی۔

---

۵۱ حرز الثمین حاشیہ حصن حصین ص۲۳۰۔

۵۲ هَبَّ: انتبه من نومه۔ (الترغیب)

سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص :

(۸۹۳) عن انس رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. اذا وضعتَ جنبکَ علی الفراش و قرأتَ فاتحۃَ الکتاب و قل ھو اللہ احد فقد اَمِنتَ من کل شیٔ الا الموت۔ (رواہ البزار[1] و رجالہ رجال الصحیح الا غسان بن عبید[2])

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ لیں تو تم موت کے سوا ہر چیز سے محفوظ ہو گئے۔

جب کبھی درمیان میں آنکھ کھلے :

(۸۹۴) عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من تعارَّ[3] من ..... اللیل فقال: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر، الحمد للہ، وسبحان اللہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، ثم قال: اللّٰھم اغفرلی، او دعا استجیب لہ، فان توضاء ثم صلی قُبِلَت صلاتُہ۔ (رواہ احمد و[4] البخاری والاربعۃ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی رات میں آنکھ کھلی اور اُس نے یہ کہہ لیا، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر، الحمد للہ، سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، لا حول

---

[1] بہامش ق نسخۃ الترمذی بدل البزار قلت ولیس بشیٔ۔ [2] تقدم الکلام علیہ برقم ۴۹۵۔
[3] بتشدید الراء: ای استیقظ۔ (الترغیب)۔ [4] الفتح الربانی ج ۱۴ ص ۲۵۳

ولا قوۃ الا باللہ، پھر اُس نے کہا: اے اللہ میری مغفرت فرما، یا اُس نے کوئی اور دُعا مانگی تو وہ قبول ہوگی اور اگر اس نے (اُٹھ کر) وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔

تشریح: رات میں جب کبھی آنکھ کھلے یا کروٹ بدلنی ہو تو اُس وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے یا کم از کم دو ایک لفظ میں اللہ کو یاد کر لیا جائے۔

جب کوئی بُرا خواب نظر آئے:

(۸۹۵) عن جابر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: اذا رأی احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلاثا ولیستعذ باللہ من الشیطان الرجیم ثلاثا ولیتحول عن جنبہ[1] الذی کان علیہ۔

(رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی ایسا خواب دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اپنی بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور تین بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہو اور کروٹ بدل ڈالو۔

(۸۹۶) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اذا رأی احدکم الرُّؤیا یُحِبُّھا فانّما[2] ھی من اللہ فلیحمد اللہ علیھا ولیحدِّث بما رای، واذا رای غیر ذلک مما یکرہ فانما ھی من الشیطان فلیستعذ باللہ من شرھا[3] ولا یذکرھا لاحد فانھا لا تضرہ۔

---

[1] ف: مکانہ۔ وبہامشہ نسخۃ جنبہ۔ [2] ن ح: فانھا وھو تصحیف۔

[3] قال الحافظ ابن حجر: ورد فی صفۃ التعوذ من شر الرؤیا اثر صحیح اخرجہ سعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق باسانید صحیحۃ عن النخعی: اذا رای احدکم فی منامہ ما یکرہ فلیقل اذا استیقظ: (باقی اگلے صفحہ پر)

(رواہ [احمد[1] والبخاری[2] و] الترمذی وقال حسن صحیح [والنسائی[3]])

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی اچھا خواب دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرو، اور (چاہو تو کسی سے) بیان بھی کر سکتے ہو۔ اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگو (مثلاً اعوذ باللہ من شرھا[4] کہہ لو) اور خواب کا کسی سے تذکرہ نہ کرو، بس یہ خواب تمھیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔

تشریح: انسان جو خواب دیکھتا ہے جاگنے کے بعد اس کو کسی کے سامنے بیان کر کے اس خواب پر وہ ایک طرح کی مُہر لگا دیتا اور اس کو پختہ کر دیتا ہے، لہٰذا اگر خواب اچھا ہے تو کسی سمجھدار اور اپنے ہمدرد آدمی کے سامنے اس کا ذکر کر دو جو سُن کر کوئی غلط تعبیر نہ دیدے اور خواہ مخواہ اس کو دل لگی نہ بنالے۔

اور اگر خواب بُرا ہے تو اُٹھتے ہی یہ چار کام کرو: (۱) کروٹ بدل لو (۲) بائیں طرف تھتکار دو۔ (۳) اعوذ باللہ پڑھو[5]۔ (۴) اور اس کو کسی سے بیان نہ کرو، اس طرح وہ خواب بے اثر ہو جائے گا اور اس کے مُضر اثرات سے حفاظت ہو جائے گی۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اعوذ بما عاذت بہ ملائکۃُ اللہ ورسُلہ من شر رویای ھٰذہ ان یصیبنی منھا ما اکرہ فی دینی ودنیای۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۵۰)۔

[1] الجامع الصغیر۔ (فیض القدیر ص ۳۵۱/۱)۔ [2]، [3] تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۳ ص ۴۷۲

[4] ترجمہ: میں اس خواب کے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

[5] یہ اعوذ باللہ مختصر بھی پڑھ سکتے ہیں مگر امام ابراہیم نخعی ان لفظوں میں اعوذ باللہ پڑھتے تھے: أَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَائِكَةُ اللّٰهِ وَرُسُلُهٗ مِنْ شَرِّ رُؤْيَايَ هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْهَا مَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ۔

جو سوتے ڈر جاتا ہو:

(۸۹۷) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إذا فَزِعَ احدکم فی النوم فلیقل: اعوذ بکلمات الله التامات من غضبه وعقابه، وشر عباده، ومن همزات الشیاطین، وأن یحضرون، فانها لن تضره، قال: وکان عبد الله بن عمرو یُلقِنُها من عقل من وُلدِه، ومن لم یَعقِل کتبها فی صكٍّ ثم عَلَّقها فی عنقه.

(رواه ابوداؤد والترمذی واللفظ له، وقال: حسن غریب والنسائی والحاکم وصححه ولیس عنده تخصیصها بالنوم.

وفی روایة للنسائی قال: کان خالد بن الولید رجلاً یفزع فی منامه، فذکر ذلك لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه وسلم: اذا اضطجعت فقل: بسم الله اعوذ بکلمات الله التامة فذکر مثله، ورواه مالك بلاغاً.)

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی سوتے ہوئے ڈر جائے تو اسے یہ کہنا چاہیے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔	پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کے پورے کلمات کے ذریعہ اس کے غصہ اور اس کے عذاب سے، اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے، اور اس بات سے کہ وہ میرے نزدیک آئیں۔

سله جار کلة الرضی فی ح بعد شعیب۔

یہ پڑھنے کے بعد وہ (ڈراؤنی چیز) اس کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گی،
راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے (خاندان کے) بچوں میں جو
بھی ذرا سمجھدار ہوتا اس کو وہ یہ دُعا یاد کرایا کرتے تھے، اور ناسمجھ بچوں کے
لئے کاغذ پر لکھ کر اُن کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ
سوتے سوتے ڈر جاتے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس کا ذکر کیا، آپؐ نے سوتے وقت یہی دُعا پڑھنے کا مشورہ دیا۔

(۸۹۸) وعن ابی التیاح قال: قلت لعبد الرحمٰن بن خَنْبَش[۱] التمیمی رضی اللہ
عنہ۔ وکان کبیرًا۔: ادرکتَ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: نعم۔ قلتُ:
کیف صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ کادتْہ[۲] الجنّ؟ قال: انّ الشیاطین[۳]
تحدّرت تلک اللیلۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاودیۃ والشعاب
وفیھم شیطان بیدہ شعلۃ من نار یرید ان یحرق بھا وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، فھبط الیہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد قل، قال[۴]: ما اقول؟
قال: قل: اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر ما خلق وذرأ وبرأ[۵]، ومن شر ما
ینزل من السماء، ومن شر ما یعرج فیھا، ومن شر فتن اللیل والنھار، و
من شر کل طارق الا طارقًا یطرق بخیر یا رحمٰن ـــــ قال فطفئت نارھم
وھزمھم اللہ تبارک وتعالیٰ۔

---

[۱] بفتح الخاء المعجمۃ بعدھا نون ساکنۃ وباء موحدۃ مفتوحۃ وشین معجمۃ (الترغیب)۔
[۲] کادہ یکیدہ کیدًا: مکر بہ وخدعہ وارادہ بسوء۔
[۳] بہامش ق لسن: الشیاطین بدل الجن۔
[۴] فی ق: قل ما اقول۔ وفی الاصابۃ مثلہ مثل ما اثبتناہ۔
[۵] ذرأ وبرأ: خلق وسوّی وکثّر۔ (راجع القاموس واساس البلاغۃ ومجمع البحار)

(رواہ احمد وابویعلی، ولکل منہما اسناد جید محتج بہ[۵]، وقد رواہ مالک فی الموطأ عن یحییٰ بن سعید مرسلاً، ورواہ النسائی من حدیث ابن مسعود بنحوہ)

ابوالتیاح کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن خنبش رضی اللہ عنہ سے کہا جو کافی عمر رسیدہ تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے؟ اُنھوں نے کہا ہاں! تو میں نے پوچھا کہ (یہ بتائیے) جس رات جنّات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا تھا اُس رات آپ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ اُس رات جنّات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگلوں اور گھاٹیوں سے ٹوٹ پڑے تھے، ان میں ایک جن ایسا بھی تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا انگارہ تھا اس سے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو (معاذ اللہ) جھلس دینا چاہتا تھا، فوراً حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس نازل ہوئے اور کہا کہ کہیے! آپ نے فرمایا: کیا کہوں؟ حضرت جبریلؑ نے کہا کہیے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ	میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کی ہر اس چیز کے شر سے جو خدا نے پیدا کی ہے اور اس کو بڑھایا اور اسے بنایا سنوارا ہے، اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان سے آتی ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان پر جاتی ہیں، اور دن اور رات کے فتنوں کے شر سے اور ہر رات میں آنے والے کے شر سے سوائے رات

[۱] وقال الهیثمی: رواہ احمد وابویعلی والطبرانی بنحوہ ورجال احد اسنادی احمد وابی یعلی وبعض اسانید الطبرانی رجال الصحیح - (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۲۷) ورواہ ابن مندة وابو زرعة وابوبکر بن ابی شیبة والبزار والحسن بن سفیان (الاصابة ج ۴ ص ۱۵۷)

شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ۔	کے اُس آنے والے کے جو کوئی بھلائی لے کر آئے اے رحمت والے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن خنبش رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ فوراً وہ آگ بجھ گئی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے پسپا کر دیا۔

تشریح: جس طرح انسانوں میں مشرکینِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے اور آخر ایک بار (معاذاللہ) آپ کو ختم ہی کر دینے کا منصوبہ بنایا تھا اسی طرح جنات میں بھی آپ کے دشمن اور آپ کے جاں نثار دونوں قسم کے افراد تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کے ہاتھوں سے آپ کو محفوظ رکھا اسی طرح اس رات جنات کے مکر و فریب سے بھی حفاظت فرمائی۔

تو جس دُعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے جنات کے اِتنے منظم اور خطرناک منصوبہ اور بھاری تعداد کے مقابلہ میں حفاظت فرمائی وہ ہر قسم کے شیطانی اور جناتی اثرات کے لئے اکسیر ہے۔ جس شخص کو سوتے میں ڈر لگتا ہو یا بُرے بُرے خواب نظر آتے ہوں اسے سوتے وقت یہ دُعا، اور اس سے پہلی دُعا پڑھنی چاہیئے۔

نیند سے بیدار ہو کر:

(۸۹۹) عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

اذا اَوَی الرجل الی فراشہ ابتدرہ مَلَکٌ وشیطانٌ، فیقول الملک: اِخْتِمْ بخیرٍ ویقول الشیطان: اِخْتِمْ بِشَرٍّ، فَاِن ذکر اللہ تعالیٰ ثم نامَ[1] بات المَلَکُ یَکْلَؤُہٗ[2]۔

واذا استیقظ قال المَلَکُ: افتح بخیرٍ وقال الشیطان: افتح بِشَرٍّ، فان قال: الحمد للہ الذی ردّ علیَّ نَفْسِی ولم یُمِتْہا فی منامِہا، الحمد للہ الذی یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ والارضَ ان تزولا الی آخر الاٰیۃ[3]، الحمد للہ الذی یُمْسِکُ

---

[1] لفظ الحاکم: فان ذکر اللہ ذھب الشیطانُ وبات الملکُ الخ۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۴۹)
[2] ای یحرسہ ویحفظہ۔ (الترغیب) [3] سورۃ فاطر آیت ۴۱۔

السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ[1] فان[2] وقع عن سریرہ فمات دخل الجنۃ۔

(رواہ ابو یعلی باسناد صحیح[3] والحاکم وصححہ علی شرط مسلم[4] وزاد فی آخرہ: الحمد للہ الذی یحیی الموتی وھو علی کل شیٔ قدیر۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے بستر پر آتا ہے تو اس کی طرف فرشتہ بھی لپکتا ہے اور شیطان بھی، فرشتہ کہتا ہے: (اپنی عملی سرگرمیوں کا) خاتمہ نیکی سے کرو اور شیطان کہتا ہے کہ خاتمہ بُرائی سے کرو، اگر (بندہ) اللہ کا ذکر کر لیتا ہے تو (شیطان تو بھاگ جاتا ہے[5]) اور فرشتہ رات بھر اسکی حفاظت کرتا ہے۔

اور جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ (اپنے عمل کی) شروعات بھلائی سے کرو اور شیطان کہتا ہے کہ شروعات بُرائی سے کرو، تو اگر وہ بندہ یہ کہہ لیتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَلَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا۔	تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے میری جان واپس لوٹائی اور اسے سونے کے درمیان ہی موت نہیں دی۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا[6]	تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ سرک نہ جائیں، اور اگر وہ سرک جائیں تو ان

---

[1] فی المستدرک الی آخر الآیۃ: ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ (سورۃ الحج آیت ۶۵)

[2] لفظ الحاکم: فان خر من دابۃ مات شہیدا، وان قام فصلی صلی فی الفضائل۔

[3] قال الہیثمی: رجالہ رجال الصحیح غیر ابراہیم بن الحجاج الشامی وھو ثقۃ۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۲۰)

[4] واقرہ علیہ الذہبی۔ (المستدرک ص ۵۴۸ مع التلخیص) [5] مستدرک حاکم کی روایت میں یہ اضافہ بھی موجود ہے۔

[6] حدیث شریف میں آیت "تزولا" تک لکھ کر آخر آیت تک پڑھنے کا اشارہ دیا گیا ہے ہم نے سہولت کیلئے پوری آیت لکھدی ہے۔

إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا [1]	دونوں کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی تھام نہیں سکتا یقیناً وہ بڑا برداشت کرنے والا بخشنے والا ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ [2]	تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو آسمان کو زمین پر آپڑنے سے روکے ہوئے ہے جب تک کہ خود اسی کا حکم نہ ہو جائے (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا شفیق مہربان ہے۔)
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔	تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تو اس کے بعد اگر وہ اپنی چارپائی یا تخت سے (یا کسی جانور کی پیٹھ پر[3] سے یا کسی اور طرح) گر کر مر جائے تو سیدھا جنت میں جائے گا۔

تشریح: سوتے وقت ذکر اللہ کرنے کا اثر یہ تھا کہ ساری رات فرشتہ حفاظت کرتا رہا، اسی طرح صبح اُٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی یاد کا اثر یہ ہے کہ یا تو اس کے سارے کام ٹھیک ترتیب سے انجام پائیں گے۔ جیسا کہ ان دُعاؤں کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے، اور اگر خدا نخواستہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ جو بہرحال کبھی نہ کبھی پورا ہونا ہی ہے۔ تو (اس کی یہ موت شہادت[4] ہوگی اور) اس کا جنت میں داخلہ یقینی ہوگا۔

صبح کے وقت کی دُعائیں اوپر آچکی ہیں۔

---

[1] سورہ فاطر، آیت ۴۱۔ [2] سورہ الحج، آیت ۶۵۔

[3] مستدرک حاکم میں چارپائی یا تخت کے بجائے جانور کی پیٹھ کا لفظ ہے۔

[4] جیسا کہ مستدرک حاکم کی روایت کے الفاظ ہیں۔

جب دل میں وسوسے پیدا ہوں :

(۹۰۰) عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان احدکم یاتیه الشیطان فیقول: مَن خَلَقَكَ ؟ فیقول: الله، فیقول: مَن خلق الله؟ فاذا وجد ذٰلك احدکم فلیقل: آمنت بالله ورسوله فان ذٰلك یذھب عنه۔

رواه احمد باسناد جید وابو یعلی والبزار، ورواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط عن عبدالله بن عمرو، وعند البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرة رض نحوه وفیه: حتی یقول: من خلق رَبّكَ ؟ فاذا بلغه فلیستعذ بالله وَلْیَنْتَهِ۔ وفی روایة لابی داؤد والنسائی: فقولوا: الله احد، الله الصمد، لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد، ثم لیتفل عن یساره ثلاثا ولیستعذ بالله من الشیطان الرجیم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے پاس شیطان آتا ہے اور (دل ہی دل میں) پوچھتا ہے: تجھے کس نے پیدا کیا؟ آدمی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے، اس پر وہ کہتا ہے: اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ کیفیت محسوس کرو تو کہو آمنتُ باللهِ ورسوله (میں اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں) اس سے وہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ شیطان پھر پوچھتا ہے: تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ نوبت آجائے تو اعوذ باللهِ من الشیطان الرجیم پڑھے اور (اس سوچ فکر سے) رک جائے (دھیان ادھر سے ہٹالے)۔

اور ایک روایت میں اللہ احد، اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد پڑھنے اور تین بار بائیں طرف تھتکارنے کا اور اعوذ باللہ من

الشیطان الرجیم پڑھنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

(۱۰۹) وعن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال: تمنیت انی اکون سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماذا ینجینا مما یلقی الشیطان فی انفسنا۔ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ: قد سألتہ عن ذلک فقال: ینجیکم منہ ما امرت بہ عمی ان یقولہ فلم یقلہ۔ (رواہ احمد باسناد جید حسن[1])

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اپنی) اس تمنا کا اظہار کیا کہ کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ لیا ہوتا کہ ہمارے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے اس سے بچاؤ کس چیز کے ذریعہ ہو سکتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپؐ سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا: تمہیں اس سے وہی چیز نجات دلا سکتی ہے جو میں نے اپنے چچا (ابوطالب) سے کہلوانی چاہی تھی اور انھوں نے اس کو نہیں کہا تھا (یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

تشریح: اوپر حدیث ۱۰۶ میں آچکا ہے کہ ذکر اللہ انسان کے لئے شیطان سے بچانے والا محفوظ قلعہ ہے، ان احادیث میں بھی شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لئے مختلف شکلوں سے اللہ کا ذکر ہی کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

انسان اپنی عام زندگی میں جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو بھلائے رکھتا ہے اتنا ہی شیطان کا اثر اس پر زیادہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (سورہ زخرف آیت ۳۶) (جو اندھا بن جائے خدا کی یاد سے اس پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے)

---

[1] فی فرح: من۔ [2] وعبد الرحمن بن معاویۃ ابو الحویرث وثقہ ابن حبان، ولہ شواھد۔ (الترغیب)۔

شیطان وسوسے ہر شخص کے دل میں ڈالتا ہے مگر اس کا اثر ہر شخص پر اس کے اپنے ایمانی اور یقینی حالات وکیفیات اور طبعی قوت یا ضعف کے مطابق ہوتا ہے، سب سے تیز اثر اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ جن افراد کی قوتِ یقین بتوفیقِ الٰہی اس درجہ تک گرنے سے بچا لیتی ہے اور ان کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے ان کو وہ گھریلو جھگڑوں محلہ پڑوس سے دنگے فساد اور شہری امن وسکون کو غارت کرنے پر لگا دیتا ہے، جن بندوں کو خدا تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے اُن پر شیطان کا اثر صرف اِس قدر رہ جاتا ہے کہ وہ ان کے دل کے آئینہ پر گندے خیالات کا عکس ڈالتا رہے جسے ان کی ایمانی قوت اور یادِ الٰہی کا نور مٹا دیتا ہے۔ یہ اثر چونکہ بہت کمزور ہوتا ہے اس لئے کسی بد عملی پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ بندے کا ان خیالات کو بُرا سمجھنا اور ان سے بچنے کی کوشش کرنا اس کے ایمان کی واضح دلیل ہوتی ہے جس کو زبانِ نبوّت نے صریح ایمان کہا ہے[۱]۔

اگر انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں ہر ہر موقع پر خدا کے حکموں اور اس کی پابندیوں کا خیال رکھے تو شیطان اس پر قابو نہیں پا سکتا اور اس کے باوجود اگر کبھی وسوسے آئیں تو حدیث کی مذکورہ چیزوں میں سے کوئی سی چیز پڑھ لی جائے۔ وسوسے کے وقت ذکرِ الٰہی کے علاوہ بائیں طرف تُھتکارنا بھی خاص اثر رکھتا ہے، یہ مضمون اوپر حدیث ۸۹۵ و ۸۹۶ میں بھی آچکا ہے اور آئندہ حدیث میں بھی آرہا ہے۔

جب نماز میں وسوسے آئیں:

(۹۰۲) عن عثمان بن ابی[۲] العاص رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی وبین صلاتی وقراءتی یلبسھا علیّ

---

[۱] مسلم عن ابی ہریرۃ رضؓ (مشکوٰۃ ص۱۷) [۲] سقط لفظ ابی من ح۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ذاک شیطان یقال لہ خِنْزَبٌ[1]، فاذا أَحْسَسْتَہٗ فتعوذ باللہ[2] واتفل[3] عن یسارک ثلاثا قال: ففعلت ذلک فاذھبہ اللہ عنی۔ (رواہ مسلم)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز و قراءت کے درمیان آگھستا ہے اور میری نماز میں بھول ڈال دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک (خاص قسم کا) شیطان ہے جسے خِنزَب[4] کہتے ہیں، جب تم ایسا محسوس کرو تو خدا سے پناہ مانگو (یعنی اعوذ باللہ پڑھو) اور اپنی بائیں طرف تین بار تھتکارو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے میری وہ کیفیت دور کردی۔

تشریح: یہ تھتکارنا[5] یا تو نماز کے اندر ہی ہوگا اس صورت میں ایک دو بار ہلکے سے کردیا جائے جس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، یا پھر نماز سے فارغ ہوکر کیا جائے[6]۔

---

[1] بکسر الخاء المعجمة وسکون النون وفتح الزاء ای بعدھا باء موحدة ۔ (الترغیب)، وھو الجری علی الفجور (القاموس ج ۱ ص [illegible])

[2] ف، باللہ منہ۔

[3] التفل نفخ معہ ادنیٰ بزاق ۔ (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص [illegible])

[4] خنزب کا لفظی مفہوم ہے۔ بے باک مجرم، ڈھیٹ۔

[5] تھتکارنے کی حقیقت یہ ہے کہ خفا قوت سے پھونکا جائے جس میں ہوا کے ساتھ بہت معمولی اخراج لعاب کا بھی شائبہ ہو (مجمع البحار)

[6] دیکھئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص [illegible]۔

توبہ اور استغفار کا بیان[1]

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک ملکوتی (فرشتوں والی) صلاحیت رکھی ہے جو اس کو ایمانی کمالات، نیک اعمال، حُسنِ اخلاق اور اچھی عادات کی طرف توجہ دلاتی ہے اور دوسری صفت بہیمی (حیوانی) رکھی ہے جو سفلی تقاضے رکھتی ہے، کھانا پینا سونا۔ یا اسی طرح سُستی، غفلت، بدعملی، نافرمانی، غصہ اور جنگ و جدال یہ سب اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔

انسان کی اندرونی دنیا میں ان دونوں طاقتوں کی جنگ برابر جاری رہتی ہے اس کی جب پہلی صلاحیت طاقتور ہوتی ہے تو فرشتوں والے اعمال میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ چونکہ ایک قسم کے تقاضوں کو قربان کر کے ان اعمال کو کرتا ہے اس لئے اجر و انعام کا مستحق ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فرشتے اس اجر و انعام کے مستحق نہیں ہوتے اسلئے کہ انھیں فرمانبرداری کرنے کے لئے اپنے کسی جذبے کو قربان کرنا نہیں پڑتا۔

دوسری طرف جب انسان کی بہیمی (حیوانی) صفت حاوی ہوتی ہے تو اس سے گناہوں کا ظہور ہوتا ہے اور یہ چونکہ اس کے اندر فطری طور پر رکھی ہوئی ایک صفت کا تقاضہ ہوتا ہے اِس لئے یہ کسی قدر معذور بھی ہے اور اسی تھوڑی سی معذوری نے اس کے لئے بخشش اور معافی کے دروازے کھلوا دیئے ہیں۔

انسان سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو ـــ اگر اس کی ملکوتی صلاحیت

---

[1] مصنف نے استغفار کا بیان یہاں اور توبہ کا بیان اخیر میں زہد و قناعت کے بیان کے ساتھ کیا ہے۔ (جلد۲ ص۲۵۳) ہم نے مضمون کی مناسبت سے دونوں کو یہاں اکٹھا کر دیا ہے۔

اور قوتِ ایمانی بالکل مُردہ نہیں ہوگئی ہے تو ـــ اس کو فوراً یا کچھ دیر بعد اپنی اِس کوتاہی اور نافرمانی کا احساس ہوتا ہے اور اس بغاوت و سرکشی پر شرمندہ اور نادم ہوکر تابعداری و فرمانبرداری کی طرف لوٹ آنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے، بس اسی ندامت اور لوٹ آنے کا نام توبہ ہے۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی گناہ کو گناہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دینا اور اس پر نادم ہونا، اس فیصلہ کے ساتھ کہ آئندہ قدرت پانے اور مواقع فراہم ہونے کے باوجود یہ گناہ نہ کروں گا[1]۔ اور پھر جن اعمال کے ذریعہ اس کوتاہی کی تلافی ممکن ہو اُن سے اس کی تلافی کرنا[2]۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ندامت ہی توبہ[3] ہے، اس لئے کہ جو شخص اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہے وہ توبہ کی ساری مذکورہ شرطیں پوری کرسکتا ہے، اور اگر ندامت نہ ہو تو ہزار وعدے وعید اور عہد و پیمان سب بیکار ہیں۔

نمازِ توبہ جلد دوم حدیث نمبر ۳۰۸ میں[4] آچکی ہے۔

(۹۰۳) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: یقول اللہ عزوجل: یا ابن آدم کلکم مذنب الامن عافیتُ فاستغفرونی اغفر لکم، وکلکم فقیر الامن اغنیت فاسألونی أُعطِکم، وکلکم ضال الامن هدیتُ فاسألونی الهدی اهدکم، ومن استغفرنی وهو یعلم انی ذو قدرة علی ان أغفِرَ له غفرت له ولا ابالی۔

ولوان اولکم وآخرکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم[5] اجتمعوا علی قلب

---

[1] موسوعۃ اصطلاحات العلوم الاسلامیہ ج ۱ صـ۶۳۱ (کشاف اصطلاحات الفنون، سابقاً)۔

[2] مفردات القرآن للراغب الاصفہانی (بہامش النہایہ ج ۱ صـ۶۳۱)۔

[3] دیکھئے حدیث صـ۹۰۷، صـ۹۱۶، صـ۹۱۷ [4] صفحہ ۱۲۷۔ [5] ولفظ مسلم: لوان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم۔ (صـ۲۹۶) والرطب والیابس عبارۃ عن الاستیعاب۔ (مجمع بحار الانوار ج ۲ صـ۶۳۱)۔

اشقی قلب[۱] رجل واحد منکم ما نقص ذٰلک من سلطانی مثل جناح بعوضة،

ولو ان اولکم وآخرکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم اجتمعوا علی اتقی

قلب رجل واحد منکم مازادوا فی سلطانی مثل جناح بعوضة۔

ولو ان اولکم وآخرکم وحیکم ومیتکم ورطبکم ویابسکم سألونی حتی

تنتھی مسالة[۲] کل واحد منھم فاعطیتھم ما سألونی ما نقص ذٰلک مما

عندی کمغرز ابرة لو غمسھا احدکم فی البحر، وذٰلک انی جواد، ماجد، واحد،

عطائی کلام، وعذابی کلام، انما امری لشیء اذا اردتہ ان اقول لہ کن فیکون۔[۳]

(رواہ مسلم والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والبیہقی واللفظ لہ وفیہ شہر[۴] بن حوشب وابراہیم بن طہمان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹو! تم سب کے سب گنہگار خطاکار ہو سوائے اُس شخص کے جسے میں ہی (گناہ سے) بچائے رکھوں اِس لئے تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اور تم سب کے سب فقیر و مفلس ہو سوائے اس شخص کے جسے میں ہی خوش حال بنا دوں اس لئے تم مجھ سے (خوشحالی) مانگو میں دوں گا۔ اور تم سب کے سب بے راہ ہو سوائے اُس شخص کے جسے میں ہی راہ سجھا دوں اسلئے تم مجھ سے ہدایت مانگو میں ہدایت دوں گا، اور جو مجھ سے معافی کا طلبگار

---

[۱] ولفظ مسلم: کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم۔ ولفظ ابن ماجۃ: اجتمعوا فکانوا علی قلب اتقی عبد من عبادی۔ (ص۳۴۲)۔

[۲] ولفظ ابن ماجۃ: فسال کل سائل منھم ما بلغت امنیتہ۔ (ص۳۴۲) [۳] تقدم فی حدیث ۱۳۵ بالباب ۸ [illegible]

[۴] وثقہ الجمہور وضعفہ بعضہم وانما ذلک لانہ رُمی بالارجاء قال الذہبی فلا عبرۃ بقول من ضعفہ وقال احمد: صویلح الحدیث

(میزان الاعتدال ج ا ص۱۹)

ہوا اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھے یہ قدرت ہے کہ میں معاف کردوں تو میں اسے معاف کردیتا ہوں اور مجھے (اس بارے میں) کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔

فرض کرو اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندے مُردے، کچے اور پکے (سب کے سب) تم میں سے کسی نہایت ہی بدبخت آدمی کا سا دل لے کر اکٹھے ہوجائیں تب بھی میری بادشاہت میں سے ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

اور اگر فرض کرو تمہارے اگلے پچھلے، زندے مُردے، کچے اور پکے (تمام کے تمام) کسی نہایت ہی پرہیزگار آدمی کا سا دل لے کر جمع ہوجائیں تو میری بادشاہت میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کچھ اضافہ نہیں کریں گے۔

اور اگر فرض کرو تمہارے اگلے پچھلے، زندے مُردے، کچے اور پکے (سارے کے سارے) مجھ سے سوال کریں اور ہر ایک (صرف اپنی ضرورت ہی کی چیزیں نہیں بلکہ) اپنا آخری زیادہ سے زیادہ سوال کرے (اور ایک روایت[1] میں ہے کہ ہر ایک اپنی آرزوؤں کی آخری حد تک مانگ لے) اور میں ان سب کی مانگیں پوری کردوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سُوئی ڈبو کر نکالنے سے آتی ہے، اور یہ بات اس لئے ہے کہ میں بڑا کریم بڑا عالی مرتبہ اور تنِ تنہا ہوں، میری بخشش بھی بس ایک بات ہے، اور میرا عذاب بھی ایک بات ہے، میرا معاملہ تو یہ ہے کہ میں جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے وجود میں آنے کے لئے کہہ دیتا ہوں وہ فوراً موجود ہوجاتی ہے۔

---

[1] اور ایک روایت میں ہے کہ تمام انسان اور جنات۔

حدیث کے راوی سعید کہتے ہیں کہ ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان فرماتے تھے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کا ہر ہر لفظ ٹھہر ٹھہر کر غور و فکر سے پڑھنے کے قابل ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی ایک گناہ سے بچنا اور کسی ایک چھوٹی سی نیکی کا کرنا یا دنیا کی نعمتوں میں سے کوئی ایک ذرہ بھی حاصل کرنا خدا کی توفیق و عنایت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی کی نیکی یا بدی سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہے۔

کوئی پرواہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ بہت سارے گناہ کر کے یہ نہ خیال کرے کہ میرے ایسے بڑے پاپی کو خدا کیا بخشے گا، خدا تعالیٰ انسان کے وہم و گمان سے کہیں زیادہ غفور و رحیم ہے، اگر اس کی لامحدود اور بے پایاں مغفرت کا یقین کر کے بخشش مانگی جائے تو وہ ضرور بخش دیتا ہے، انسان کے گناہوں کے ذرّے اس کی مغفرت کے سمندروں کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

(۹۰۴) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قال ابلیس: وعزتک وجلالک[1] لا ابرح اغوی عبادک ما دامت ارواحھم فی اجسادھم، فقال: وعزتی وجلالی لا ازال أغفرُ لھم ما استغفرونی۔

(رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی فی الاوسط واحد اسنادی احمد رجالہ رجال الصحیح وکذلک احد اسنادی ابی یعلی[2] والحاکم من طریق دراج[3] وصححہ الحاکم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس (شیطان) نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا (تھا): تیری

---

[1] لیس فی ف ح۔ [2] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۷۔ [3] تقدم فی رقم ۔۔

عزت اور جلال کی قسم تیرے بندوں کے جسموں میں جب تک جان ہے میں انھیں برابر بھٹکاتا رہوں گا، اس پر (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بخشتا ہی رہونگا۔

گناہ دلوں کا میل اور استغفار ان کی صفائی ہے :

(۹۰۵) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: ان العبد اذا اخطأ خطيئة نُكِتَتْ فی قلبه نكتة[1]، فان هو نزع واستغفر صُقِلَتْ، فإن عادَ زِيدَ فيها حتی تعلو قَلْبَه، فذلك الرّان الذی ذكره[2] الله تعالیٰ: كلا بل ران علی قلوبهم ما كانوا يكسبون۔

(رواه الترمذی وقال حديث حسن صحيح والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاكم من طريقين قال فی احدهما صحيح علی شرط مسلم[3])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک (سیاہ) دھبہ پڑجاتا ہے، پھر اگر وہ اس (گناہ) سے الگ ہوجاتا اور استغفار کرلیتا ہے تو وہ دھبہ صاف ہوجاتا ہے اور اگر دوبارہ کرتا ہے (اور کرتا رہتا ہے) تو اس دھبے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ (بڑھتے بڑھتے) اس کے (پورے) دل کو گھیر لیتا ہے، اور یہی ہے وہ زنگ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ تطفیف۔ آیت ۱۴) یعنی ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا زنگ چھا گیا ہے۔

---

[1] النكتة: بضم النون وبالتاء الثناة فوق: هی نقطة شبه الوسخ فی المرآة۔ (الترغيب ج ۲ ص ۲۶۸)۔

[2] فی ف، ح: ذكره الله تعالی۔ [3] الترغيب ج ۲ ص ۲۶۸، ج ۲ ص ۳۱۱، ج ۴ ص ۹۳۔

تشریح: انسان کا دل جب زنگ آلود ہو جاتا ہے تو بھلائی کی باتیں اس کی سمجھ میں بہت کم آتی ہیں اور نیکی کی طرف اس کی طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اس کا ذمہ دار خود انسان ہے کیونکہ یہ اسی کی کرنی کا پھل ہوتا ہے۔

(۹۰۶) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: التائب من الذنب کمن لاذنب له۔

(رواه ابن ماجة والطبرانی کلاھما من روایة ابی عبیدة بن[1] عبد الله بن مسعود عن ابیه، ولم یسمع منه، ورواة الطبرانی رواة الصحیح، ورواه ابن ابی الدنیا والبیہقی مرفوعاً ایضاً من حدیث ابن عباس وزاد: والمستغفر من الذنب وهو مقیم علیه کالمستهزئ بربه، وقد روی بهذه الزیادة موقوفاً ولعله اشبه)

حضرت[2] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ گناہ سے توبہ کر کے اسی پر قائم رہنے والا ایسا ہے جیسے اپنے پروردگار سے دل لگی کرنے والا۔

تشریح: سچی توبہ گناہوں کے اثرات کو بالکل مٹا دیتی ہے اور گناہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر پھر بشری کمزوری سے دوبارہ گناہ ہو جاتا ہے تو دوسری چیز ہے اور ایسی حالت میں انسان کو دوبارہ توبہ کر لینی چاہئے مگر گناہ اور

---

[1] ھو احمد بن عبداللہ ویعرف بابی عبیدة بن ابی السفر الکوفی صدوق یہم۔ (التقریب ص۹ و ص۴۲۴)

[2] یہ اور آگے کی کچھ حدیثیں اصل کتاب الترغیب والترہیب کی چوتھی جلد "کتاب التوبہ والزھد" سے اپنی الگ اور آزاد ترتیب سے نقل کی جا رہی ہیں۔

بُرائی پر قائم رہتے ہوئے توبہ کرنا اور گناہ سے الگ نہ ہونا توبہ کی توہین اور خدا تعالیٰ سے مذاق کرنا ہے۔

(۹۰۷) وعن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان امرأۃ من جھینۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی حبلی من الزنا، فقالت: یا رسول اللہ اصبتُ حدًّا فاَقِمْہ علیّ فدعا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیھا فقال: اَحْسِنْ الیھا، فاذا وضعت فائتنی بھا ففعل فامر بھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشُدَّتْ علیھا ثیابھا، ثم امر بھا فرُجِمَتْ، ثم صلّی علیھا، فقال لہ عمر: تصلّی علیھا یا رسول اللہ وقد زَنَتْ؟ قال: لقد تابت توبۃً لو قُسِمَتْ بین سبعین من اھل المدینۃ لوَسِعَتْھُمْ، وھل وجدتَ افضل من اَنْ جادت بنفسھا للہ عزوجل۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت زنا کا حمل لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں حد (سزا) کی مستحق ہو گئی ہوں وہ جاری کر دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر کے بڑے کو (یعنی ذمہ دار کو) بُلایا اور اسے ہدایت کی کہ اسے اچھے سلوک کے ساتھ رکھو اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس (عورت) کو میرے پاس لانا اس شخص نے ایسا ہی کیا (وہ عورت پیش ہوئی) آپ نے اس کے کپڑے جسم پر کس دینے کا حکم دیا (تاکہ پتھر لگنے کے دوران کپڑے کھل کر بے پردگی نہ ہو) پھر آپ نے حکم دیا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا (یعنی پتھر مار مار کر ختم کر دیا گیا) پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

لہ فی ح: الحصین وکذا فی نسخۃ بہاشش ق۔

عرض کیا: اللہ کے رسولؐ اس نے زنا کیا تھا پھر بھی آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی؟ (مطلب یہ تھا کہ ایسی بدکار عورت کو آپؐ نے یہ عزت کیوں بخشی؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر اسے مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کردیا جائے تو سب کے (بخشوانے کے) لئے کافی ہوگی، تم اس سے بہتر اور کیا چیز سمجھتے ہو کہ وہ خود سے پیش ہو کر اللہ کی خوشنودی کی خاطر پاک ہوئی ہے؟

تشریح: انسان کا آخرت کا یقین اگر پختہ اور کامل ہے تو وہ گناہ کی سزا آخرت میں بھگتنے کے بجائے دنیا ہی کی فانی زندگی اس کے لئے قربان کردینے کو تیار ہو جاتا ہے، اس خوش نصیب عورت کے اسی یقین نے خود کو سنگسار کرانے کے لئے پیش کردیا، اس کا ایمان، اس کی توبہ اور اس کی پاک باطنی ہم سب کے لئے قابلِ رشک ہے۔

اِس حدیث شریف میں ہمارے لئے بہت سارے سبق ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ پیدا ہونے تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا اس سے سبق ملتا ہے کہ گناہ سے نفرت اچھی چیز ہے مگر گناہ سرزد ہو جانے کے بعد خود انسان قابلِ نفرت اور ہر اچھے سلوک کے لئے غیر مستحق نہیں ہو جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں آپؐ نے جو کچھ فرمایا اس سے سبق ملتا ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرلے تو اب اس سے نہ کسی قسم کی نفرت کا اظہار کیا جائے اور نہ اس بُرائی کا پھر تذکرہ کیا جائے۔

گناہ ہو جانا تو بشر کے لئے کوئی انوکھی بات نہیں ہے اور نہ ایمان و تقویٰ کے منافی ہے مگر گناہ ہونے کے بعد بے فکر رہنا اور اسے کوئی خاص بات نہ سمجھنا یہ چیز ایمان و تقویٰ کے بالکل خلاف ہے، اس عورت سے گناہ ہو گیا یہ تو اس کی بشری کمزوری تھی مگر ایمانی قوت دیکھئے کہ وہ چین سے نہ بیٹھ سکی۔ ہم اپنے اندر

ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا واقعی ہم بھی اسی طرح گناہ کے بعد بے چین ہوجاتے ہیں؟ اور اِس وقت جو ہم چین سے بیٹھے ہوئے ہیں کیا ہماری زندگی میں کوئی گناہ نہیں ہوا ہے؟ — اگر ایسا نہیں ہے اور ہماری زندگی میں کچھ نہ کچھ گناہ ہوئے ہیں تو ہمیں فوراً توبہ کرنی چاہئے۔

توبہ قبول کرنے کے لئے خدا کی پُکار:

(۹۰۸) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ عزوجل یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیٔ النہار ویبسط یدہ بالنہار لیتوب مسیٔ اللیل حتی تطلع الشمس من مغربہا۔ (رواہ مسلم والنسائی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے (اور خدا کی طرف جُھک جائے) اور دن کو بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے (اور خدا کی طرف متوجہ ہوجائے اسی طرح مہلت ملی ہوئی ہے) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوجائے۔

تشریح: ہاتھ بڑھانے سے مُراد یہ ہے کہ توبہ قبول کرنے کے لئے خوشی سے تیار ہے اور دن رات اعلانِ عام ہے کہ بڑے سے بڑا پاپی اور مجرم آئے اور اپنے گناہوں پر نادم ہوکر خدا کی رحمت کے سائے میں جگہ پالے۔

توبہ کے دروازے کُھلے ہوئے ہیں:

(۹۰۹) عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربہا تاب اللہ علیہ۔

(رواہ مسلم[1])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھم سے سورج نکلنے سے پہلے پہلے جو توبہ (کرکے اللہ کی طرف توجہ) کرلے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف متوجہ ہوجائے گا اور اس کی توبہ قبول فرمالے گا)

تشریح: خدا تعالیٰ سے جو بھی گناہگار معافی مانگتا ہے وہ معاف کردیتا ہے۔ اس مہلت کی دو۲ حدیں ہیں۔ (۱) پوری دنیا کے لحاظ سے تو یہ ہے جو اس حدیث میں بیان کی گئی، قیامت سے کچھ پہلے ایک وقت آئے گا جبکہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے گا اس وقت جو لوگ دنیا میں ہونگے وہ اس کے بعد اگر توبہ کرینگے تو وہ قبول نہ ہوگی۔

(۲) دوسری حد ہر شخص کے اپنے لحاظ سے یہ ہے کہ جب تک اس کی زندگی کے خاتمے کا بگل نہیں بج جاتا ہے یعنی موت آکر اس کی گردن نہیں دبالیتی اسوقت تک اس کے لئے توبہ کی مہلت ہے، موت کے فرشتے نظر آنے کے بعد توبہ کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ یہ مضمون حدیث نمبر ۹۱۲ میں آرہا ہے۔

(۹۱۰) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للجنة ثمانية ابواب: سبعة مغلقة، وباب مفتوح للتوبة حتى تطلع الشمس من نحوه[2]۔

(رواہ ابو یعلیٰ[3] والطبرانی باسناد جید[4] [والحاکم[5] وصححه وابوبکر بن ابی شیبة[6]])

---

[1] وقد ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۹۸ وقال رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ الحسن بن ابی جعفر وهو ضعیف۔
قال عبد اللہ طارق: ذکرہ فیہ سهو منه فانه لیس من الزوائد۔
[2] من نحوہ ای من جهته (فیض القدیر ج ۵ ص۲۵۳) [3] فی مجمع الزوائد: احمد و بهامش: فی نسخة: ابو یعلی یعنی مکان احمد۔
[4] وبه قال الهیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۹۸ [5] الجامع الصغیر (فیض القدیر ج ۵ ص۲۵۳)
[6] من المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة ج ۳ ص۱۹۶ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں سات تو بند ہیں ایک دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے جب تک کہ سورج مغرب سے نہیں نکل آتا ہے۔

(۹۱۱) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو اخطاتم حتی تبلغ السماءَ[1] ثم تُبْتُم لتاب اللہ علیکم۔ (رواہ ماجۃ باسناد جید[2])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم خطائیں کرو اور وہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔

(۹۱۲) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قالت قریش للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: ادع لنا ربك يجعل لنا الصفا ذهبًا، فان اصبح ذهبًا اتبعناك فدعا ربه فاتاه جبريل عليه السلام فقال: ان ربك يُقرِئُكَ السلام، ويقول لك: ان شئتَ اُصبِحُ لهم الصفا ذهبًا، فمن كفر منهم عذبته عذابًا لاَ اُعَذِّبُه احدًا من العالمين، وان شئتَ فتحتُ لهم بابَ[3] التوبة والرحمة؟ قال: بل باب التوبة والرحمة۔ (رواہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح[4])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ قریش (کے لوگوں) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنے رب سے دعا کیجئے وہ صفا (پہاڑ) کو ہمارے لئے سونے کا بنا دے، اگر وہ سونے کا ہو گیا تو ہم آپ کے متبع

---

[1] ن ق: الشمس وبہامشہ نسخۃ السماء وعلیہما رمز کذا۔ فکأنّ الناسخ لم یر صوابًا ان یکون "الشمس" فی المتن "والسماء" بالہامش ولکنہ نقل کما وجد۔ واللہ اعلم۔

[2] وقال العراقی اسنادہ حسن، ورواہ احمد وابو یعلی عن انسؓ قال الہیثمی رجالہ ثقات۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۳۱۲)

[3] ن ق: یارب التوبۃ وبہامشہ نسخۃ: باب۔

[4] وبہ قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۶، ورواہ الحاکم وصححہ ووافقہ الذہبی۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۴۰)

ہوجائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا فرمائی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان کے لئے صفا کو سونے کا بنا سکتا ہوں مگر اس کے باوجود) جو اِن میں سے اپنے کُفر پر باقی رہا تو میں ان کو وہ عذاب دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لئے توبہ کے اور رحمت کے دروازے کھول دوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی کہ بس توبہ کے اور رحمت کے دروازے ہی کھول دے۔

(۹۱۴) وعن عبد الله بن عمر[1] رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیہ وسلم قال: ان الله یقبل توبة العبد مالم یُغَرغِر[2].

(رواه [احمد[3] و] ابن ماجة والترمذی وقال: حدیث حسن[4] وابن حبان[5] والحاکم وصححه ووافقه الذهبی[6]، وابو یعلی والطبرانی والبیهقی فی شعب الایمان وابو نعیم فی الحلية[7])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک موت کے اثر سے اس کی آواز نہ بدلنے لگے۔

تشریح: یعنی جب زندگی کا خاتمہ ہونے لگے اور آخری سانس آنے لگیں اور خود

---

[1] فی ق: عمرو، وبهامشه نسخة عمر. وقد وقع فی بعض نسخ ابن ماجة قدیما "عبد الله بن عمرو" وهو خطأ نبه علیه ابو الحجاج المزی فی الاطراف ج ۵ ص ۳۳۵ وابن کثیر فی تفسیره ج ۱ ص ۴۶۳ تحت قوله تعالیٰ: انما التوبة علی الله الآیة ط مکتبة التجاریة مصر ۱۳۵۶ھ). [2] یغرغر بغینین معجمتین الاولی مفتوحة والثانیة مکسورة وبراء مکررة، معناه: مالم تبلغ روحه حلقومه فیکون بمنزلة الشیٔ الذی یتغرغر به (الترغیب). [3] المسند ج ۹ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۶۱۶۰۔

[4] وفی الاطراف انه قال: حسن غریب۔ [5] موارد الظمآن ص ۶۰۶ رقم الحدیث ۲۴۴۹۔

[6] المستدرک مع تلخیصه ج ۴ ص ۲۵۷۔ [7] حلیة الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰ وراجع الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر ص ۴۰

انسان کو اپنی موت آنکھوں سے نظر آجائے تو اب توبہ کا وقت ختم ہوگیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنی نادانی (اور بشری بھول چوک) سے گناہ کرلیتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، اور جو لوگ برابر گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں یہاں تک کہ موت انھیں آدبوچتی ہے اور اس وقت وہ کہتے ہیں کہ میں توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی توبہ قبول نہیں[1]۔

ملک الموت کے آدبانے کے بعد تو فرعون بھی ایمان کی بات کرنے لگا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو بولا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں[2] — اس پر فرمایا گیا: اب یہ کہتا ہے اور پہلے سے نافرمانیاں کرتا رہا اور فسادیوں میں رہا[3]۔

جیسا گناہ ویسی ہی توبہ:

(۹۱۴) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: قلت: یارسول اللہ اوصِنی، قال: علیك بتقوی اللہ ما استطعتَ، واذکر اللہَ عند کل حجر و شجر، وما عمِلت من سوءٍ فأحدِث له توبةً، السِّرّ بالسِّرِّ والعلانیةَ بالعلانیةِ۔

(رواہ [احمد فی الزہد[4]] الطبرانی باسناد حسن الا ان عطاء لم یدرک معاذاً، ورواہ البیہقی فادخل بینہما رجلاً لم یسمّ[5])

---

[1] سورۃ النساء آیت ۱۸، مزید دیکھئے تشریح حدیث ۹۰۹۔ [2]، [3] سورۂ یونس آیت ۹۰-۹۱

[4] الجامع الصغیر (فیض القدیر ج ۴ ص ۳۲۳)۔ [5] وقد رواہ البیہقی فی الزہد من روایة اسماعیل بن رافع المدنی عن ثعلبة بن صالح عن سلیمان بن موسیٰ عن معاذ قال: اخذ بیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمشی قلیلاً ثم قال: یا معاذ اوصیك بتقوی اللہ — فذکرہ بزیادة فی خلال الحدیث، وقد ذکرہ المصنف بعدمدة احادیث (ج ۴ ص ۱۱۲ الی ص ۱۱۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے، آپؐ نے فرمایا: (۱) جہاں تک بھی ہوسکے پرہیزگاری کو اپنا معمول بنالو۔ (۲) ہر پتھر اور ہر درخت کے پاس خدا کو یاد کرو (مطلب یہ کہ ہر حال میں اُسے یاد رکھو اور اس کے نام کا کلمہ پڑھتے رہو) (۳) اور جب بھی تم سے کوئی گناہ ہوجائے فوراً اسکے لئے نئی (تازہ) توبہ کرلو، پوشیدہ (گناہ) کے لئے پوشیدہ (توبہ) اور کُھلم کُھلا علی الاعلان (گناہ) کے لئے علی الاعلان (توبہ) ہونی چاہیئے۔

تشریح: فوراً تازہ بتازہ توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کے لئے کسی دوسرے وقت کا انتظار نہ کرو، اسی وقت اپنی غلطی محسوس کرکے دل میں نادم ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ زندگی کی مہلت کا کیا بھروسہ ہے خدا جانے کب دم نکل جائے۔

جو گناہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا ہے اس کی توبہ بھی سب لوگوں کے سامنے ہونی چاہیئے یعنی کسی مناسب طریقے سے لوگوں کے سامنے اس بات کا اظہار ضرور کردینا چاہیئے کہ میں اب اِس بُرائی سے الگ ہوں اور اس کو بُرا سمجھتا ہوں۔

بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی:

(۹/۵) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: للهُ اشد فرحًا بتوبة عبده حین یتوب الیه من احدکم کان علی راحلته بارضٍ فلاةٍ فانفلتت عنه وعلیها طعامه وشرابه فأیس منها فاتی شجرة فاضطجع فی ظلها قد أیس من راحلته فبینما هو کذلك اذا هو قائمة عنده فاخذ بخطامها، ثم قال من شدة الفرح: اللهم انت عبدی وانا ربك،

اخطأ من شدة الفرح۔ (رواہ مسلم [وروی ابو یعلیٰ نحوہ عن ابی موسیٰ بسند صحیح[1]])

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب خدا سے توبہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ (مثلاً) اس مسافر کو ہوسکتی ہے جو جنگل بیابان میں اپنے اونٹ پر (سفر کر رہا) تھا، وہ اونٹ اس سے بھاگ گیا، اسی پر اس کا کھانا پانی تھا (اس کو تلاش کیا) اور ناامید ہوکر (بھوک پیاس سے نڈھال ہوکر سخت گرمی اور دھوپ میں) ایک درخت کے پاس آیا اور (موت کے انتظار میں) اس کے سائے میں لیٹ گیا، اتنے میں دیکھتا کیا ہے کہ وہ اس کے پاس کھڑا ہوا ہے اس نے فوراً اس کی نکیل پکڑ لی اور خوشی کے غلبے سے کہہ اٹھا: اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب، بے پناہ خوشی میں غلط بول گیا۔

تشریح: اللہ رب العالمین اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہے، اولاد جب باغی ہو جاتی ہے تو ماں باپ کا کس قدر دل دکھتا ہے؟ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کے بندے اس سے بغاوت کریں گے تو اسے کتنا ناگوار ہوگا۔ اس کے بعد جب وہ بندے توبہ و استغفار کر کے اپنی بغاوت و سرکشی پر شرمندہ ہوکر اس کے پاس آجاتے ہیں تو اس کی خوشی کا بھی کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

ندامت ہی اصل توبہ ہے:

(۹۱۶) عن حُمَيْدٍ الطويل قال: قلتُ لانس بن مالك رضي الله عنه: أقال النبي صلى الله عليه وسلم: الندم توبةٌ؟ قال: نعم.

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۶ بخاری و مسلم میں حضرت حارث بن سوید کی روایت میں یہ قوسین کا اضافہ بھی موجود ہے۔ (الترغیب)

(رواہ ابن حبان[51] ورواہ [احمد[52] و] الحاکم وصححہ[53] [ووافقہ الذہبی[54]] عن عبداللہ بن معقل قال: دخلتُ انا وابی علی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقال لہ ابی: سمعتَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ۔ فذکر مثلہ)

حمید طویل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ (گناہ پر) شرمندہ ہونا ہی (اصل) توبہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

یہ حدیث اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(۹۱۷) وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما عَلِمَ اللہ مِن عبد ندامۃ علی ذَنْبٍ الا غفرلہ قبل ان یستغفرہ منہ۔

(رواہ الحاکم من روایۃ ہشام بن زیاد وھو ساقط[55] وقال صحیح الاسناد [وقال الذہبی: ہشام متروک[56]])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ گناہ پر شرمندہ ہے اسے گناہ سے توبہ کرنے سے پہلے ہی بخش دیتا ہے۔

تشریح: یہ مضمون قدرے تفصیل سے استغفار کے بیان کے شروع میں

---

[51] ۔ والبیہقی فی شعب الایمان۔ (الجامع الصغیر بشرحہ الفیض القدیر ج ۶ ص ۲۹۸)

[52] المسند ج ۱ ص ۳۷۶ ص ۴۲۳ [53] والبخاری فی تاریخہ وابن ماجہ۔ (الجامع) ومسدد والحمیدی فی مسندیہما (اش ق)

[54] المستدرک مع التلخیص للذہبی ج ۴ ص ۲۴۳۔

[55] قال الذہبی فی المیزان ج ۴ ص ۳۰۵ ہشام بن زیاد ابو المقدام البصری عن القرظی والحسن وعنہ شیبان بن فروخ وجماعۃ، ضعفہ احمد وغیرہ، وقال النسائی متروک، وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات، وقال ابوداؤد کان غیر ثقۃ، وقال البخاری یتکلمون فیہ۔ [56] المستدرک ج ۴ ص ۲۵۳

آچکا ہے۔

(۹۱۸) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، النادم ینتظر من اللہ الرحمۃ، والمُعجِب ینتظر المقت ـــ الحدیث۔

(رواہ الاصبہانی من روایۃ ثابت بن محمد الکوفی العابد، [وھو صدوق احتج بہ البخاری وغیرہ وفیہ مقال[۱]])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (اپنی غلطیوں پر) شرمندہ ہے وہ اللہ کی رحمت کے انتظار میں ہے (اس پر رحمتِ الٰہی نازل ہونے ہی والی ہے) اور (جو اپنی نیکیوں پر) فخر و ناز کرتا ہے وہ خدا کے غضب کا انتظار کر رہا ہے (اس پر عنقریب خدا کا غضب نازل ہونے والا ہے)۔

تشریح: آپ ابھی اوپر حدیث نمبر ۹۰۲ میں پڑھ[۲] چکے ہیں کہ کسی انسان سے جو کوئی نیکی بن آتی ہے وہ محض اللہ کا کرم ہوتا ہے، اسی کی توفیق سے آدمی بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے، جب حقیقت یہ ہے تو پھر نیکیوں پر فخر و ناز کیسا؟ خدا تعالیٰ ابھی اپنی توفیق سے محروم کر دے تو اچھے اچھے پارسا اور عبادت گزار نہ معلوم گمراہی کے کن گڑھوں میں ٹھوکریں کھانے لگیں، اس لئے نیکیاں کر کے بھی ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونے کے قابل ہو بھی سکیں یا نہیں۔

اور جو اپنے گناہوں پر شرمندہ ہے اس کے گناہ تو اس سچے دل کی شرمندگی نے معاف کرا لئے اب اس پر خدا کو پیار آرہا ہے اور وہ اُس پر اپنی رحمت کے بادل برسانے

---

[۱] رجال الترغیب۔ وقال ابو حاتم: صدوق وقال الحاکم: لیس بضابط و وثقہ مطین۔ (میزان الاعتدال ج ۱ صـ۱) احتج بہ البخاری فی صحیحہ و وثقہ ابو حاتم و مسلم و ذکرہ البخاری فی الضعفاء واورد لہ حدیثا و بین ان العلۃ فیہ من غیرہ (حاشیہ ق) قولہ مطر کذا بالہامش والصواب مُطَیّن وھو محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی الکوفی ابو جعفر من حفاظ الحدیث، کان محدث الکوفۃ توفی ۲۹۷ھ (الاعلام ج ۷، ص۹۹)۔ [۲] دیکھئے ص۱۰۳

ہی والا ہے۔

سَو آدمیوں کے قاتل کی توبہ :

(٩١٩) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کان فی مَن کان قبلکم رجل قتل تسعۃ وتسعین نفسًا، فسأل عن اَعلم اھل الارض، فدُلّ علی راھب فاتاہ فقال: اِنہ قتل تسعۃ وتسعین نفسًا فھل لہ مِن توبۃ؟ فقال: لا، فقتلہ فکمّل بہ مائۃ، ثُمّ سأل عن اعلم اھل الارض فدُلّ علی رجل عالم فقال: اِنہ قتل مائۃ نفس فھل لہ من توبۃ؟ فقال: نعم، من یحول بینہ[1] و بین التوبۃ، انطلق الی ارض کذا وکذا فاِن بھا اُناسًا یعبدون اللہ فاعبدِ اللہ معھم ولا ترجع الی ارضک فانھا ارضُ سوءٍ۔ فانطلق حتّٰی اذا نصَفَ الطریق، اتاہ[2] مَلَکُ الموت فاختصمت فیہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب، فقالت[3] ملائکۃ الرحمۃ: جاءتائبًا مقبلًا بقلبہ الی اللہ تعالٰی۔ وقالت ملائکۃ العذاب: اِنہ لم یعمل خیرًا قط، فاتاھم مَلَکٌ فی صُورۃ آدمی فجعلوہ بینھم، فقال: قیسوا ما بین الارضَین، فالی ایتھما کان ادنی فھو لہ، فقاسوا فوجدوہ اَدنٰی الی الارض التی اراد، فقبضتہ ملائکۃ الرحمۃ۔

وفی روایۃ: فکان الی القریۃ الصالحۃ اقرب بِشِبْرٍ فجُعِل من اھلھا۔

وفی روایۃ: فاوحی اللہ الی ھذہ ان تباعَدِی، والی ھذہ ان تقرّبِی، وقال: قیسوا بینھما فوجدوہ الی ھذہ اقرب بِشِبْرٍ فغُفِر لہ۔

وفی روایۃ: قال قتادۃ قال الحسن: ذُکِرلنا انہ لما اتاہ مَلَکُ الموت نأی

---

[1] فی ق: بینک۔ [2] فی ح: فاتاہ۔ [3] فی ق: فقال۔

بصدرہ نحوَھا۔ (رواہ البخاری ومسلم وابن ماجۃ بنحوہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص ہوا ہے جس نے ننیانوے آدمی قتل کر دیئے تھے (پھر اسے ندامت ہوئی) اور اس نے رُوئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا پتہ پوچھنا چاہا، اسے ایک راھب (عبادت گزار) کا پتہ بتایا گیا، وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ وہ ننیانوے قتل کر چکا ہے کیا اب اس کے لئے کوئی توبہ کی (صُورت) ہے؟ راھب نے کہا: نہیں۔ اس نے اسے بھی قتل کر کے سَو پورے کر دیئے (جب توبہ ہی نہیں رہی تو اپنا شوق بھی کیوں نہ پورا کرتا، مگر اس کے ضمیر نے پھر ملامت کی اور وہ شرمندہ ہوا چنانچہ) اس نے پھر معلومات کیں کہ دنیا کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اُسے ایک صاحبِ علم کا پتہ لگا وہ ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ وہ سَو آدمی قتل کر چکا ہے کیا اب بھی اس کے لئے کوئی توبہ کی صورت ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، توبہ سے کیا چیز رُک سکتی ہے تم فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور (دیکھو!) اپنے وطن نہ جانا وہ جگہ بُری ہے (اسی ماحول میں تم ایسے بُرے کاموں میں مبتلا ہوئے ہو) چنانچہ وہ شخص چل دیا (چلتے چلتے تقریبًا) آدھے راستے پر پہنچا تھا کہ موت کا فرشتہ آپہنچا، اور رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث شروع ہو گئی، رحمت کے فرشتے تو کہتے تھے کہ یہ توبہ کر کے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آیا تھا (اس لئے اس کی رُوح ہم نکالیں گے) اور عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ اس نے ایک بھی نیکی نہیں کی ہے (اس لئے اس کی رُوح ہم نکالیں گے) اتنے میں

ان کے پاس ایک فرشتہ (خدا کے حکم سے) انسانی شکل وصورت میں آیا ان دونوں فریقوں نے اس کو اپنا ثالث اور حَکَم بنالیا اس نے کہا کہ تم دونوں جگہوں کی (یہاں سے) مسافت ناپو، جس سے زیادہ قریب ہوگا انہی لوگوں میں اس کا شمار ہوجائے گا۔ انھوں نے مسافتیں ناپیں تو جس جگہ کے ارادے سے چلا تھا اسی کے زیادہ قریب پایا گیا اور رحمت کے فرشتوں نے اس کی رُوح قبض کرلی۔

ایک روایت میں ہے کہ نیک آبادی کی طرف (اپنی بستی کے مقابلے صرف) ایک بالشت قریب تھا اس لئے اسی کے باشندوں میں شمار ہوگیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس زمین کو حکم دیا کہ تو دُور ہوجا اور اُس (نیک آبادی) کو حکم دیا کہ نزدیک آجا اور پھر ان (فرشتوں) سے کہا کہ ناپو تو انھوں نے اسے اِس (نیک آبادی) سے ایک بالشت قریب پایا اسی پر اس کی مغفرت کردی گئی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قتادہ کہتے ہیں: حضرت حسن نے فرمایا: ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ اس کے پاس جب ملک الموت آیا (اور وہ مرنے کے لئے لیٹ گیا) تو سینے کے بَل (گھسٹ کر بھی) وہ اس (اپنی بستی سے) دُور ہٹتا تھا۔

تشریح: اِس حدیث میں کئی چیزیں غور طلب ہیں:

(۱) پہلی بار اس شخص کو جس کا پتہ بتایا گیا تھا وہ محض ایک عبادت گزار نیک آدمی تھا صاحبِ علم نہ تھا اِس لئے وہ اِس کی رہنمائی تو کیا کرتا اپنی ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ دوسری بار وہ جس کے پاس گیا وہ صاحبِ علم تھا، صحیح علمِ الٰہی کی شان یہی ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں بندے کو خدا سے دور اور اس کی رحمت سے نااُمید

نہیں ہونے دیتا

(۲) یہ شخص ایک بار اپنے گناہوں سے نادم ہو کر چلا تھا اور مزید ایک عظیم گناہ کر بیٹھا مگر پھر اس بار بھی اس میں کوئی سرکشی اور بغاوت نہ تھی اسے دوبارہ پھر ندامت ہوئی اور پھر کسی عالمِ مذہب کی تلاش میں نکلا، پھر اس عالم نے جس طرح بتایا فوراً وہاں سے وہیں عبادت کے لئے چلدیا، اور جب مرنے لگا تو آخری سانس تک جب تک چل سکا چلا اور جب نہیں چل سکتا تھا تو گھسٹ کر بھی اپنے مقصد کے لئے کوشش کی غور کیجئے اللہ کی طرف اس کی لگن کتنی سچّی اور شوقِ عبادت کس قدر طاقتور تھا، بس جب اِتنے جاندار شوق اور اتنی سچّی لگن سے چل پڑا تو اب خواہ کسی نیک عمل کی نوبت نہ آئے یہ جذبہ ہی سب کچھ ہے۔

(۳) آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اس شخص کو ان عالم صاحب نے توبہ کے الفاظ نہ خود کہلوائے نہ کچھ مخصوص الفاظ میں توبہ کرنے کی ہدایت کی بلکہ عبادت کرنے اور عبادت گزاروں کے ماحول میں جا کر رہنے کا مشورہ دیا، اس کی وجہ جیسا کہ آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں یہ ہے کہ ندامت ہی توبہ کی رُوح ہے اور وہ یہاں پوری طرح موجود تھی اس لئے اب اس کے بعد والا کام بتایا گیا یعنی نیکیوں کی طرف توجہ دلائی گئی۔

(۴) خدا تعالیٰ نے نیک آبادی کو نزدیک آجانے اور جس بستی کو یہ شخص چھوڑ کر گیا تھا اُسے دور ہو جانے کا جو حکم دیا اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ حقیقت میں ابھی یہ شخص آدھا راستہ بھی طے نہ کر سکا تھا لیکن خدا تعالیٰ ہر قیمت پر ایسے حالات بنا رہا تھا کہ اس کی مغفرت ہی ہو جائے، اِس بات سے ظاہر ہوا کہ اگر بندہ سچّے دل سے خدا سے لَو لگالے تو ظاہری رُکاوٹوں اور قانونی بندشوں کا حل بھی خدا تعالیٰ خود ہی نکال کر مغفرت و بخشش کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

سلہ حدیث ۹۱۶

بے شمار گناہوں کے بعد توبہ :

(۹۲۰) عن ابی طویلٍ شطبٍ[1] الممدود انه اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: أرأیتَ من عَمِلَ الذنوبَ کُلَّھا ولم یترک منھا شیئاً، وھو فی ذٰلک لم یترک حاجۃ ولا داجۃ[2] اِلّا اتاھا، فھل لذٰلک من توبۃ؟ قال: فھل اسلمتَ؟ قال: اما انا فاشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانّک رسول اللہ۔ قال: تفعلُ[3] الخیراتِ وتترک السیئاتِ فیجعلھنّ اللہ لک خیرات کلھن۔ قال: وغَدَراتی وفَجَراتی؟ قال: نعم قال: اللہ اکبر، فمازال یکبر حتی تواری۔

(رواہ البزار والطبرانی واللفظ لہٗ واسنادہ جید قوی[4] [والبغوی وابن السکن وابن ابی عاصم، قال الحافظ ابن حجر: ھو علی شرط الصحیح[5]])

حضرت شطب کے بارے میں روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (اللہ کے رسولؐ!) جس نے سارے کے سارے گناہ کرلئے ہوں ایک بھی باقی نہ چھوڑا ہو اور اسی میں یہ بھی ہو کہ اُس نے کوئی خواہش واہش ایسی چھوڑی نہ ہو جسے پورا نہ کرلیا ہو تو ایسے آدمی کے لئے بھی کوئی توبہ ہے؟ آپؐ نے پوچھا: کیا تم اسلام لاچکے

---

[1] قال الحافظ المنذری: وشطب قد ذکرہ غیر واحد فی الصحابۃ الا ان البغوی ذکر فی معجم الصحابۃ: عن عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر مرسلا ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم طویل شطب۔ والشطب فی اللغۃ الممدود فصحفہ بعض الرواۃ وظنہ اسم رجل۔ واللہ اعلم۔ (الترغیب) نقال فیہ عن شطب ابی طویل۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۸)

[2] داجۃ اتباع لحاجۃ، والمعنی ما ترکتُ من شیءٍ دعتنی نفسی الیہ من المعاصی الا رکبتُہٗ۔ (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۶۱)

[3] لفظ البزار: تفعل الخیرات وتترک السیئات۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰)

[4] وقال الھیثمی: رجال البزار رجال الصحیح غیر محمد بن ہارون ابی نشیط وھو ثقۃ۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۲)

[5] الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۸ قال ابن السکن لم یروہ غیر ابی نشیط یعنی عن المغیرۃ عن صفوان بن عمرو قال ابن حجر وقد وجدت لہ طریقا اخری عند ابن ابی الدنیا فی کتاب حسن الظن من مکحول عن عمرو بن عبسۃ قال ان شیخا کبیرا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یدعم علی عصی فقال یا نبی اللہ ان لی غدرات وفجرات الحدیث قال ابن حجر ولیس فیہ الانقطاع بین مکحول وعمرو بن عبسۃ

ہو؟ انھوں نے کہا: اسلام کی تو میرے یہ ہے کہ میں (اب) گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: (بس آئندہ) تم نیکیاں کرتے رہو اور برائیوں سے بچتے رہو، اللہ تعالیٰ تمھاری ساری برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردے گا۔ عرض کیا: میری بدعہدیاں بھی اور نافرمانیاں بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ کہا: اللہ اکبر! اور جب تک نظروں سے اوجھل ہوئے اسی طرح اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے رہے۔

تشریح: اس بندۂ خدا نے اپنے سوال میں طرح طرح سے الفاظ بدل بدل کے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ برائیوں کی کوئی قسم ایسی نہیں جو میں نے کر نہ لی ہو اور کسی قسم کی برائی ایسی نہیں جس میں میں نے کوئی کمی چھوڑ دی ہو، کیا ایسے حالات میں بھی توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟

اس وقت تک بظاہر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا تھا، شبہ اس کو صرف یہ تھا کہ ایسے بڑے پاپیوں کے لئے شاید اسلام میں کوئی گنجائش نہ ہو، مگر جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سے یہ سمجھا کہ اسلام لانا ان گناہوں کی معافی کے لئے ضروری ہے تو فوراً اس نے اسلام کا کلمہ پڑھ لیا، پھر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اب آئندہ نیکیاں کرنے سے نہ صرف یہ کہ وہ نیکیاں ہی میرے حصہ میں آئیں گی بلکہ سابقہ گناہ بھی اسلام لانے اور گناہوں پر نادم ہوجانے کی برکت سے نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے تو اللہ کے اس کرم پر بے پناہ خوشی اور احسان مندی کا خیال کرکے مستی میں وہ اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتا ہوا دوڑا چلا گیا۔

اگر خطاکار نہ ہوتے:

(۹۲۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: والذی

نفسی بیدہ لو لم تذنبوا لذھب اللہ بکم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون اللہ فیغفر لھم۔ (رواہ احمد[a] ومسلم[b] (ورواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط والبزار عن ابی عباس رضؓ)[c])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم (انسانوں سے) گناہ نہ ہوا[d] کرتے تو خدا تعالیٰ تمھیں ختم کر دیتا اور کوئی ایسی مخلوق لاتا جس سے گناہ ہوا کرتے پھر وہ استغفار کیا کرتی اور خدا تعالیٰ اُن کو معاف کرتا۔

تشریح: اس حدیث میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ گناہ ایک صاحب ارادہ واختیار مخلوق ہی کر سکتی ہے، مجبورِ محض ہستی گناہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، انسان کو خدا تعالیٰ نے ایک با اختیار اور صاحب عزم وارادہ مخلوق بنایا ہے اور وہ اسی حیثیت میں خدا کا خلیفہ ہے، خدا تعالیٰ رحیم وشفیق ہے عادل ہے قاہر ہے فعال لما یرید[e] ہے انسان میں بھی اس نے رحم وشفقت کا مادہ رکھا ہے، یہ عدل وانصاف بھی کرتا ہے مجرموں کو سزا بھی دیتا ہے، اور جو کچھ یہ چاہتا ہے اسے کر گزرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، اس طرح وہ بھی صاحبِ اختیار ہے۔ ہ

۱؎ الذنب: الاثم، واذنب الرجل: صار ذا ذنب، بمعنی تحمّلہ (المصباح المنیر ص ۹۴ المطبعۃ مصر ۱۳۲۳ھ) قال عبداللہ طارق: ولا یاتی بھذا المعنی من الثلاثی۔

۲؎ المسند ج ۱۵ ص ۱۸۶ و ص ۲۱۵ رقم ۸۰۶۸ و ۸۰۱۵۔ ۳؎ لفظ المصنف: رواہ مسلم وغیرہ۔

۴؎ مسند الامام احمد ج ۴ ص ۲۱ رقم ۲۶۲۳ ومجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۱۵ و ص ۱۹۹۔ ورواہ مسلم عن ابی ایوب ایضاً — (فیض القدیر ج ۵ ص ۳۰) وروی نحوہ الحاکم عن ابی ہریرۃؓ وعن عبداللہ بن عمروؓ۔ (المستدرک ج ۴)۔

۵؎ حدیث شریف میں لفظاً اگرچہ اَذنَبَ باب افعال سے آیا ہے مگر اس کا ترجمہ گناہ کرنا نہیں ہوگا جیسا کہ عام طور پر افعال سے لازم ہی ہوتا ہے، ثلاثی میں اس کے معنی دوسرے ہو جاتے ہیں۔ ۶؎ یعنی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

چلا عدم سے میں جبراً تو بولی اُٹھی تقدیر ؛ بلائیں[1] پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا (ناسخ)

مگر انسان کی حیثیت چونکہ خلیفہ کی ہے اِس لئے اسے اپنے ارادہ واختیار سے اس ذات کا زیرِ فرمان اور وفادار ہونا چاہیئے جس کا وہ خلیفہ ہے۔

اِس فرمانبرداری اور وفاداری میں کبھی کبھی غفلت ونادانی اور بھول چوک بھی ہوسکتی ہے جو کہ ایک باارادہ بشر کے لئے لازمی چیز ہے اور اسی کا نام ذَنْب (گناہ) ہے، اگر انسان فرشتوں کی طرح لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ[2] کی قسم کی مخلوق ہوتا — جو کہ ارادہ واختیار کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا — تو پھر انسان کے پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی فرشتے پہلے سے موجود ہی تھے۔

خدا تعالیٰ اپنی کائنات میں رنگا رنگی چاہتا ہے، کبھی نیکی کو انجام پاتے دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کبھی گناہ پر بندوں کو نادم ہوتا اور اپنے سامنے توبہ واستغفار کرتا دیکھ کر خوش ہوتا ہے[3]، فرمانبرداری کے لئے ایک وقت کرم کا ہاتھ بڑھاتا ہے تو گناہ گاروں کے لئے دوسرے وقت ستاری وغفاری اور پردہ پوشی کا دامن پھیلاتا ہے ؎

پوچھا مجھے جو دہر میں اِک کس مپرس تھا ؛ دیکھا مجھے جو ہیچ تھا سب کی نگاہ میں[4]

اس ارشادِ نبوی سے اگر کوئی گناہوں میں غرق اور سعادت سے محروم باغی اور سرکش انسان یہ مطلب نکالے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہ کرانا ہی چاہتا ہے لہٰذا ہم خوب بُرائیوں میں مبتلا رہیں تو یہ اس کی شقاوت و بدنصیبی ہوگی اگر خدا تعالیٰ یہی چاہتا تو ہر قوم و ملک میں ہر ہر زمانے میں انبیاء کرام کو کیوں بھیجتا اور کیوں کتابیں اور صحیفے نازل فرماتا۔[5]

۱؎ بلاء: آزمائش، امتحان۔ ۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جو کچھ حکم کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ سورۃ تحریم آیت ۶ پ ۲۸

۳؎ مزید دیکھئے حدیث ۳۰ ج ۲ ص ۲۳ صلوٰۃ التوبہ۔ ۴؎ از عبرت گورکھپوری، خفیف ترمیم کے ساتھ۔

۵؎ قال الطیبی: لیس الحدیث تسلیۃ للمنہمکین فی الذنوب کما یتوہم اہل الغرۃ باللہ فان الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم انما بعثوا لیردعوا الناس عن غشیان الذنوب بل بیان لعفو اللہ وتجاوزہ عن المذنبین لیرغبوا فی التوبۃ۔ (المرقاۃ ج ۳ ص ۹۵)۔

اِس ارشاد میں تو اِن سعادتمندوں کے لئے بڑا سہارا اور ڈھارس کا سامان ہے جو اپنی بشری کمزوری سے بہت سے گناہ تو کر گزرے مگر اب مارے خوف کے گھٹ گھٹ کر مرے اور پسے جا رہے ہیں کہ ہائے خدایا اب کیا[1] ہو، ایسے لوگوں کے لئے اس ارشاد میں یہ تعلیم ہے کہ خوف پر رجا کو، نا اُمیدی پر اُمید کو غالب رکھیں اور اللہ کے قہر و غضب سے اس کی رحمت پر زیادہ نظر رکھیں[2] ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مِرے جُرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

"کِفْل" کی توبہ :

(۹۲۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحدث حدیثاً لو لم اسمعہ الا مرّۃ او مرتین حتی عَدّ سبع مَرّات، ولکنّی سمعتہ اکثر، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کان الکِفْلُ[3] مِن بنی اسرائیل لا یتورع من ذنبٍ عَمِلَہ فاتتہ امرأۃ فاعطاھا ستین دیناراً علی ان یطأھا، فلما قعد منھا مقعد الرجل مِن امرأتہ أُرعِدَت وبکتْ، فقال: ما یبکیکِ أکرھتُکِ[4]؟ قالت: لا، ولکنہ عَمَلٌ ما عَمِلتُہ قطُّ وما حملنی علیہ الا الحاجۃ، فقال[5]: تفعلینَ انتِ ھذا وما فَعَلتِہ قط؟ إذْھَبِی فھی لکِ، وقال: لا واللہ لا اعصی اللہ بعدھا ابداً، فماتَ من لیلتہ فاصبح مکتوباً علی بابہ: إنّ اللہَ قد غفر لِلکِفْل۔

---

[1] چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت سے اس ارشادِ نبوی کا جو شانِ ورود اور موقعِ بیان معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ صحابۂ کرام نے آپؐ سے مجلسِ نبوی کے وقت کی اپنی قوتِ ایمان اور خشیتِ الٰہی کا ذکر کیا اور افسوس کیا کہ گھر اور دنیا کے مشاغل میں لگ کر وہ کیفیت باقی نہیں رہتی اس پر آپ نے انکی تسلی کیلئے یہ ارشاد فرمایا۔ (المسند ج ۱۵ ص ۱۹۰ عن ابی ہریرۃؓ)۔ [2] قال زین العرب: فیہ تحریض علی استیلاء الرجاء علی الخوف (المرقاۃ ج ۳ ص ۶۵)۔
[3] فی موارد الظمآن ص ۶۰۵ مثلہ وفی: الذی یاتی: ذو الکفل وھو خطأ۔ [4] فی ق: دعا۔ [5] فی ق: قال۔

(رواہ [احمد[1] و] الترمذی وحسنہ وابن حبان الا انہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عشرین مرۃ یقول. فذکر بنحوہ، والحاکم وصحہ والبیہقی من طریقہ وغیرھا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے — اور اگر میں نے آپ کو یہ بات کہتے ہوئے ایک بار دو بار اور اسی طرح انھوں نے سات بار گنوایا (کہ اگر اتنی بار نہ سُنا ہوتا) تو میں یہ بات کبھی نہ بیان کرتا) مگر وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ مرتبہ سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں "کِفل" نامی ایک شخص تھا جسے کوئی گناہ کے کرنے سے کچھ پرہیز نہیں تھا اس کے پاس ایک (مجبور و تنگدست) عورت آئی (اور اس نے کچھ قرض مانگا یا مدد چاہی) اُس نے اِسے ساٹھ اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ وہ اِس سے بدفعلی کرے گا. (مرتا کیا نہ کرتا، وہ غریب فاقوں کی ماری صرف مجبوری میں اس کے لئے تیار ہوگئی) جب وہ شخص اس عورت کے ساتھ وہاں بیٹھا جہاں مرد اپنی عورت کے پاس (خاص وقت میں) بیٹھتا ہے تو وہ کانپ اُٹھی اور رو پڑی، وہ فوراً بولا: کیوں روتی ہے؟ کیا میں نے تجھ سے زور زبردستی کی ہے؟ عورت نے کہا: نہیں تو، مگر یہ کام وہ ہے جو آج تک میں نے کبھی نہ کیا تھا اور اب صرف محتاجی میں ایسا کرنے پر مجبور ہوئی ہوں. وہ بولا: (اوہو!) تو ایسا کام کر رہی ہے جو تو نے کبھی نہیں کیا، اچھا تو جا اور یہ اشرفیاں بھی تجھے ہی دیں. اور اس شخص نے عہد کیا کہ آج کے بعد کبھی وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے گا. (اتفاق کی بات) وہ شخص اسی رات کو مر گیا، صبح کو اس کے دروازے پر (قدرتی طور پر) یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کِفل کو بخش دیا.

---

[1] الفتح الکبیر ج ۲ صنا ۳۱

تشریح: توبہ کتنی بڑی چیز ہے اس نے زندگی میں کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑا جو کر نہ لیا ہو مگر توبہ نے یہ تمام گناہ مٹا ڈالے اور یہ توبہ خدا تعالیٰ کو کیسی پسند آئی کہ ساری بستی میں بلکہ دور دور تک اس کی مغفرت اور نیکی کی شہرت کر دی اور رہتی دنیا تک کے لئے سید الانبیاء کی زبانی اس کی توبہ کے چرچے کرا دیئے۔

اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس کی یہ توبہ اللہ کی اس نیک بندی کی عفت و پاکدامنی کا نتیجہ تھی، اس کی لرزش اور آنسوؤں نے اس برسہا برس کے پاپی کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ آدمی اگر اپنی پاکدامنی، نیکی اور پاکیزہ کردار پر مضبوطی سے قائم رہے تو اس کی نیکی کے اثرات کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ طور پر دوسروں کی زندگیاں پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

اور اس سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ انسان اپنے اقتصادی حالات کو درست رکھنے کے لئے زیادہ بھی نہیں تو کم از کم اس حد تک ضرور کوشش کرتا رہے کہ کسی وقت اپنی تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے دین و ایمان اور اپنی عزت و شرافت کا سودا کرنے پر مجبور نہ ہو جانا پڑے۔

برائیاں انسان کی گردن کے پھندے ہیں اور انکی کاٹ بھلائی ہے:

(۹۲۳) عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إِنَّ مَثَلَ الذی یعمل السیئات ثم یعمل الحسناتِ کَمَثَلِ رجلٍ کانت علیه دِرعٌ ضَیِّقَةٌ قد خَنَقَتْه، ثم عمل حسنة فانفکّت حلقةٌ، ثم عمل حسنة اخری حتی یخرج الی الارض۔

(رواہ احمد والطبرانی باسنادین رواۃ احدھما رواۃ الصحیح)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برائیاں کرتا رہتا ہے اور پھر بھلے کام کرنے لگتا ہے تو اس کی مثال یوں سمجھو جیسے ایک آدمی ہو جس کے اوپر بہت تنگ زرہ ہو جس نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہو (بس یہ برائیاں انسان کا گلا گھونٹنے والی زرہ کی کڑیاں ہیں) جب وہ ایک بھلائی کرتا ہے تو اس زرہ کی ایک کڑی کٹ جاتی ہے جب دوسری بھلائی کرتا ہے تو دوسری کڑی کٹ جاتی ہے (اسی طرح رفتہ رفتہ نیکیوں کے ساتھ ساتھ اس کے گلے کے سارے بندھن کھلتے چلے جاتے ہیں) یہاں تک کہ وہ زرہ زمین پر آپڑتی ہے۔

تشریح: جو کام دین و شریعت کی نظر میں برا ہے یا معاشرے سوسائٹی کے بھلے اور زیادہ تر لوگ، اس کو برا سمجھتے ہیں تو وہ انسان کی گردن کا پھندا ہے جس کی گھٹن اور تنگی کا احساس دنیا میں بھی اکثر ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو ہر برائی کی سزا بہر حال آدمی کو بھگتنی ہی ہوگی۔

توبہ کے بعد نیکی کا اہتمام

(۹۲۴) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ان معاذ بن جبل اراد سَفَرًا فقال: یارسول اللہ! اوصنی، قال: اعبُدِ اللہ ولا تشرك به شیئًا، قال، یا رسول اللہ! زِدنی، قال: اذا اَسَأتَ فَاَحسِن ولیحسُن خُلُقُكَ۔

(رواہ ابن حبان والحاکم وصححہ ورواہ الطبرانی ورواتہ ثقات عن ابی سلمۃ عن معاذ قال: قلتُ، یارسول اللہ! اوصنی قال: اُعبُدِ اللہ کانك تراہ واعدُد نفسك فی الموتیٰ، واذکر اللہ عند کل حجر وعند کل شجر، واذا عَمِلتَ سیئۃً فاعمَل بجنبِھا حَسَنَۃً السِرَّ بالسرِّ والعلانیۃَ بالعلانیۃ۔ ــــ وابو سلمۃ لم یدرک معاذًا)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نے (یمن کے) سفر کا ارادہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیے، آپؐ نے فرمایا: اللہ کے بندے اور فرمانبردار بن جاؤ اور اس معاملے میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، انھوں نے درخواست کی کہ اللہ کے رسول کچھ اور فرمائیے، آپؐ نے فرمایا: جب تم سے کوئی بُرائی ہو جائے تو اس کے بعد کوئی بھلائی کر لو اور تمہارے عادات و اخلاق اچھے ہونے چاہئیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی مجھے نصیحت فرمائیے آپؐ نے ارشاد فرمایا: (۱) اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ (۲) اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔ (۳) اور اللہ تعالیٰ کو ہر پتھر کے پاس اور ہر درخت کے پاس یاد کرتے رہو۔ (یعنی ہر حال میں اور ہر جگہ اسے یاد رکھو) (۴) اور جب تم سے کوئی بُرائی ہو جائے تو اسی کے پہلو میں (اس کے ساتھ) کوئی بھلائی بھی کر لو، پوشیدہ کے بدلے پوشیدہ اور برسرِ عام بُرائی کے بدلے برسرِ عام نیکی۔

تشریح: فرض کیجیے انسان اگر خدا کی عبادت و اطاعت بالکل اس کے سامنے رہ کر اس طرح کر رہا ہو کہ وہ اِسے دیکھ رہا ہو اور یہ اُسے، تو غور کیجیے ہر ہر کام اور زبان کا ہر ہر لفظ آدمی کتنا سنبھال سنبھال کر ادا کرے گا۔ بس ہر وقت بندے کی یہی کیفیت رہنی چاہیے۔

اپنے کو مُردوں میں شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی عام بول چال میں کسی بالکل یقینی کام کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ "یہ تو ہوا سمجھو" اسی طرح موت بھی دنیا کی سب سے زیادہ یقینی چیز ہے تو یہ بھی آئی سمجھو، اب جو مہلت ملی ہوئی ہے یہ غنیمت ہے اس کو تیاری میں صرف کر دو۔

اوپر حدیث نمبر ۹۱۴ میں یہ آچکا ہے کہ گناہ جس شان سے ہوا ہو توبہ بھی اسی شان کی خفیہ یا علانیہ ہونی چاہیئے۔ اِس فرمانِ نبوی کا حاصل یہ ہے کہ گناہ سے پرہیز اور توبہ کے بعد اسی شان کے ساتھ بھلائی بھی کرنی چاہیئے، اگر کوئی شخص علانیہ بُرائیاں کرتا رہا ہے تو اس کو اسی طرح علانیہ نیکیاں اور بھلائیاں بھی کرنی چاہیئں، یہی اس کی ان بُرائیوں کا کفارہ ہے۔ اگر ایک شخص بُرائیاں تو بڑی ڈھٹائی اور بہت بے حیائی اور بیباکی سے کرتا تھا مگر نیکیاں اُس شان وشوکت اور جرأت وبہادری سے نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی غفلت کے زمانے میں اُس کی بُرائی جتنی طاقتور تھی اس کی نیکی کے دَور میں نیکی اور شرافت اتنی جاندار اور طاقتور نہیں ہے۔

اسلام کے شروع دَور پر نظر ڈالئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو اسلام سے پہلے اسلام کے سخت دشمن تھے۔ اسلام لانے کے بعد ویسی ہی سختی سے انھوں نے کفر وشرک کا مقابلہ کیا اور اسلام کی حمایت کی حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر کے اسلام لانے کے بعد ہی ہم لوگ اسلام کے فرائض علی الاعلان ادا کرسکے۔

حضرت خالد بن ولید نے جنگِ احد کے دن اسلامی فوج کا سب سے سخت مقابلہ کیا تھا اور جنگ کا نقشہ ہی پلٹ دیا تھا جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چوٹ آئی اور آپ کے دانت شہید ہو گئے تھے، مگر جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو اسی قوت وبہادری سے اسلام کی خدمت کی اور پیغمبرِ اسلام سے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب پایا۔

حضرت وحشی بن حرب جنھوں نے اسلام سے قبل جنگِ احد میں دھوکے سے سید الانبیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور اسلام کے لئے بہت بڑی ڈھال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے

دشمن مسیلمہ کذاب کے قتل میں بھی شریک رہے۔

اس لئے جو شخص برائی جس درجے کی کرتا رہا ہو اس کو نیکی بھی اسی درجے اور اسی شان کی کرنی چاہیئے۔

(۹۲۵) وعن ابی ذر ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اِتَّقِ اللہ حیثما کنت، وَاَتْبِعِ السیئۃ الحسنۃ تمحھا، وخالق الناس بخلق حسن۔

(رواہ [احمد و] الترمذی وقال حسن صحیح[1] [والبیہقی فی شعب الایمان، ورواہ الحاکم وصححہ علی شرطہما، والضیاء فی المختارہ والدارمی عن ابی ذرؓ ورواہ الطبرانی عن معاذؓ وابن عساکر والطبرانی عن انسؓ[2]])

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں بھی کہیں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور برائی کے فوراً بعد (کوئی) نیکی کرلیا کرو، یہ اس کو مٹادیگی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق وعادات برتو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں، اگر انسان سے کوئی برائی سرزد ہوجائے تو توبہ استغفار بھی کرنا چاہیئے اور اس کے فوراً بعد کوئی نیکی بھی کرلینی چاہیئے اس سے برائی کا رہا سہا اثر بھی مٹ جاتا ہے اور نفس کو ایک طرح کی سزا بھی مل جاتی ہے اور وہ برائی کے راستے سے ہٹ کر پھر اچھائی کے راستے پر پڑجاتا ہے۔

اخیر عمر کی نیکی شروع عمر کا کفارہ ہے

[1] فی ح: حسن۔ قلت وکذا حسن اسنادہ الذہبی فی المہذب (فیض القدیر ص۱۲۱) وقد نقل المناوی عن الترمذی کما اثبتنا۔ [2] فیض القدیر ج ۱ ص۱۲۱

(۹۲۶) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مَن أحسن فیما بقی من عمرہ غفرلہ ما مضیٰ، ومن أساءَ فیما بقی أُخِذَ بما مضی و ما بقی۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن [وعند احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابن مسعود: من احسن فی الاسلام لم یواخذ بما عمل فی الجاھلیۃ، ومن اساء فی الاسلام أخذ بالاول والآخر۔])[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی عمر کے باقی حصہ میں اچھے کام کرلئے تو اس کا پہلا جو کچھ بھی ہے سب معاف ہو جائے گا، اور جس نے اپنی بقیہ زندگی بُرائی میں گزاری اس کی بقیہ اور گزشتہ تمام کی پکڑ ہوگی۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے کام کئے اس کے دَورِ جاہلیت میں کئے ہوئے کاموں پر پکڑ نہ ہوگی، اور جو اسلام لانے کے بعد بھی بُرائیوں میں پھنسا رہا اس کے پہلے اور پچھلے تمام کی پکڑ ہوگی۔

تشریح: جب انسان اپنی غلط زندگی پر شرمندہ ہو کر خدا سے توبہ و استغفار کر کے شریفانہ اور مومنانہ زندگی گزارنے لگتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی مدد ہوتی ہے اور اس سے اگر کبھی اتفاق سے کوئی بُرائی ہو بھی جاتی ہے تب بھی اس کی لائن نہیں بدلتی، وہ پھر نیکی کی طرف لوٹ آتا ہے۔

لیکن اگر ایک شخص غیر مسلم تھا اس نے اسلام قبول کرلیا، یا فسق و فجور میں مُبتلا بدکردار مسلمان تھا اور توبہ کر کے اسلام کا پابند ہو گیا مگر پھر اس کی زندگی اُسی غلط روش پر پڑ گئی اور مستقل طور پر پھر وہ بُرائیوں میں مبتلا رہنے لگا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا اسلام اور اس کی توبہ شروع ہی سے بے جان تھی اِس لئے نہ وہ اسلام اور توبہ اس کے

---

[1] یس فی ح۔ [2] الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ج ۶ ص ۳۰۔

گناہوں کو مٹاسکے اور نہ بعد کی زندگی ہی اس کی گزشتہ زندگی کا کفارہ بن سکی۔
عام طور پر ہر شخص عمر کے اخیر حصے میں اللہ سے لَو لگا لیتا ہے اور پاکیزہ زندگی گزارنے لگتا ہے، غور کیجیے جو شخص زندگی کے آخری حصہ میں بھی اپنی بدعملی اور بدکرداری پر اڑا ہوا ہے وہ کتنا بدبخت اور کس قدر بدباطن ہوگا۔ وہ یقیناً سخت پکڑ کا مستحق ہے۔

خوش نصیب انسان

(۹۲۷) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من سعادة المرء ان یطول عمرہ ویرزقہ اللہ الانابة۔
(رواہ الحاکم وصحہ [واقرہ علیہ الذہبی[1]])

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی خوش نصیبی میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور خدا تعالیٰ اس کو (اپنی طرف) متوجہ رہنے کی توفیق بخشے۔

گناہوں سے بچنے والے کا مرتبہ

(۹۲۸) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من سرّہ ان یسبقَ الدائب[2] المجتھد فلیکف عن الذنوب۔ (رواہ ابو یعلی ورواتہ رواة الصحیح الا یوسف بن میمون [وثقہ ابن حبان وضعفہ الجمہور[3] وضعف سندہ البوصیری لمکان یوسف[4]])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] المستدرک مع التلخیص ج ۴ ص ۲۴۰
[2] الدائب بھمزة بعد الالف: ھو المتعب نفسہ فی العبادة المجتھد فیھا (الترغیب)
[3] مجمع الزوائد ص ۲۴۰ [4] المطالب العالیہ ج ۳ ص ۱۹۹۔

نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بڑے بڑے عبادت گزاروں سے بھی اس کا درجہ بڑھ جائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ گناہوں سے پرہیز کرے۔ (اس کی وجہ سے وہ تھوڑی سی عبادت کے باوجود بہت اونچا مرتبہ حاصل کرلے گا۔)

گناہ گاروں میں کون لوگ بہتر ہیں

(۹۲۹) عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کُلُّ بنی آدم خَطَّاءٌ، وخیر الخطائین التَّوَّابون۔

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ، کلہم من روایۃ علی بن مسعدۃ، وقال الترمذی حدیث غریب لانعرفہ الا من حدیث علی بن مسعدۃ[1] عن قتادہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کے سبھی بیٹے خطاکار ہیں، اور خطاکاروں میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو (خطا ہوتے ہی) توبہ کرلیتے ہیں۔

تشریح: یہ بات اوپر تفصیل سے آچکی ہے کہ کبھی بشری کمزوری سے گناہ ہوجانا تو گوارا ہے مگر گناہ ہوجانے کے بعد بندے کو فوراً توبہ کرکے دوبارہ اپنا وفاداری کا عہد تازہ کرلینا چاہیئے، یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے[2]۔

استغفار ہر رنج وغم سے نجات ہے

(۹۳۰) عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] علی بن مسعدۃ الباہلی لین الحدیث، قال البخاری فیہ نظر، وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ، وقال ابن حبان لا یحتج بما انفرد بہ، وقال النسائی لیس بالقوی، وقال ابوحاتم لا باس بہ، وقال ابن معین صالح۔ (رجال الترغیب للمنذری) ولذلک لم یوافق الذہبی الحاکم فی تصحیحہ فقال: علی لین۔ المستدرک مع التلخیص ج ۴ ص ۲۴۴

[2] اوپر حدیث نمبر ۹۰۶ سے یہاں تک یہ کل ۲۴ حدیثیں اصل کتاب الترغیب والترہیب کی چوتھی جلد "کتاب التوبۃ والزہد" سے بلالحاظ ترتیب ماخوذ ہیں۔

علیہ وسلم: من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ہم فرجاً، ومن کل ضیق مخرجاً ورزقہ من حیث لا یحتسب۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم [وصححہ[1]] والبیہقی کلہم من روایۃ الحکم بن مصعب[2])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کو مضبوطی سے تھام لیا (ہمیشہ اس کے وِرد کا معمول بنا لیا) اللہ تعالیٰ اسے ہر رنج میں آسانی اور ہر تنگی سے نجات عطا فرمائے گا اور اسے ایسے طریقوں سے روزی پہنچائے گا جہاں وہم وگمان بھی نہ ہو۔

تشریح: پریشانیوں کے دور ہونے اور روزی کی کشائش میں استغفار کی خاص تاثیر ہے قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرمایا گیا ہے: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ (سورہ نوح آیت ۱۰ تا ۱۲)

یعنی میں نے (حضرت نوح علیہ السلام نے) ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے بخشش مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات لگا دیگا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

اس حدیث شریف میں جو بشارت ہے یہ قرآن مجید میں بھی پرہیزگاری کی زندگی کے انعام کے طور پر بیان ہوئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورۃ الطلاق، آیت ۲-۳)

یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا (اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتا) ہے اللہ تو

---

[1] المستدرک ج ۴ ص ۲۶۲ [2] الحکم بن مصعب صویلح الحدیث لم یرد عنہ غیر الولید بن مسلم فیما اعلم وذکرہ ابن حبان فی الثقات وفی الضعفاء ایضاً وقال یخطئ۔ (رجال الترغیب للمنذری وکذا فی المیزان للذہبی ص ۲۷۲ وقال الذہبی فی تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۲۶۲: الحکم فیہ جہالۃ۔

اسکے لئے مشکلات سے نکلنے کی شکلیں پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

استغفار کے کلمات

(۱۳۹) عن بلال[1] بن یسار بن زید قال: حدثنی ابی عن جدی رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من قال: استغفر اللہ[2] الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ غفر لہ وان کان فر من الزحف۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ[3]، ورواہ الحاکم من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ وصححہ[4] علی شرطہما، الا انہ قال: یقولہا ثلاثا۔ [ورواہ ابن السنی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ وفیہ: من قالہ فی دبر کل صلاۃ[5]۔])

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (یعنی میں مغفرت مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو (ہمیشہ) زندہ ہے اور (تمام عالم کا) سنبھالنے والا ہے اور میں (توبہ کرکے)

---

[1] قال الحافظ المنذری: اسنادہ جید متصل فقد ذکر البخاری فی تاریخہ الکبیر ان بلالا سمع من ابیہ وھو من جدہ زید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وقد اختلف فی یسار ھل ھو بالموحدۃ او بالمثناۃ تحت وذکر البخاری انہ بالموحدۃ۔ (الترغیب)
وزید ھذا ھو ابن بولی بالموحدۃ المعروف بابی یسار قال الجزری: لیس ھذا زید بن حارثۃ والد اسامۃ اھ قال ابن فتحون: کان نوبیا اصابہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی ثعلبۃ فاعتقہ قال البغوی فی معجم الصحابۃ: لا اعلم لہ غیر ھذا الحدیث۔
(الاصابۃ ج ۱ ص ۵۶۲ والمرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۳ ص ۶۵)

[2] لفظ الحاکم: استغفر اللہ العظیم۔ [3] قال العراقی: رجالہ موثقون اھ۔ وقد رواہ ابن سعد فی الطبقات والبغوی وابن مندۃ والباوردی والطبرانی فی الکبیر والضیاء وابن عساکر عنہ، ورواہ ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ ورواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومعاذ رضی اللہ عنہ موقوفا علیہما۔ (الاتحاف شرح الاحیاء ص ۲۸۴)

[4] قال الذھبی فی تلخیص المستدرک: ابوسنان (عن ابی الاحوص عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ھو ضرار بن مرۃ لم یخرج لہ البخاری۔ (المستدرک مع التلخیص ج ۱ ص ۵۱۱) قلت وھو ثقۃ۔ [5] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۳۴۔

اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں (دل سے) کہہ لیا اس کی مغفرت ہوگئی، چاہے وہ میدانِ جنگ سے بھاگ چکا ہو۔ ایک روایت میں تین بار کہنا ہے اور ایک میں نماز کے بعد ہے۔

تشریح: یعنی وہ چاہے کتنا ہی بڑا گنہگار ہو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائینگے۔

(۹۳۲) وعن (محمد بن)[۱] عبد الله بن محمد بن جابر بن عبد الله رضی الله عنه عن ابیه عن جده قال: جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: واذنوباه، واذنوباه، فقال هذا القول مرتین او ثلاثا، فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم: قل: اللّٰهم مغفرتك اوسع من ذنوبی، ورحمتك ارجی عندی من عملی، فقالها، ثم قال: عُد فعاد، ثم قال: عُد فعاد، ثم قال: قُم فقد غفر الله لك۔ (رواه الحاکم [والضیاء فی المختارة[۲]] قال الحاکم: رواته مدنیون لا یعرف واحد منهم بجرح)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ہائے میرے گناہ، ہائے ہائے میرے گناہ، اس نے یہ دو تین بار کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہدایت فرمائی کہ تم یہ کہو:

---

۱ کذا فی جمیع النسخ باثبات محمد الاول، وصوابه مستقیم مع قوله الآتی "عن ابیه عن جده" فان محمد بن جابر تابعی، والراوی عن النبی صلی الله علیه وسلم هو جابر بن عبد الله رضی الله عنه ــــــ وفی انتقاء الترغیب ص۱۵۰ رقم الحدیث ۵۴۷ عن عبد الله بن محمد بن جابر بن عبد الله، وهو الذی حکاه المناوی فی فیض القدیر عن المستدرک۔ وفی المستدرک ج ۱ ص۵۴۳ (النسخة المطبوعة بحیدرآباد الدکن ۱۳۳۴ھ) وکذا فی تلخیصه للذهبی: عن عبید الله بن محمد بن جابر بن عبد الله عن ابیه عن جده ای بالتصغیر ــــــ ولکن لم اجد فی کتب الرجال الموجودة عندی عبد الله بن محمد بن جابر ولا عبید الله بن محمد بن جابر، وقد رجعت فیه الی الاستاذ المحدث حبیب الرحمٰن الاعظمی فلم یجد سبیلا الی حل هذا الاشکال وقال: ظنی ان الاولی ما فی المستدرک فانه اکثر تداولا بین المحدثین، وقال: ویمکن ان یکون الصواب عبد الله بن محمد بن جابر کما فی انتقاء الترغیب والله تعالیٰ اعلم۔ (من رسالته المؤرخة ۳ ربیع الاول سنة ۱۴۰۰ھ - ۲۲ جنوری ۱۹۸۰ء)

۲ فیض القدیر ج ۳ ص۵۲۲ قل اللهم الخ۔

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ۔	اے اللہ! تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عملوں سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے۔

اس شخص نے یہ الفاظ کہہ لئے، آپؐ نے فرمایا: پھر کہو، اُس نے پھر کہے، آپؐ نے فرمایا: پھر کہو، اُس نے پھر کہے، پھر آپؐ نے فرمایا: "اُٹھو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

تشریح: کوئی شخص کتنا ہی بڑا پاپی اور کیسا ہی بھاری مجرم اور گنہگار کیوں نہ ہو خدائے کریم کی مغفرت و کرم کے بے کنار سمندر کے مقابلے میں اس کے گناہ کیا حیثیت رکھتے ہیں؟[1] اس لئے خدا تعالیٰ جسے گناہوں سے ندامت اور توبہ کی توفیق دیدے اسے اپنے گناہوں کی طرف نہیں بلکہ خدا کے کرم اور عفو و درگزر کی طرف نظر کرنی چاہیئے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔

استغفار کے کچھ کلمات صلوٰۃ التوبہ[2] کے بیان میں حدیث نمبر ۳۰۸ میں اور سید الاستغفار حدیث نمبر ۸۵۸ میں بھی آچکے ہیں۔

خدا کی بخشش سے نا امیدی ہلاکت ہے

(۹۳۳) عن البراء رضی اللہ عنہ قال لہ رجل: یا ابا عمارۃ! ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، اھو الرجل یلقی الرجل فیقاتل حتی یُقتل؟ قال: لا، ولکن ھو الرجل یُذنِبُ الذنب فیقول: لا یغفرہ اللہ۔

(رواہ الحاکم موقوفاً وصححہ علی شرطھما)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے (قرآن مجید کی آیت)

---

[1] خدا تعالیٰ کی بے پایاں مغفرت و رحمت کا بیان حدیث ۹۰۳ میں آچکا ہے۔
[2] اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۲۷۔ نوافل کا بیان

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (خود کو اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو) کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ اس آدمی کے بارے میں ہے جو دشمن سے مقابلہ کرے اور لڑتے لڑتے قتل ہو جائے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو گناہ کرلے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں کرے گا۔

تشریح: گناہوں کو بخشنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اسی سے ایک شخص ناامید ہو جائے تو بتایئے کہ اس شخص کی مغفرت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جس گناہ گار کی مغفرت نہ ہو اس کے لئے تباہی یقینی ہے۔

حضرت براءؓ کے اس فرمان کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی کبھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا رہے۔ ہمارے لئے ہمارے گناہ کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہوں اللہ کی بخشش کے اتھاہ سمندروں کے سامنے وہ کیا ہیں؟

دُعاء کا بیان

انسان کو کائنات کی جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کو حاصل کرنے اور جن مسائل سے دل چسپی ہے ان کو حل کرنے کیلئے وہ جو کچھ تدبیریں کرتا اور ہاتھ پیر مارتا ہے وہ ایک مادی دنیا ہے اور اس کی اہمیت بھی اسلام نے جس جس طرح اور جس قدر بتائی ہے غالبًا دنیا کے کسی مذہب نے اتنی نہیں بتائی، لیکن اسی کے ساتھ ایک دوسری اور اس سے بالکل الگ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی چیز یا کسی مسئلے کے لئے جو طلب اور دلچسپی پائی جاتی ہے یہ طلب اور دل چسپی خود اس چیز کے حصول کا اہم وسیلہ اور اس کے حل کی ایک بہت ہی اہم کنجی ہے بس اسی طلب اور چاہت میں خدا کی مدد حاصل کرنے کا نام دعا ہے۔

یہ طلب اور باطنی مانگ جتنی طاقتور اور تیز ہوگی کامیابی اتنی ہی نزدیک اور یقینی ہوگی۔ کسی شخص کا اپنی اس باطنی طلب اور روحانی کشش کی طرف متوجہ ہو جانا اور اس میں خدا سے مدد لینا اس چیز کے حصول کی صحیح راہ پر پڑ جانا ہے۔ تدبیر تو درست بھی ہوتی ہے اور غلط بھی لیکن یہ ایسا تیر ہے جو ہمیشہ ٹھیک نشانے پر ہی پہنچتا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من فتح لہ منکم باب الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ۔[۱]	تم میں سے جس کیلئے دعا کا دروازہ کھل گیا (یعنی اسے دعا کی توفیق مل گئی) اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔

یہ طلب اور اس طلب میں خدا سے لگن ہمیشہ اسی شخص کو زیادہ ہوگی جو دوسرے

[۱] یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے مشکوٰۃ ۱۹۵ پر آرہی ہے۔

سہاروں سے محروم ہوگا چنانچہ مظلوم کی دعا جو کبھی رد نہیں کی جاتی[1] اس کا راز یہی ہے کہ مظلوم ہمیشہ بے آسرا اور بے سہارا ہوتا ہے۔ اس کی مدد کرنے والا سوائے احکم الحاکمین رب العالمین کے کوئی دوسرا نہیں ہوتا اس لئے اس غریب کی پوری توجہ اور ساری لگن اسی ایک ذات کی طرف ہوتی ہے اور یہ پوری توجہ کا خدا کی طرف لگ جانا ہی دعار کی جان ہے۔

اسی طرح والدین کی دعائے بارے میں بھی حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان کی دعا اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے، اس کا بھی راز یہی ہے کہ ماں باپ اولاد کے لئے جو دعا کریں گے وہ انتہائی لگن اور بے حد توجہ سے ہوگی۔ چنانچہ حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ

ان اللہ لایستجیب دعاء من قلب غافل لاہ۔[2]	اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعار قبول نہیں فرماتا۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ جس کی طلب کمزور ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف اس کی پوری توجہ نہیں ہے تو دعار کی شرط پوری ہی کہاں ہوئی۔

اسی طرح جو شخص مظلوم تو نہیں ہے مگر مجبور و بے سہارا ہے، اس کے سارے آسرے ٹوٹ چکے ہیں اور حالات میں اتنا گھر گیا ہے کہ اس کا دل تڑپ اٹھا ہے اور اس نے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہ دُعار بھی کبھی خالی نہیں جاتی۔ قرآن مجید کی آیت اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (سورہ نمل۔ آیت ۶۲) میں اسی حالت کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ کہ دعا کی روح ہے کسی مقصد سے سچی صاف اور بے داغ لگن اور خدا کی طرف یکسوئی سے گہری توجہ جو شخص ظاہری کوشش اور جد و جہد کے ساتھ دعار کا دامن بھی پکڑے ہوئے ہے وہ گویا کامیابی کے بالکل سیدھے راستے پر آگیا ہے۔

---

[1] مشہور حدیث ہے۔ [2] پوری حدیث آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

اسمِ اعظم بھی درحقیقت کوئی ایک مخصوص نام نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے جو چند خاص نام آئے ہیں ان کے ذریعہ اسی بھرپور کیفیت کے ساتھ خدا کو پکارا جائے تو یہی اسمِ اعظم ہے۔

دعاء اور جد وجہد

دعاء کے متعلق عام طور پر لوگ دو قسم کے ہیں۔(۱) ایک قسم تو وہ ہے جو دعا کی کوئی اہمیت ہی نہیں سمجھتی اور انسانی کوشش ہی کو سب کچھ سمجھتی ہے۔ یہ لوگ ایسی غلطی پر ہیں جو صرف بے خبری کی وجہ سے ہے۔ ایک نابینا شخص اگر ایک سفید کپڑے اور ایک رنگین کپڑے پر ہاتھ پھیر کر یہ کہے کہ دونوں ایک رنگ کے ہیں تو اس سے ہم یہی کہیں گے کہ جس ذریعے سے رنگ جانے جاتے ہیں وہ تمہارے پاس نہیں ہے اسلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ تم رنگ کے بارے میں یا تو دوسرے آنکھ والوں کے بتائے ہوئے پر اعتماد کرو یا پھر خاموش رہو۔

لوہے کے اندر مقناطیسی طاقت کا اگر کوئی انجان آدمی انکار کرے اور آپ فوری طور پر اس کو اس کی کشش کا مشاہدہ کسی وجہ سے نہ کرا سکیں تو آپ یہی کہیں گے کہ ہمارا اور لاکھوں انسانوں کا رات دن کا تجربہ ہے، اگر آپ نے اس کی کشش کا تجربہ نہیں کیا ہے تو یہ آپ کی بے خبری ہے' اور کسی چیز سے آپ اگر بے خبر ہوں تو اس سے وہ چیز ختم نہیں ہو جاتی۔

بالکل اسی طرح قرآنِ کریم کی واضح اور صاف صاف تعلیم ہے اور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکڑوں ارشادات میں بتایا ہے اور لاکھوں انسانوں نے تجربہ کیا ہے کہ مقاصد میں کامیابی کے لئے دعاء ایک بہت مؤثر اور کارگر ذریعہ ہے' لہٰذا اگر کوئی شخص اس سے غافل ہے تو یہ اس کی بے خبری ہے، جیسا کہ انسان کائنات کی اور بے شمار حقیقتوں سے بے خبر ہوتا ہے۔

(۲) دوسری قسم انسانوں کی وہ ہے جو دعا کی اہمیت تو سمجھتی ہے مگر دنیوی وسائل

و تدبیر اور محنت و کوشش پر دھیان نہیں دیتی، ہر کام کے لئے دعا، وظیفے اور اوراد ہی کو کامیابی کا واحد ذریعہ سمجھتی ہے، یہ بھی غلطی اور اسلامی تعلیم سے بے خبری ہے، اور اس غلطی میں زیادہ تر ایسے مذہبی اور دیندار لوگ مبتلا ہوا کرتے ہیں جن کو اسلام کا پورا علم نہیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور آپ کے صحابہ کرام کی تاریخ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ انسان کی جد و جہد کی ضرورت کے بارے میں شریعت نے جو ہدایات دی ہیں ان کا بیان اس کتاب میں جگہ جگہ آیا ہے اور ان شاء اللہ آتا رہیگا۔

دعا اور کوشش میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا بھی کچھ زیادہ صحیح تعبیر نہیں ہے کہ یہ تنہا کافی نہیں اس لئے کہ قریب قریب ہر شخص کی زندگی میں ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی کہ اس نے ایک کام کے لئے صرف کوشش اور جد و جہد کی تھی دعا کی طرف توجہ نہ ہوئی تھی مگر خدا تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی، یا یہ کہ کسی معاملے میں جد و جہد کرنے کا تو موقع نہ مل سکا مگر خدا تعالیٰ سے دعائیں خوب مانگیں اور الحمد للہ کام بن گیا۔

اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ دونوں ہی چیزیں کامیابی کا الگ الگ مستقل ذریعہ ہیں اور شریعت نے اپنی اپنی جگہ دونوں ہی کی اہمیت بتائی ہے۔ ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ کسی مقصد میں کامیابی کے لئے ایک پکا دنیا دار منکرِ خدا بالکل بدعقیدہ اور مادہ پرست انسان جس قدر دنیوی وسائل اختیار کرسکتا ہے جس کی نظر میں وسائل ہی سب کچھ ہیں اس سے زیادہ تو جائز طریقے پر دنیوی وسائل اختیار کرے اور ایک مادی وسائل سے محروم مجبور و بے کس جس طرح تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر صرف خدا ہی سے کامیابی کے یقین کے ساتھ دعا کرتا ہے اس سے زیادہ تڑپ تڑپ کر اس سے زیادہ طاقتور یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا مانگے اور دل کی گہرائیوں میں یہ یقین رکھے کہ یہ تمام وسائل جو اختیار کئے گئے بالکل بے کار اور فضول ہیں اگر خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کا حکم میرے حق میں نہ ہو جائے۔

صحیح اسلامی تعلیم یہی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر ہر واقعہ کو اگر گہری نظر سے دیکھئے تو یہی حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی کہ آپؐ نے وسائل دنیا کو بھی جو کچھ اس وقت فراہم تھے پوری طرح اپنایا، جنگ کے نقشے بڑی مہارت سے تیار کئے[1] پڑوسی قبائل سے نہایت حکمتِ عملی سے معاملات طے کئے اور ان سب چیزوں کے ساتھ نفع نقصان کا اصل مالک صرف خدا کو مانتے ہوئے اس کے ایک ایک حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کی اور اسی سے اپنے مسائل کے حل میں ہمیشہ مدد مانگی۔

دعاء کی فضیلت و اہمیت

(۹۳۴) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدعاء هو العبادة، ثم قرأ: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

(رواہ احمد[2] ابوداؤد والترمذی واللفظ لہ وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجۃ و ابن حبان والحاکم وصححہ وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد ورواہ ابو یعلی عن البراءؓ[3])

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعاء خود عبادت ہے اور پھر آپؐ نے (دلیل میں) یہ آیت پڑھی:

اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔ (سورۂ مومن آیت ۶۰)	مجھے پکارو میں تمہاری سنونگا، جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلت کے ساتھ ضرور جہنم میں داخل ہونگے۔

تشریح: یعنی دعاء انسان کی اپنی ضرورت تو ہے ہی اس کے علاوہ یہ خود عبادت

---

[1] فن حرب کے بڑے بڑے ماہرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جنگ کا بڑے سے بڑا ماہر بھی اس سے بہتر جنگی نقشے نہیں بنا سکتا۔

[2] و [3] وقال النووی اسانیدہ صحیحۃ۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۵۴۰)

بھی ہے، اسلئے فرض کیجیے جس کام کے لئے دُعا مانگی گئی ہے اگر وہ پورا نہ بھی ہو تب بھی عبادت کا ثواب تو کہیں گیا ہی نہیں۔ اور دعاء کے کبھی نہ کبھی قبول ہونے میں خدا تعالیٰ کی جو حکمتیں ہیں وہ اگلی حدیثوں میں پڑھیئے۔

اس آیت میں دعا کو عبادت فرمایا گیا ہے۔

(۹۳۵) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء فی الرخاء۔

(رواہ [احمد[۱]] الترمذی وقال غریب[۲] وابن ماجۃ [والبخاری فی الادب[۳]] وابن حبان والحاکم وصححہ [ووافقہ الذھبی[۴]])

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس دعاء سے زیادہ کوئی چیز قابلِ قدر نہیں جو خوش حالی کے زمانے میں مانگی جائے۔

تشریح: یعنی مجبوری اور تنگی کے وقت تو بھی خدا سے لو لگا لیتے ہیں جو بندہ خوش حالی میں اللہ سے لو لگاتا ہے اللہ کو اس کی زیادہ قدر ہوتی ہے وہ گویا وفادار غلام ہے جو ہر حال میں اپنے آقا کے سامنے جھکا رہتا ہے۔ اور آگے آپ حدیث پڑھیں گے کہ تنگدستی کے زمانے میں ایسے آدمی کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے۔ جس نے اپنے خوشحالی کے زمانے میں اللہ سے اپنا دعاء و توجہ کا رشتہ جوڑے رکھا تھا۔

(۹۳۶) وعن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تعجزوا عن الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد۔ (رواہ ابن حبان والحاکم وصححہ[۵])

---

۱ ۳ ۵ الجامع الصغیر۔

۲ ۵ وحکی المناوی فی شرح الجامع الصغیر عن الترمذی انہ قال حسن غریب، ثم قال المناوی: ولم یبین لم لا یصح، وذلک لان فیہ عمران القطان قال فی المیزان وغیرہ ضعفہ النسائی وابوداؤد ووثقہ احمد، وقال ابن القطان: رواتہ کلہم ثقات، وما موضع فی اسنادہ ینظر فیہ الا عمران وفیہ خلاف، وقال ابن حبان حدیث صحیح۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۳۶۰)

۴ فی اسنادہ عمر بن محمد الاسلمی قال الذھبی فی تلخیص المستدرک: لا اعرفہ۔ وقال فی المیزان عن ابی حاتم: مجہول، وفی اللسان: فقد تساہل الحاکم فی تصحیحہ۔ (فیض القدیر ج ۶ ص ۳۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا کرنے میں کوتاہی نہ کرو، دعار کے ساتھ کبھی کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔

تشریح: یعنی دعا تو کامیابی کا ایک بے محنت نسخہ ہے اس میں کوتاہی کرنا بڑی نادانی ہے، اور دعار کے ساتھ ہلاک نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دُعار کرنے والا کسی وقت گھاٹے میں نہیں ہے، جو مانگتا ہے یا تو وہی مل جائیگا ورنہ آگے حدیث ۹۴۲ کے مطابق اس کا فائدہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور حاصل ہو جائے گا۔

(۹۳۷) وعن ابی هريرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الدعاء سلاح المؤمن، وعماد الدين، ونور السّمٰوٰت والارض۔

(رواہ الحاکم وصححہ [واقرہ الذہبی] ورواہ ابویعلیٰ عن علی رض)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعار مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے، اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

تشریح: ہر خطرے کے وقت آدمی اپنے ہتھیار سے کام لیتا ہے، مومن کا سب سے بڑا سہارا اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اسلئے وہ ہر ضرورت اور ہر پریشانی کے وقت دوسری چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ضرور کرتا ہے۔

دین کے ستون کا مطلب یہ ہے کہ ہر عبادت میں اللہ کی طرف توجہ سب سے اہم چیز ہوتی ہے اور دعار میں یہ چیز سب سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ انسان براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی سے مخاطب ہوتا ہے۔

زمین آسمان کا نور ہونے کا مطلب یہی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے بننے

---

[۱] مکنز ۶۰۱۰ و رد فی المیزان وقال ان فیہ انقطاعاً، وقال الہیثمی فی طریق ابی یعلی محمد بن الحسن بن ابی یزید وہو متروک۔ (مناوی ج ۳ صفحہ ۵۴۱)

یا بگڑنے میں اللہ کے ارادے اور مشیت کا محتاج ہے۔ دعاء کا تعلق براہِ راست اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہوتا ہے۔

(۹۳۸) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من فتح لہٗ منکم باب الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ، وما سئل اللہ شیئاً — یعنی احب[1] الیہ — من ان یسأل العافیۃ۔

وقال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء۔

(رواہ الترمذی والحاکم کلاھما من روایۃ عبدالرحمٰن بن ابی بکر[2] الملیکی عن موسیٰ بن عقبۃ عن نافع عنہٗ قال الترمذی غریب وصححہ الحاکم [وتعقبہ الذھبی بان عبدالرحمٰن واہٍ، وقال ابن حجر سندہ لین[3]])

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے لئے دُعا کا دروازہ کُھل گیا (یعنی اسے دعا کی توفیق مل گئی) اس کے لئے رحمت کے دروازے کُھل گئے، اور اللہ تعالیٰ کو جتنی عافیت کی دُعا پسند ہے اُتنی کسی اور چیز کی نہیں، (یعنی اللہ تعالیٰ سے عافیت وصحت اور بلاؤں سے حفاظت کی دعاء کرنی چاہیئے۔)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعاء ان چیزوں کے لئے بھی فائدہ دیتی ہے جو پیش آگئی ہیں اور ان سے بھی جو ابھی پیش نہیں آئی ہیں (آئندہ پیش آسکتی ہیں) اِسلئے اللہ کے بندو دعا کو اپنے لئے ضروری سمجھو۔

(۹۳۹) وعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

---

[1] یعنی احب الیہ یرید بہ ان الراوی ذکر لفظا معناہ ھذا۔ [2] قال المنذری ذاھب الحدیث (الترغیب) وضعفہ احمد وابن معین وابو حاتم والبخاری والنسائی والبزار وقال الذھبی فی المیزان ص ۹۹/۲ قال ابن عدی ھو من جملۃ من یکتب حدیثہ
[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ص ۵۴۲/۳ وراجع تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزی ج ۶ ص ۲۳۶۔

لایرد القضاء الّا الدعاء، ولایزید فی العمر الا البرّ، وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یذنبہ۔ (رواہ ابن ماجہ وابن حبان والحاکم واللفظ لہ وصححہ[1] (ووافقہ الذہبی)[2] ورواہ الترمذی (والحاکم)[2] عن سلمان رضی اللہ عنہ الی قولہ البر وحسنہ الترمذی[3])

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر (کے فیصلے) کو سوائے دعا کے کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، اور عمر میں اضافہ سوائے نیکی کے اور کسی چیز سے نہیں ہوسکتا، اور آدمی (بسا اوقات) کوئی بُرا کام کرنے کی وجہ سے روزی سے محروم کردیا جاتا ہے (یعنی بہت سے گناہ لوگوں کے لئے تنگدستی اور بے برکتی کا سبب بن جاتے ہیں)

تشریح: خدا تعالیٰ کے بہت سے فیصلے انسان کے حالات کے بارے میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں تبدیلی کی گنجائش ہوتی ہے۔ دعا کرنے سے خدا تعالیٰ ایسے فیصلوں کو بدل دیتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آفت آنے والی تھی آپ نے صبح ہی عافیت وحفاظت کی دُعا کرلی تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس آفت آنے کے پہلے فیصلے کو بدل کر عافیت وحفاظت کا فیصلہ فرمادیگا۔

عمر میں اضافہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ عمر کے ساٹھ سال طے تھے وہ پینسٹھ کردیئے گئے، اور یہ بھی عمر میں اضافے ہی کی ایک صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ساٹھ سال ہی کی عمر میں پینسٹھ اور ستر سال والوں سے زیادہ کارنامے انجام دلادے۔

---

[1] الترغیب ھہنا وفی بر الوالدین ج ۳ ص ۳۱۷۔

[2] المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳ فی الدعاء۔ وقد رواہ الحاکم فی المستدرک ثانیا فی کتاب معرفۃ الصحابۃ مناقب ثوبان ج ۳ ص ۴۸۱ من طریق علی بن قرین عن سعید بن راشد عن الخلیل بن مرۃ، قال الذہبی فی التلخیص: ابن قرین کذاب وسعید واہ وشیخہ ضعفہ ابن معین اھ قلت وعجبا للعلامۃ المناوی فی فیض القدیر ج ۳ ص ۴۴۳ ہ نقل فی الشرح ھذا الطریق ولم یذکر الطریق الذی فی الدعاء۔ [3] الترغیب وفیض القدیر ج ۶ ص ۴۵ ورویٰ النسائی باسناد صحیح قولہ ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ۔ (الترغیب ج ۳ ص ۳۱۳ باب الترھیب من ارتکاب الصغائر)

(۹۴۰) وعن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: لایغنی حذر من قدر، والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل، وان البلاء لینزل فیلقاہ الدعاء فیعتلجان[1] الی یوم القیامة۔ (رواہ البزار والطبرانی والحاکم وصححہ[2])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آدمی کی) احتیاط اسے تقدیر سے بے نیاز نہیں کر سکتی (تمام احتیاطی تدبیروں کے باوجود تقدیر سامنے آکے رہتی ہے) اور دعا ان چیزوں میں بھی فائدہ دیتی ہے جو پیش آچکی ہیں (اور انسان ان میں مبتلا ہے) اور ان میں بھی جو (ابھی) پیش نہیں آئی ہیں (آئندہ کبھی پیش آسکتی ہیں) اور بلائیں (بہت سی مرتبہ) آرہی ہوتی ہیں اور دعاء (اوپر بارگاہِ الٰہی میں جارہی ہوتی ہے اس) کی مٹ بھیڑ بلاء سے ہو جاتی ہے، وہ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو جاتی ہیں (اور یہ) قیامت تک (ہوتا رہتا ہے)۔

تشریح: بندے کی جن دعاؤں کی قبولیت دنیا میں ظاہر نہیں ہوتی ان میں سے بعض ایسے کام بھی بنا دیتی ہیں کہ جو آفت بندے پر نازل ہونے کیلئے چل چکی تھی، قیامت تک اسے بندے پر آپہنچنے سے روک لیا۔ اس طرح جو مانگا تھا وہ تو نہیں ملا مگر یہ دعا بھی اس کے حق میں مفید ہی رہی۔

(۹۴۱) وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: سلوا الله من فضله فان الله یحب ان یُسأل، وافضل العبادة انتظار الفرج۔ (رواہ الترمذی[3] وابن ابی الدنیا)

---

[1] ای یتصارعان ویتدافعان۔ (الترغیب)۔ [2] وتعقبہ الذہبی فی التلخیص بان فی اسنادہ زکریا بن منظور وشیخ من الانصار مجمع علی ضعفہ۔ (المستدرک مع التلخیص ج ۱ ص ۴۹۲)۔ [3] قال الترمذی ھکذا روی حماد بن واقد ھذا الحدیث وحماد بن واقد لیس بالحافظ، وروی ابو نعیم ھذا الحدیث عن اسرائیل عن حکیم بن جبیر عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحدیث ابی نعیم اشبہ ان یکون اصح۔ (الترغیب) وقد حسنہ الحافظ ابن حجرؒ (فیض القدیر للمناوی ص ۴۷) وسکت عنہ المزی (باقی آگے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل (وکرم) کا سوال کرتے رہا کرو، اللہ کو اپنے سے مانگنا بہت پسند ہے، اور خوش حالی کا انتظار کرنا (خصوصاً دُعا کی قبولیت کی اُمید پر) بہترین عبادت ہے۔

تشریح: کسی بھی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور بہتری کا انتظار و اشتیاق بھی ایک طرح کی باطنی طلب اور دُعاء ہے، اور دعاء کا عبادت ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے ـــــ دوسرے یہ کہ جو شخص آئندہ بہتری کی توقع رکھتا ہے یقیناً وہ خوش وخرم رہتا ہے۔ بعد کو نتیجہ خواہ کچھ ظاہر ہو مگر یہ شخص پست ہمت نہیں ہوتا اور اس کا حوصلہ بلند رہتا ہے ـــــ اس کے برخلاف جو شخص ہمیشہ تنگیوں پریشانیوں اور بدحالیوں کے اندیشے دماغ میں لاتا رہتا ہے وہ تنگدل اور پریشان رہتا ہے اور پست ہمت ہو جاتا ہے اور نتیجہ جو سامنے آنا ہے وہ ہر حال میں سامنے آکر رہتا ہے ؎

تفاوت است میانِ شنیدنِ من وتو   تو غلقِ باب ومن فتحِ باب می شنوم[۱]

مومن کی کوئی دعاء رائیگاں نہیں جاتی

(۹۴۲) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مامن مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اِثم ولا قطیعۃ رَحِم الا

(باقی حاشیہ) فی تحفۃ الاشراف ج ۷، ص ۲۱ والحافظ ابن حجر فی تعلیقہ المسمی بالنکت الظراف المطبوع معہ۔
وامالحکیم بن جبیر فقال المنذری فی رجال الترغیب قال الدارقطنی وغیرہ متروک وقال النسائی لیس بالقوی وشاہ بعضہم وحسن امرہ۔

[۱] یعنی مجھ میں اور تجھ میں فرق یہ ہے کہ کواڑوں کا آہٹ سُن کر تُو تو یہ سمجھتا ہے کہ دروازہ بند ہوا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب دروازہ کھلا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تُو تو آہٹ سُن کر منہ بنائیگا کہ اب کیا چلیں، اور میں بیٹھا بھی رہا ہوں گا تو فوراً اُٹھ کھڑا ہوں گا کہ اب چلنا چاہیئے ـــــ اس ارشادِ نبوی کا پیغام یہی ہے کہ ہمیشہ اپنا عزم جوان اور حوصلہ بلند رکھو۔

اعطاه الله بها احدی ثلاث: إما ان یُعجّل له دَعْوَتَه، واِمّا ان یدخرها له فی الاخرة، واما ان یصرف عنه من السوء مثلها، قالوا: اذاً نُکثِر، قال: الله اکثر۔ (رواه احمد والبزار وابویعلی باسانید جیدة والحاکم وصححہ [ووافقہ الذھبی[1]] وروی احمد عن ابی ہریرةؓ نحوه مختصراً باسناد لاباس به والترمذی والحاکم عن عبادة بن الصامتؓ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کوئی مسلمان کوئی دعاء کرتا ہے جس میں کوئی بُرائی نہ ہو اور نہ وہ رشتہ داروں کے حقوق کے خلاف پڑ رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے ان تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے: (۱) یا تو قریب ہی میں اس کی مانگ پوری فرما دیتا ہے۔ (۲) یا اسے آخرت کے لئے محفوظ کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ (۳) اور یا (اس کے بدلے) اس بندے کی اسی دعاء کے برابر کوئی آفت و مصیبت دور کر دی جاتی ہے۔ (یہ سُنکر) صحابہ کرام نے عرض کیا: پھر تو ہم کثرت سے (دعاء) کرینگے۔ فرمایا: اللہ اور زیادہ ہے (یعنی اس کی بخشش و عنایت تمہاری دُعاؤں سے کہیں بڑھ کر ہے)۔

تشریح: انسان خدا تعالیٰ سے دعا تو خواہ کسی بھی چیز کی کرلے لیکن اللہ کا دستِ کرم اگر اپنی شان کے مطابق اِسی دنیا میں دینے پر آجائے تو نہ یہ دنیا اس کا تحمل کر سکے نہ خود یہ انسان اس کی تاب لا سکے۔ آخر بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے جب بھی اس کو غذا ملتی ہی ہے۔ مگر جو غذائیں اور جو نعمتیں اس کو یہاں دنیا میں آکر ملتی ہیں ان کا تحمل نہ اس کی وہ دنیا کر سکتی ہے اور نہ خود یہ ہی اُس وقت ان کی سکت رکھتا ہے، بالکل اسی طرح ہماری یہ دنیا بھی آخرت میں ملنے

---

[1] المستدرک مع التلخیص ص۴۹۳/۱ الدعاء۔

والی وسیع وعریض دنیا کے مقابلے میں بڑی تنگ وتاریک بڑی کمزور اور بڑی محدود دنیا ہے۔ خدائے رحیم وکریم بہت سی دعاؤں پر وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جن کی تاب اس وقت نہ ہم میں ہے اور نہ ہماری اس ضعیف البُنیان دنیا میں، اس لئے وہ رحمٰن ورحیم بہت سی دعائیں اپنی مصلحت کے تحت آخرت کے لئے اٹھا رکھتا ہے۔

قیامت میں دعاؤں کے پورا نہ ہونے کی تمنا

(۹۴۳) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یدعو اللہ بالمومن یوم القیامۃ حتی یوقفہ بین یدیہ فیقول، عبدی انی امرتك ان تدعونی، ووعدتُك ان اَستَجِیبَ لك، فهل كنتَ تدعونی؟ فیقول: نعم یارب فیقول: اَمَا اِنَّكَ لم تدعُنِی بِدَعْوَۃٍ الا استجبتُ لك۔

الیس دعوتنی یوم كذا وكذا لِغَمٍّ نزل بكَ اَنْ اُفَرِّجَ عَنكَ فَفَرَّجْتُ عنك؟ فیقول: نعم یاربّ، فیقول: انی عجلتها لك فی الدنیا۔

ودعوتنی یوم كذا وكذا لِغَمٍّ نزل بك ان افرج عنك فَلَمْ تَرَ فَرَجًا؟ قال: نَعَم یارب فیقول: انی اِدَّخَرتُ لك بها فی الجنۃ كذا وكذا۔

ودَعَوتَنی فی حاجۃ اَقْضِیَهَا لك فی یومِ كذا وكذا فقضیتها؟ فیقول: نعم یارب، فیقول: انی عجلتها لك فی الدنیا۔

وَدَعَوتَنی یوم كذا وكذا فی حاجۃٍ اقضیها لك فلم تَرَ قضاءها؟ فیقول: نعم یارب، فیقول: انی ادخرت لك بها فی الجنۃ كذا وكذا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فلا یَدَعُ اللہُ دعوۃً دعا بها عبدہ المؤمن اِلّا بَیَّنَ لہ، اما ان یكون عُجِّلَ لہ فی الدنیا، واما ان یكون

ادخرله فی الآخرة، قال: فیقول المومن فی ذلك المقام: یالیته لم یکن عجل له شیئ من دعائه۔ (رواه الحاکم [وقال: ھذا حدیث تفرد بالفضل بن عیسی الرقاشی عن محمد بن المنکدر ومحل الفضل بن عیسی محل من لا یتھم بالوضع ووافق الحاکم فیہ الذہبی])[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومن کو بلائے گا (اور اپنے قریب کریگا) یہانتک کہ اُسے اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور فرمائے گا: میرے بندے! میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ مجھ سے مانگ اور وعدہ کیا تھا کہ میں تیری مانگ پوری کرونگا، تو کیا تو دعا کرتا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں پروردگار (میں دعائیں کیا کرتا تھا) ارشاد ہوگا کہ دیکھ تیری کوئی ایک دعا بھی ایسی نہیں ہے جو تو نے مجھ سے مانگی ہو اور میں نے قبول نہ کی ہو (پھر ایک ایک کر کے اللہ رب العزت اس کی دعائیں گنوانا شروع کریگا:)

کیا تو نے فلاں فلاں دن جب تجھے ایک غم پیش آیا تھا تو نے اس کے دُور ہونے کی دعا نہ کی تھی اور وہ میں نے دُور کر دیا تھا؟ وہ عرض کریگا کہ پروردگار ہاں (ایسا ہی ہوا تھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تیری یہ دُعا جلدی دنیا ہی میں پوری کر دی تھی۔

اور تو نے فلاں فلاں دن (بھی) ایک غم کے دُور ہونے کی دعا کی تھی مگر تو نے وہ غم دُور ہوتے نہیں دیکھا؟ وہ عرض کریگا کہ پروردگار ہاں۔ ارشاد ہوگا کہ میں نے اس دُعا کے بدلے جنت میں فلاں فلاں (بہت بڑی بڑی نعمتیں) جمع کر رکھی ہیں۔

اور تو نے مجھ سے فلاں فلاں دن ایک ضرورت کے پورا ہونے کی دعا

---

[1] المستدرک مع التلخیص ج ۱ صفحہ ۴۹۴۔

کی تھی میں نے وہ پوری کردی تھی نا؟ وہ عرض کرے گا پروردگار ہاں ارشاد ہوگا میں نے یہ (دعا) تجھے جلدی دنیا ہی میں دیدی۔

اور تو نے مجھ سے فلاں فلاں دن ایک ضرورت کے پورا ہونے کی دعا کی تھی اور تو نے اس کو پورا ہوتا نہیں دیکھا؟ وہ عرض کریگا: ہاں پروردگار ارشاد ہوگا: میں نے اس کے بدلے تیرے لئے جنت میں فلاں فلاں نعمتیں محفوظ کر رکھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن بندے نے جو جو بھی دعائیں (دنیا میں) کی ہونگی اللہ تعالیٰ ان سب کا تذکرہ فرمائیگا اور بیان فرمائیگا کہ کونسی اس نے دنیا میں دیدی تھی اور کونسی آخرت کے لئے جمع کردی تھی، اس موقع پر مومن کہے گا کہ کاش! میری کوئی بھی دعا جلدی (دنیا ہی میں) پوری نہ ہوئی ہوتی۔

تشریح: یہ تمنا اس لئے ہوگی کہ دنیا میں ملی ہوئی نعمتیں اور قبولیتیں آخرت کی عظیم و بے شمار نعمتوں کے سامنے اس قدر بے وزن اور حقیر محسوس ہونگی کہ دنیا میں پوری ہونے والی دعائیں گویا ضائع ہوئی محسوس ہونگی۔

اللہ تعالیٰ دعا کے ہاتھ خالی پھیرتے شرماتا ہے

(۹۴۴) عن سلمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ حییٌ کریم یستحیی اذا رفع الرجل الیہ یدیہ ان یردھما صفرا[1] خائبین۔ (رواہ ابوداود والترمذی وحسنہ واللفظ لہ وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین [ووافقہ الذہبی[2]] وروی نحوہ الحاکم عن انس رضی اللہ عنہ وفی

---

[1] الصفر بکسر الصاد المہملۃ واسکان الفاء ھو الفارغ (الترغیب)۔ [2] المستدرک ص۴۹۷ ج۱

آخرہ: ثم لا یضع فیہما خیرا۔ قال الحاکم صحیح الاسناد وقال المنذری وفی ذلک نظر [وقال الذہبی فیہ عامر بن یساف ذو مناکیر[1]])

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا حیا شعار اور کریم ہے۔ آدمی جب اس کے سامنے (دعا کیلئے) ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ انہیں خالی اور ناکام واپس لوٹا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ان میں کوئی بھی خیر (اور نفع) نہ رکھے۔

تشریح: کوئی شخص اپنے سے مانگنے والے کا سوال جو پورا نہیں کرتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، یا تو اسے مانگنے والے سے ہمدردی نہیں ہوتی یا اسکے پاس خود کمی ہوتی ہے یا وہ بخیل ہوتا ہے وغیرہ، ایسی کوئی بھی بات خدا تعالیٰ کے یہاں نہیں ہے، اسے اپنے بندوں سے بے پناہ محبت بھی ہے، اس کے پاس ہر چیز کے بے شمار خزانے ہیں اور وہ بہت کریم اور سخی بھی ہے، اسلئے نہ دینے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، اب جو دنیا میں کسی دعا کی قبولیت کا ظہور نہیں ہوتا تو اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے اور ایسی تمام دعائیں جو دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں اُن کا بہت بہتر بدلہ آخرت میں دیدیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی حدیث ۹۴۴ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

اپنی حاجتیں صرف اللہ کے سامنے رکھئے

اوپر ۳۶۱ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ارشادِ نبوی آچکا[2] ہے کہ جسے تنگدستی آئی اور وہ اپنا حال لوگوں کے سامنے لے گیا تو اس کی تنگدستی دُور نہ ہوگی۔ (وہ ہمیشہ دربدر کی ٹھوکریں ہی کھاتا رہے گا) اور جس نے اپنی تنگدستی خدا تعالیٰ کے سامنے رکھی (اسی سے اپنی تنگدستی دُور کرنے کی دعا کی) تو

---

[1] المستدرک ج ۱ ص ۴۹۵ [2] اسی کتاب کی دوسری جلد صفحہ ۲۱۲ پر۔

اسے دیر یا سویر ضرور اللہ تعالیٰ روزی عطا فرما دے گا۔ اس لئے کبھی اپنی حاجتیں اپنی ہی طرح کے کمزور انسانوں کے پاس لے کر نہ جانا چاہیئے۔

دعاءِ حاجت

(۹۴۵) عن[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: جاءنی جبریل علیہ السلام بدعوات[2] فقال: اذا نزل بك امر من امر دنیاك فقدِّمهنّ ثم سل حاجتك: یا بدیع السمٰوٰت والارض، یا ذا الجلال والاکرام، یا صریخ المستصرخین، یا غیاث المستغیثین، یا کاشف السوء، یا ارحم الراحمین، یا مجیب دعوة المضطرین، یا الٰه العالمین بك أنزل حاجتی، وانت اعلم بها فاقضها۔

(رواہ الاصبہانی، وفی اسنادہ اسماعیل بن عیاش[3]، ولہ شواہد کثیرۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ کلمات لے کر آئے اور کہا کہ جب آپ کو دنیا کا کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو پہلے ان کلمات کو کہیئے اور پھر اپنی ضرورت کا سوال کیجئے (وہ کلمات یہ ہیں):

یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ، یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ، یَا کَاشِفَ	اے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والے، اے عظمت و بزرگی والے، اے چیخ پکار کرنے والوں کی پکار سننے والے، اے مدد چاہنے والوں کی مدد کرنے والے، اے برے وقت

---

[1] الترغیب جلد اول صفحہ ۴۷۸۔ ابواب الصلاۃ۔ اسی طرح کی ایک روایت حدیث ۳۳۲ میں بھی گذر چکی ہے۔

[2] اراد بہ الکلمات الآتیۃ واتی بلفظ الجمع لان کل کلمۃ منہن نداء ودعوۃ۔

[3] الحمصی عالم اہل الشام ضعفہ النسائی وعلی بن المدینی ووثقہ ابن معین وقال ابوحاتم لین وقال البخاری اذا حدث عن اہل بلدہ فصحیح واذا حدث عن غیرہم ففیہ نظر۔ (رجال الترغیب ملخصا)

السُّوْءِ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا اِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ بِكَ اُنْزِلُ حَاجَتِیْ وَاَنْتَ اعلم بها فاقضها۔

کے دُور کرنے والے اے تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ اے مجبوروں اور بے کسوں کی دُعا کے قبول کرنے والے اے تمام جہانوں کے حاکم، میں اپنی ضرورت تیرے ہی سامنے رکھتا ہوں اور تو اس کو خوب جانتا ہے اسے پورا فرما دے۔

نوٹ :۔ صلاۃ الحاجۃ نماز کے ابواب میں آچکی ہے۔

قبولیت کے خاص اسباب اور مواقع

(۹۴۶) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :

من سَرَّهٗ ان یستجیب الله له عند الشدائدِ فَلْیُکْثِرِ من الدعاء فی الرخاءِ۔

(رواہ الترمذی والحاکم عنه وعن سلمان وصحح اسنادہما[1])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہو کہ سختیوں اور تنگدستیوں کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے اسے خوش حالی کے زمانے میں کثرت سے دعاء کرتے رہنا چاہیئے۔

تشریح : جو بندہ تنگدستی اور خوش حالی ہر صورت میں اللہ تعالیٰ سے دُعاء و عبادت اور بندگی کا تعلق رکھتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ سے سچی اور پائیدار محبت رکھتا ہے اس کی تنگدستی کی دعاء زیادہ سنی جائیگی اور جو صرف مصیبت پڑنے پر خدا کو پکارتا ہے وہ صرف مطلب کا ساتھی ہے۔ اور زیادہ تر لوگ اسی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی طبیعت کو بیان فرمایا ہے کہ:

---

[1] ووافقه الذهبی فی تصحیح حدیث ابی ہریرۃ رض۔ (المستدرک وتلخیصه ج ۱ ص۵۴۴۔ الدعاء)۔

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر پکارنے لگتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسائش عطا فرما دیتا ہے جس کیلئے پہلے سے خدا کو پکار رہا تھا اُسے	وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ (سورۃ زمر آیت ۸)

بھول جاتا ہے اور (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔

دعار تو خدا تعالیٰ کے یہاں ایسے لوگوں کی بھی سُنی جاتی ہے مگر وہ خاص توجہ نہیں ہو سکتی جو پہلی قسم کے لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ اس کے قریبی مفہوم کی ایک حدیث ابھی نمبر ۹۳۵ پر بھی آچکی ہے۔

(۹۴۷) وعن فضالة بن عبيد رضى الله عنه قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعدٌ اذ دخل رجل فصلى، فقال: اللهم اغفرلى وارحمنى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عَجِلتَ ايها المُصَلِّي، اذا صليت فقعدت فاحمدِ الله بما هو اهله وصلِّ عليَّ ثُمَّ ادعه، قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك فحمد الله وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: ايها المصلى ادع تُجَبْ۔

(رواه احمد وابوداؤد والترمذى واللفظ له وحسنه والنسائى وابن خزيمة وابن حبان)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) تشریف فرما تھے۔ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھ کر یوں دعا کرنے لگا اللھم اغفرلی وارحمنی (اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز پڑھنے

لہ قلت هذا اصح ما رأيته فى استفتاح الدعار بالصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم۔

والے تم نے جلدی کی جب تم نماز پڑھ کر بیٹھو تو (پہلے) اللہ تعالیٰ کی (اچھی طرح) حمد وثنا کرو جو اس کے شایانِ شان ہو اور مجھ پر درود بھیجو پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کیا کرو۔

حضرت فضالہ رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی اُس نے (نماز کے بعد) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، اس پر آپؐ نے اس سے فرمایا: نماز پڑھنے والے مانگو (اب) تمہاری دعاء قبول ہوگی۔ (یعنی آپؐ نے اس طریقے کو پسند فرمایا)

(۹۴۸) وعن[۱] عبد الله بن عمرو بن العاصي رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنَّ أسرعَ الدعاء اجابةً دعوةُ غائبٍ لغائبٍ۔ (رواه ابوداؤد والترمذى كلاهما من رواية عبد الرحمٰن بن زياد بن انعم[۲] وقال الترمذى غريب[۳])

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے تیزی کے ساتھ جو دعاء قبول ہوتی ہے ــــ وہ غائب کی دعاء ہے جو غائب کے لئے کی جائے۔

تشریح: یہ مفہوم کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ مومن جو دعاء اپنے غائب بھائی کے لئے کرتا ہے وہ کبھی رد نہیں کی جاتی اس لئے کہ غائب آدمی کے لئے جو دعا کی جاتی ہے اس میں کوئی غرض یا لالچ یا کوئی خوف تو ہوتا نہیں خلوصِ دل سے دعاء کی جاتی ہے

۱؎ الترغیب ج ۴ ص۳۰۸ دعاء المرء لاخیہ بظہر الغیب سیما المسافر۔

۲؎ قال احمد لیس بشیءٍ نحن لا نروی عنہ شیئا وقال ابن حبان: یروی الموضوعات عن الثقات ویدلس عن محمد بن سعید المصلوب۔ قال المنذری: وفیما قاله نظر ولم یذکره البخاری فی کتاب الضعفاء وکان یقوی امره ویقول هو مقارب الحدیث، فقال الدارقطنی لیس بالقوی ووثقه یحیی بن سعید وروی عباس عن یحیی بن معین: لیس به باس وقد ضعف وقال النسائی: لیس به باس (رجال الترغیب والمیزان ص۲۶۱ وتهذیب التہذیب ج ۶ ص۱۷۳)

۳؎ وله شاهد من حدیث ام الدرداء (العنزی) عند مسلم وابی داؤد ومن حدیث ابن عباسؓ عند الطبرانی (ذکرهما المنذری فی الترغیب ص۳۰۸ ج۴) ومن حدیث عمران بن الحصینؓ ومن حدیث انسؓ کلاهما عند البزار۔ (مجمع الزوائد ص۱۵۲ ج۱۰)

اس لئے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۴۹۹) وعن[۱] ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ثلاث دعوات مستجابات لاشک فیھن. دعوۃ الوالد، ودعوۃ المظلوم، ودعوۃ المسافر۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی فی موضعین وحسنہ فی احدھما والبزار ولفظہ قال: ثلاث حق علی اللہ ان لا یرد لھم دعوۃ: الصائم[۲] حتی یفطر، والمظلوم حتی ینتصر، والمسافر حتی یرجع۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں مقبول ہیں جن میں کوئی شک نہیں: والد کی دعا (اولاد کے حق میں) مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ تین شخصوں کے لئے اللہ کا ذمہ ہے کہ ان کی کوئی دعا رد نہیں فرمائے گا: روزہ دار جب تک کہ وہ افطار نہ کرلے[۳] مظلوم جب تک کہ اس کو (کہیں سے) مدد نہ حاصل ہو جائے اور مسافر جب تک کہ وہ لوٹ کر نہ آجائے۔

تشریح: اوپر بہت سی احادیث میں قبولیت کے کچھ اور مواقع بھی گزر چکے ہیں مثلاً:

(۱) اذان کے بعد دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے (حدیث نمبر ۱۳۰ ج ۱ ص ۳۸۱ نیز حدیث نمبر ۶۲۵ ج ۳ ص ۱۵۸)۔

(۲) اسی طرح اقامت کے وقت (حدیث نمبر ۱۳۱ ج ۱ ص ۳۸۱)۔

---

[۱] الترغیب ج ۴ ص ۵۶ دعاء المرء لاخیہ بظہر الغیب لا سیما المسافر۔

[۲] وقد تقدم فی دعوۃ الصائم حدیث عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص برقم ۳۳۰ ج ۲ ص ۲۸۱۔

[۳] ماہ رمضان میں عام اوقات میں بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث ۳۲۶ جلد ۲ ص ۲۹۵ میں آچکا ہے اور افطار کا وقت خاص طور پر دعاؤں کی قبولیت کا ہے دیکھئے حدیث ۳۳۰ اور ۳۳۱ ج ۲ ص ۲۸۱ و ۲۸۳۔

(۳) حج وعمرہ کرتے وقت (حدیث نمبر ۵۴۱ ج ۳ ص ۱۷)

(۴) حج سے واپسی پر (حدیث نمبر ۵۴۳ ج ۳ ص ۱۹)

(۵) جہاد کے میدان میں (حدیث نمبر ۱۳۱ ج ۱ ص ۳۱۸ اور حدیث نمبر ۶۲۵ ج ۲ ص ۱۵۸)

(۶) منصف حکمراں کی دعار (حدیث نمبر ۴۴۱ ج ۲ ص ۲۸۲)

(۷) اور تلاوتِ قرآن مجید کے بعد (حدیث نمبر ۴۶ ۷ و ۴۷ ۷ ج ۳ ص ۳۲۰)

کلماتِ قبولیت

اِن کلمات سے خاص طور پر وہ کلمات اور دعائیں مُراد ہیں جو دعار کے شروع میں کہے جاتے ہیں اور قبولیتِ دعار میں خاص اثر رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک حدیث نمبر ۸۲۶ پر بھی آچکی ہے۔ اسم أعظم اور درود شریف کا بیان ایک مستقل عنوان کے ساتھ آرہا ہے اور دعار کے شروع میں حمد وثنا اور درود شریف کے متعلق ایک حدیث آپ ابھی نمبر ۹۴۷ پر پڑھ آئے ہیں۔

(۹۵۰) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً وھو یقول: یا ذا الجلال والاکرام فقال: قد استجیب لك فسل۔

(رواہ الترمذی وحسنہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (دعار میں) یا ذا الجلال والاکرام کہتے سُنا آپؐ نے فرمایا: تمہاری دعا یقیناً قبول ہوگی مانگو۔

(۹۵۱) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکاً مُوَکَّلاً بمن یقول: یا ارحم الراحمین، فمن قالھا ثلاثاً قال المَلَکُ: ان ارحم الراحمین قد اقبل علیك فَسَلْ۔

رواہ الحاکم وصححہ وتعقبہ الذھبی وقال: فضال لیس بشیٔ فاین

الصحة[1])

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ایک فرشتہ ان لوگوں کے لئے مقرر ہے جو (دعا میں اللہ کی یا ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے ہیں، جو بندہ تین بار یہ کہہ کر پکارتا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہیں سوال کر۔

(۹۵۲) وعن معاویة بن ابی سفیان رضی الله عنهما قال، سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من دعا بهؤلاء الکلمات الخمس لم یسأل الله شیئاً الا اعطاه: لآ اله الا الله والله اکبر، لا اله الا الله وحده لاشریك له، له الملك وله الحمد، وهو علی کل شیئ قدیر، لا اله الا الله ولاحول ولاقوة الا بالله.

(رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد حسن[2])

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ان پانچ کلمات کے ذریعہ دعا کی وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی کچھ مانگے گا وہ اسے ضرور دے گا: لآ اله الا الله والله اکبر، لا اله الا الله وحده لاشریك له، له الملك وله الحمد، وهو علی کل شی قدیر، لا اله الا الله، ولاحول ولاقوة الا بالله۔[3]

(۹۵۳) وعن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: دعوة ذی النون اذ دعاه وهو فی بطن الحوت: لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین، فانه لم یدع بها رجل مسلم فی شیئ قط الا استجاب الله له۔

---

[1] فیض القدیر ج ۲ صفحہ ۳۰ وقد سکت عنہ المصنف کما تری۔
[2] وکذا حسن اسنادہ الهیثمی فی مجمع الزوائد۔
[3] ان تمام کلمات کے ترجمے مختلف مقامات پر بار بار آ چکے ہیں۔

(رواہ الترمذی واللفظ لہٗ والنسائی والحاکم وصححہ [ووافقہ الذہبی[1]])

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مچھلی والے کی دعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں پکارا تھا یہ تھی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔	کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو بے عیب ہے بے شک میں ہی قصوروار ں میں ہوں۔

جو بھی بندۂ مومن ان کلمات کے ذریعہ کسی معاملے میں دعا کریگا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

تشریح: یہ مچھلی والے بزرگ ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام ہیں ان کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ان کو موصل کے قریب شہر نینویٰ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا یونس علیہ السلام نے ان کو شرک و بت پرستی سے روکا اور حق کی دعوت دی مگر وہ بجائے راہِ راست پر آنے کے مزید سرکشی اور عناد پر اُتر آئے، آخر انھوں نے بددعا کی اور عذابِ الٰہی کی خبر دے کر غصہ میں شہر سے نکل گئے حکمِ الٰہی کا انتظار نہ کیا۔ شہر سے باہر نکل کر کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہوئے کچھ دُور چل کر کشتی ڈوبنے لگی تو لوگوں نے اپنے عقیدے کے مطابق سوچا کہ ہم میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے پتہ لگاؤ کون ہے۔ اس مقصد سے یا یہ کہ وزن کشتی میں زیادہ تھا اس لئے کوئی ایک آدمی کم کرنا ضروری تھا اس غرض سے انھوں نے قرعہ اندازی کی اور یونس کا نام نکلا تین بار قرعہ ڈالا ہر بار یہی نام آتا رہا۔ یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے پانی کی سطح کو چھونا تھا کہ فوراً ایک بہت بڑی مچھلی نے آکر نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ دیکھ یہ تیری غذا نہیں ہے اس کو حفاظت سے رکھ ہم نے تیرا پیٹ اس کے لئے صرف ایک قیدخانہ بنایا ہے۔ اس وقت مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام

---

[1] المستدرک مع التلخیص ج ۱ ص ۵۰۵۔ ورواہ احمد وابو یعلی والبزار مطولاً بذکر القصۃ ورجال احمد وابی یعلی واحد اسنادی البزار رجال الصحیح غیر ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص وھو ثقۃ۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱) [2] عراق کا قدیم تاریخی شہر

نے اللہ تعالیٰ کو پکارا لا الٰہ الّا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، اپنی خطا کا اعتراف کیا کہ واقعی مجھے یوں تیرے حکم کا انتظار کئے بغیر شہر سے نکل نہیں جانا چاہیئے تھا۔

ظاہر ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی یہ غلطی اجتہادی غلطی تھی جو امت کے حق میں معاف ہے مگر انبیاء کرام کی تہذیب و تربیت دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے ان کی معمولی فروگزاشت بھی بڑی اہم ہوتی ہے۔ جس معاملے میں وحی آنے کی امید ہو اس میں بغیر انتظار کئے غصہ ہو کر نکل جانا نبی کے شایانِ شان نہ تھا۔ اس بات پر دارو گیر ہوئی۔ آخر توبہ کے بعد نجات ملی یہ مچھلی نے بحکمِ الٰہی کنارے پر لا کر اُگل دیا اسی کو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء آیت ۸۷-۸۸)

(ترجمہ) اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چل دیئے اور انھوں نے یہ سمجھا[1] کہ ہم کوئی دارو گیر نہ کریں گے، پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بے عیب ہے بے شک میں ہی قصور واروں میں ہوں، چنانچہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو (کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت آیتِ کریمہ کہلاتی ہے۔ قدیم زمانے سے اُمت کے بیشمار لوگ اِس آیت کا ورد کرتے رہے ہیں اور اپنے بڑے بڑے اُلجھے ہوئے کاموں میں مختلف طریقوں پر اور مختلف تعداد میں اس کا وظیفہ پڑھ کر فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔

---

[1] انھوں نے واقعۃً ایسا سمجھ نہیں لیا تھا بلکہ صورتِ حال ایسی تھی جیسے وہ یہ سمجھ رہے ہوں۔

اسمِ اعظم

قبولیتِ دعاء کے بہت مؤثر ذرائع کے بارے میں ایک اصولی بیان آپ اوپر پڑھ چکے ہیں وہاں اسمِ اعظم کا بیان بھی ضمناً آچکا ہے اور یہ بھی کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں کیا حکمت ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث میں اللہ تعالیٰ کے بعض ناموں کے متعلق اسمِ اعظم ہونا بتایا گیا ہے مگر یہ کئی نام الگ الگ ہیں۔ ان میں سے کونسا یقینی طور پر اسمِ اعظم ہے یہ طے کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس موضوع پر احادیثِ نبوی کو دیکھنے اور اس سلسلے میں اہلِ علم کی طویل بحثوں کے مطالعے کے بعد جو رائے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ نام دوسرے بہت سے ناموں کے مقابلہ میں اپنی معنوی عظمت و گہرائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پکارنے کیلئے زیادہ موزوں ہیں، ان کے ذریعہ جس قدر ایمانی قوت دل کے خلوص و یقین اور سچی لگن اور پوری توجہ کے ساتھ کئی کئی بار دُہرا کر دعا کی جائے گی اور جس قدر قبولیت کا زیادہ یقین ہوگا اسی قدر ان ناموں میں اسمِ اعظم کی شان زیادہ پیدا ہوتی جائے گی۔ اور پھر جو دعاء کی جائیگی اِن شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔[۱]

(۹۵۴) عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہ[۲] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً[۳] یقول: اللھم انی اسألك بانی اشھد انك انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد فقال: لقد سألت اللہ بالاسم الاعظم الذی اذا سُئِلَ بہ اعطی واذا دُعی بہ اجاب۔

---

[۱] اسمِ اعظم کے متعلق تمام شارحینِ حدیث نے مختصر یا طویل بحثیں کی ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر چند صفحات کا ایک مستقل رسالہ "الدر المنظم فی الاسم الاعظم" لکھا ہے، یہ رسالہ سیوطی کے فتاویٰ کے مجموعہ میں شائع ہوگیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۳۵)۔ [۲] فی ح: عنھما۔

[۳] الظاہر ان ھذا الرجل ھو ابو موسیٰ الاشعری لورود حدیث یشیر الی ھذا۔ (الفتح الربانی ص ۲۸۵ ج ۱۴)

(رواہ [احمد و[1]] ابوداؤد والترمذی وحسنہ [والنسائی[2]] وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ علی شرطہما[3] الا انہ قال فیہ: لقد سألت اللہ باسمہ الاعظم[4])

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد (بریدہ اسلمی) رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سُنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس چیز کے وسیلے اور اس کی برکت سے کہ میں گواہی دیتا ہوں بے شک تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے جو نہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اور اکی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی برابر کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تم نے اللہ کے اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے جس کے ذریعہ اللہ سے جو بھی کچھ مانگا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے اور جو بھی دعا کی جاتی ہے اسے وہ قبول فرماتا ہے۔

(۹۵۵) وعن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی عَیّاشٍ زید بن الصامت الزرقی وھو یصلی وھو یقول: اللھم انی اسألك بان لك الحمد لا الہ الا انت، یا حنان یا منان یا بدیع السموٰت والارض، یا ذا الجلال والاکرام۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لقد دعا اللہ[5] باسمہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی۔

---

[1]، [2] الحصن الحصین۔ [3] ووافقہ الذہبی فی تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۵۰۴۔

[4] قال المنذری: قال شیخنا الحافظ ابو الحسن المقدسی: واسنادہ لا مطعن فیہ ولم یرد فی ھذا الباب حدیث اجود اسنادا منہ۔ (الترغیب) [5] ایک روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں۔ حوالہ عربی حاشیہ میں آچکا ہے۔ [6] فی ف ح: سألت اللہ۔

(رواہ احمد[1] واللفظ لہ وابن ماجہ [والطبرانی فی الصغیر[2]] ورواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان والحاکم وزاد جمیعًا ما لاربعۃ [فی آخرہ] یاحی یاقیوم، وصححہ الحاکم علی شرط مسلم [ووافقہ الذھبی[3]] وزاد الحاکم فی روایۃ لہ [فی آخرہ]: أسألك الجنۃ واعوذبك من النار)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعیاش زید بن صامت زرقی کے پاس سے گزرے وہ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس چیز کی برکت سے (کہ میں شہادت دیتا ہوں) کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے نہایت شفیق مہربان

اور اے بہت احسان کرنیوالے اے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والے، اے عظمت و بزرگی والے۔

ایک روایت میں [اس کے اخیر میں] یہ بھی ہے:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ۔ ✣ اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے۔

ایک اور روایت میں [اخیر میں] یہ ہے:

اَسْأَلُكَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔	میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دعا سُنی تو) فرمایا: تم نے اللہ کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے جس کے ذریعہ جو بھی دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُسے

---

[1] ورجالہ ثقات الا ان ابن اسحاق مدلس وان کان ثقۃ (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۵۸)

[2] مجمع الزوائد ایضا۔

[3] المستدرک مع التلخیص ج۱ ص۵۰۵ فی الدعاء۔

قبول فرماتا ہے اور جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے۔

(۹۵۶) وعن السری[1] بن یحییٰ[2] عن رجل من طی ــــ واثنی علیہ خیرا ــــ قال: کنتُ اسأل اللہ عزوجل ان یرینی الاسم الذی اذا دعی بہ اجاب فرأیتُ مکتوبًا فی الکواکب[3] فی السماء: یا بدیع السمٰوٰت والارض یاذا الجلال والاکرام۔

(رواہ ابو یعلی[4] ورواتہ ثقات)

سری بن یحییٰ قبیلہ بنو طے کے ایک شخص کا ــــ جن کی انھوں نے تعریف بھی کی ــــ بیان نقل فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ مجھے اسم اعظم دکھادے جس کے ذریعہ دعائیں قبول ہوتی ہیں، تو میں نے (ایک روز) آسمان میں ستاروں کے اندر یہ لکھا ہوا دیکھا: یا بدیع السمٰوٰت والارض ، یا ذاالجلال والاکرام۔

تشریح: ان بزرگ نے آسمان پر جو کچھ دیکھا صوفیاء کے یہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اور ان ناموں کا اسم اعظم ہونا کچھ اسی چیز پر موقوف نہیں ہے ابھی آپ اوپر والی حدیث میں ان مبارک ناموں کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔

(۹۵۷) وعن اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الآیتین: والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ــ وفاتحۃ سورۃ آل عمران: اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔

(رواہ [احمد و[5]] ابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن ماجۃ [وابن ابی شیبۃ[6]])

---

[1] ھو سری بن یحییٰ بن ایاس الشیبانی البصری (المیزان ص۱۱۷ ج۲) وھو غیر سری بن المغلس السقطی من کبار الصوفیاء۔

[2] فی ح: رضی اللہ عنہ [3] فی ق: الکوکب۔

[4] فی ح: ابو علی وھو تصحیف۔

[5] کنز العمال ج۱ ص۱۳۶ رقم الحدیث ۱۹۳۳۔

[6] الحصن الحصین ص۲۵۔

کلهم عن عبید اللہ بن ابی زیاد القداح[1] عن شہر بن حوشب[2] عن اسماء رضؓ

وروی الحاکم عن ابی امامۃ رضؓ رفعہ:

واسم الله الاعظم فی ثلث سور: البقرة، وال عمران، وطٰه[3]۔

وروی ابن ابی الدنیا فی الدعاء والطبرانی وابن مردویہ والھروی فی فضائلہ والبیہقی فی الاسماء والصفات عن ابی امامۃ رضؓ مرفوعاً:

قال: اسم الله الاعظم الّذی اذا دُعی به اجاب فی ثلاث سور: سُورة البقرة وآل عمران وطٰه۔

قال ابو امامة رضؓ فالتمستُها[4] فوجدت فی البقرة فی آیة الکرسی: الله لااله الاهو الحی القیوم۔ وفی آل عمران: الله لااله الاهو الحی القیوم۔ وفی طٰه: وَعَنَتِ الوجوہ للحی القیوم[5])

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ[6]، اور سورۂ آل عمران کی پہلی آیت (الم) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

---

[1] قال ابن معین: ضعیف، وقال ابوداؤد: احادیثہ مناکیر، وقال احمد: لیس بشئ، وقال مرۃ: صالح الحدیث وقال ابن عدی: لم ار له شیئا منکرا، وقال یحیی بن سعید: کان وسطا لیس بذلک وصحح حدیثہ الترمذی فی اسم الله الاعظم۔ (رجال الترغیب ملخصا)

[2] مختلف فیہ ووثقہ احمد وابن معین وغیرهما (رجال الترغیب ملخصا) وقد تقدم برقم ۶۵۶ من الھیثمی انہ ضعیف۔

[3] الحصن الحصین ص۳۵۔ [4] وفی الحصن (تحت الحدیث المتقدم من روایة الحاکم) عن القاسم بن عبد الرحمن الشامی التابعی عن ابی امامۃ رضؓ انہ قال: (یعنی القاسم) فالتمستها فوجدتها انه الحی القیوم — ثم قال الجزری مؤلف الحصن الحصین: وعندی انه: لااله الاهو الحی القیوم (ص۳۵) — فالظاهر ان قول ابی امامة هذا لم یطلع علیه الجزری والله تعالیٰ اعلم۔ [5] الدر المنثور ص۳۱۵/۱ج۔ [6] سورہ بقرہ آیت ۱۶۳۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسمِ اعظم جس کے ذریعہ دُعا مانگی جائے تو (ضرور) قبول ہوتی ہے۔ تین سورتوں میں ہے: سورہ بقرہ سورہ ال عمران اور سورہ طٰہٰ۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اِن سورتوں میں تلاش کیا تو مجھے سورہ بقرہ میں تو آیۃ الکرسی میں ملا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ[1]۔ اور سورہ ال عمران میں (پہلی ہی آیت میں): (الٓمّٓ) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اور سورہ طٰہٰ میں: وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ[2]۔

قبولیتِ دُعا کے خاص خاص اوقات وحالات

(۹۵۸) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان فی اللیل لساعۃ لایوافقھا رجل مسلم یسأل اللہ خیرًا من امر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک کل لیلۃ۔ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ دنیا اور آخرت کا جو بھی سوال مسلمان بندے کا اس میں ہو جائے گا اسے اللہ تعالیٰ ضرور پورا فرمائے گا۔ اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے۔

(۹۵۹) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ینزل ربنا کل لیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر فیقول: من یدعونی فاستجیب لہ؟، من یسألنی فاعطیہ؟، من یستغفرنی فاغفرلہ؟۔

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۵۵۔ [2] آیت ۱۱۱۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم [وابوداؤد[1]] والترمذی [وابن ماجۃ[2]] وفی روایۃ لمسلم:
اذا مضی شطر[3] اللیل او ثلثاہ ینزل اللہ الخ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات میں جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس نزدیک والے آسمان پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی مجھ سے بخشش چاہنے والا میں اسے بخش دوں؟ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب آدھی رات گزر جاتی ہے یا دو تہائی گزر جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے۔

تشریح: سورج چھپنے سے لے کر صبح صادق ہونے تک کا نام رات ہے اندازے سے اسکے تین حصے کر کے آخر کا تہائی حصہ تہجد اور دعا وغیرہ کا خاص وقت ہے۔

دوسری روایت کی رُو سے آدھی رات سے ہی یہ وقت شروع ہو جاتا ہے مگر زیادہ بہتر وقت آخری تہائی رات ہے۔

(۹۶۰) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: قیل: یارسول اللہ ای الدعاء اسمع؟ قال: جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوٰت المکتوبات۔

(رواہ الترمذی وقال حسن [وروی الطبرانی فی الثلاثۃ والبزار عن ابن عمرؓ قال: نادی رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ای اللیل أجوبُ دعوۃ؟ قال: جوف اللیل الآخر۔ قال الھیثمی: رجال البزار والکبیر رجال الصحیح[4]])

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1]، [2] من اتحاف السادۃ ج ۵ ص۳۱ ولفظ المصنف: رواہ مالک والبخاری ومسلم والترمذی وغیرہم۔
[3] وعن عثمان بن ابی العاص الثقفی رفعہ: قال: تفتح ابواب السماء نصف اللیل فینادی مناد: ھل من داع۔ الی آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۵۳)۔ [4] مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۵۵۔

علیہ وسلم سے پوچھا: کونسی دعا زیادہ سُنی جاتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

نوٹ: قبولیتِ دعا کے کچھ خاص اوقات اوپر بھی آچکے ہیں۔ مثلاً:

(۱) اذان کے بعد (حدیث نمبر ۱۳۰ جلد اوّل صفحہ ۲۸۱)

(۲) اقامت (تکبیر) ہوتے وقت۔ (حدیث نمبر ۱۳۱ جلد اوّل صفحہ ۲۸۱)

(۳) میدانِ جہاد میں جب صفیں لگی ہوئی ہوں۔ (اوپر والی حدیث نمبر ۱۳۱)

(۴) جمعہ کے دن ایک خاص ساعت میں۔ (حدیث نمبر ۳۱۴ جلد دوم صفحہ ۱۴۸)

(۵) افطار کے وقت۔ (حدیث نمبر ۳۰۴ جلد دوم صفحہ ۲۸۱)

(۶) اور شبِ قدر میں۔ (حدیث نمبر ۴۷۱ جلد دوم صفحہ ۳۲۸)

مقاماتِ قبولیت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ مقامات خاص ہیں۔ اور یہ تمام مقامات مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا اُن کے آس پاس ہی ہیں:

(۱) طواف کرتے وقت مطاف میں۔ (۲) ملتزم میں

(۳) میزاب کے نیچے۔ (۴) بیت اللہ شریف کے اندر۔

(۵) زمزم کے مقام پر آبِ زمزم پیتے ہوئے۔ (۶) صفا اور مروہ پر۔

(۷) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے۔

(۸) مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد۔

(۹) میدانِ عرفات میں، حج کا یا عمرے کا احرام باندھے ہوئے۔

(۱۰) مزدلفہ میں عید الاضحیٰ کی شب میں سورج نکلنے تک۔

(۱۱) منیٰ میں اور بالخصوص مسجد خیف کے اندر۔ (۱۲) تینوں جمرات کے پاس[۱]۔

---

[۱] یہ مقامات امام حسن بصریؒ نے احادیث کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔ (حصن حصین ص۳۱ و ص۳۲ مع حواشیہ الحرز الثمین۔)

(۱۳) کسی بدھ کے دن مسجد فتح کے اندر تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث نمبر ۵۸۸ (جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)۔

(۱۴) رکنِ یمانی کے پاس۔ (۱۵) دونوں رکنوں کے درمیان۔

(۱۶) دارِ ارقم میں جسے دارالخیر بھی کہتے ہیں۔ (۱۷) غارِ ثور میں۔

(۱۸) غارِ حرا میں۔ (۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ پیدائش میں۔

(۲۰) اور آپؐ کے روضۂ مبارک کے پاس[1]۔

دعاء کی قبولیت کے لئے بے صبری

(۹۶۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يستجاب لاحدكم مالم يَعْجَلْ يقول: دعوتُ فلم يستجب لی۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ[2])۔

وفی روایۃ لمسلم والترمذی: لایزال یستجاب للعبد مالم یَدْعُ باِثمٍ اوقطیعة رحم مالم یستعجل قیل: یارسول الله! ما الاستعجال؟ قال: يقول: قد دعوتُ وقد دعوتُ فلم ار يستجبْ لی فيستحسر[3] عند ذلك ويَدَعُ الدعاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ بے صبری ظاہر نہ کرے (بے صبری یہ ہے کہ دعاء کے ظاہر ہونے میں دیر لگے تو

---

[1] حصن حصین ص۳۲ مع الحرز الثمین۔

[2] کذلک فی الجامع الصغیر، قال الشیخ عبدالرؤف مناوی: ظاہرہ ان النسائی لم یروہ لکن الصدر المناوی عزاہ للجماعۃ جمیعًا۔ (فیض القدیر ج ۶ ص۴۶۰) قلت وکذلک لم یعزہ للنسائی الحافظ المزی فی تحفۃ الاشراف ج ۱۰ ص۴۶۲ ولا العراقی والزبیدی فی شرح الاحیاء ج ۵ ص۳۹ فلا یبعد ان یکون سہوا من الصدر المناوی واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] ای یَمَلُّ ویَعْیٰی فیترك الدعاء (الترغیب) من حسر حسر کضرب وسمع ای کَلَّ، یقال حَسَر البعیرَ ای ساقه حتی اعیاه (القاموس ص۹۴)

وہ کہنے لگتا ہے کہ میں نے دُعا کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بندے کی دعا برابر قبول ہوتی رہتی ہے۔ بشرطیکہ کسی گناہ یا کسی رشتے دار کی حق تلفی کی دعا نہ ہو۔ جب تک کہ وہ بے صبری نہ دکھانے لگے۔ کسی نے پوچھا: اللہ کے رسول بے صبری کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: آدمی یہ کہنے لگے کہ میں دعا کرتا رہا مگر مجھے تو کچھ قبول ہوتی نظر نہیں آتی اور پھر اس چیز سے اُکتا کر دُعا کرنا چھوڑ دے

تشریح: دراصل دعا کا قبول ہونا اور ہماری مرضی کے مطابق اس کا ہمارے سامنے آجانا، یہ دونوں باتیں بالکل الگ ہیں، اگر ہماری کوئی مانگ ہماری مرضی کے مطابق ہمارے سامنے نہ آئے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ قبول بھی نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کی مانگ پوری کرنے سے پہلے بہت سی باتیں دیکھی جاتی ہیں، انہیں سے کتنی ہی باتیں اگر ہمارے سامنے آجائیں تو ہم خود ہی کہہ اُٹھیں کہ اچھا ہوا میری فلاں دعا، ہو بہو پوری نہیں ہوئی۔

انسان کی آنکھوں پر اپنے نفع نقصان کی بہت سی باتوں سے پردہ پڑا ہوا ہے، بہت سی چیزیں وہ مفید سمجھ کر مانگتا ہے اور بہت سی تکلیفوں کو وہ ناپسند کر کے ان کے دُور ہونے کی دُعا کرتا ہے حالانکہ واقعہ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[۱]۔ ترجمہ:۔ (ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو بہتر سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے نفع نقصان کی چیزوں کو خوب) جانتا ہے اور تم (اس کو پوری طرح) نہیں جانتے۔)

---

[۱] سورہ بقرہ آیت ۲۱۶۔

اس لئے آدمی کو کبھی اپنی دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہونے پر گھبراہٹ اور بے چینی ظاہر نہیں کرنی چاہیئے۔ قبولیت ظاہر نہ ہو تب بھی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

پھر یہ کہ دعا تو ایک درخواست ہے۔ درخواست جب قبول ہو جائے احسان ہے۔ جلدبازی اور شکایت کا بندے کو کیا حق ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعا مغفرت اپنے بیٹوں کے لئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا فرعون اور اس کے لشکر کے لئے، اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کی بیٹے کی مانگ یہ چالیس چالیس سال بعد قبول ہوئی تھیں[1] مگر اس پورے عرصے میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے۔

دعا کے بعد آمین کہنا

(۹۶۲) عن ابی مُصَبِّح[2] المقرائی[3] قال: کنّا نجلس الی ابی زہیر النمیری رضی اللہ عنہ — وکان من الصحابۃ — یحدث احسن الحدیث، فاذا دعی الرجل منا بدعاء قال: اختمہ بآمین فان آمین مثل الطابع علی الصحیفۃ۔

قال ابو زہیر النمیری: اخبرکم عن ذٰلک، خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ نمشی فاتینا علی رجل[4] قد اَلَحَّ فی المسئلۃ فوقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستمع منہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَوْجَبَ اِنْ خَتَمَ فقال رجل من القوم: بأی شیئ یختم؟ فقال: بآمین، فانہ اِن ختم بآمین فقد اُوجب فانصرف الرجل الذی سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی الرجلَ فقال: اِختم یا فلان[5] بآمین وابشر۔

---

[1] اتحاف السادۃ ج ۵ ص۳۔ [2] بضم المیم وکسر الباء الموحدۃ بعدھا حاء مہملۃ۔ (الترغیب)
[3] بضم المیم وقیل بفتحہا والضم اشہر وبسکون القاف وبعدھا راء ممدودۃ، نسبۃ الی قریۃ بدمشق (الترغیب)
[4] وفی روایۃ ابن مندۃ: علی رجل فی خیمۃ۔ [5] فی روایۃ ابن مندۃ: اختم بآمین یا فلان فی کل شیئ۔

(رواہ ابوداؤد[وابن منده][1])

ابو مُصَبِّح مُقرائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابوزھیر نمیری کے پاس بیٹھا کرتے تھے جو صحابی ہیں اور یہ بڑی اچھی اچھی باتیں سُنایا کرتے تھے (ان کا طریقہ یہ تھا کہ) ہم میں سے جب کوئی دعاء کرتا تو یہ فرماتے کہ دعا کو آمین پر ختم کرو، کیونکہ آمین (دعاء کے لئے) ایسی ہے جیسے (کسی اہم) خط کے اخیر میں مہر ہوتی ہے۔

ابوزھیر نمیری رضی اللہ عنہ نے (ایک بار) فرمایا: میں تمہیں (اپنی) اِس (تاکید) کی وجہ بتاؤں: ہم لوگ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے چلے جارہے تھے کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو (ایک خیمے کے اندر[2]) بہت پیچھے پڑ کے (اصرار کے ساتھ) دُعا مانگ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کان لگا کر کھڑے ہوگئے اور پھر آپؐ نے (آگے بڑھتے ہوئے) فرمایا: اس نے بات پکّی کرلی اگر مہر بھی لگادے، (ساتھ کے) لوگوں میں سے ایک نے پوچھا: مہر کس چیز سے لگائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: آمین سے؛ اگر اس نے اپنی دعاء آمین کے ساتھ ختم کی تو ضرور قبول ہوگی، (اتنا سننا تھا کہ) فوراً یہ شخص پلٹ کر اُس (دُعاء کرنے والے) آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ سنو! اپنی دعاء (کا ہر ہر جملہ[3]) آمین پر ختم کرو اور (یہ) خوشخبری لو (اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہوگا کہ آپؐ نے دعاء کے ختم پر آمین کہنے سے دعاء کی قبولیت یقینی بتائی ہے)۔

(۹۶۴) وعن حبیب بن مسلمة[4] الفهری رضی الله عنه — وكان مجاب الدعوة — قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يجتمع ملأ

---

[1] الاصابہ ج ۴ ص ۸۳ (المطبعۃ مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۸ھ)۔
[2] ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ حوالہ عربی حاشیہ میں آچکا ہے۔
[3] ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ حوالہ عربی حاشیہ میں آچکا ہے۔ [4] فی ح: سلمۃ وھو تصحیف۔

فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم الا اجابهم الله۔ (رواه الحاكم)

حضرت حبیب بن مسلمۃ فہری رضی اللہ عنہ جو بڑے مستجاب الدعوات (صحابی) ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کچھ لوگ جمع ہوں اور ان میں سے کچھ (یا ایک) دعاء کرے اور کچھ (یا باقی) آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء ضرور قبول فرماتا ہے۔

تشریح: آدمی خود دعاء کرے تو اس کے اخیر میں خود بھی اسے آمین کہنا چاہیئے جیساکہ اوپر والی حدیث میں تھا اور جب چند لوگ جمع ہوں تو ایک دعاء کرے اور باقی سب آمین کہیں۔

دعاء کب قبول نہیں ہوتی؟

(۹۶۴) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله طيب لا يقبل الا طيبا، وان الله امر المؤمنين بما امر به المرسلين، فقال: يا ايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا انى بما تعملون عليم و قال: يا ايها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقنكم۔

ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد[1] يديه الى السماء: يارب يارب، ومطعمه حرام ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذى بالحرام، فانّى يستجاب لذلك۔ (رواه [احمد[2] و] مسلم والترمذى)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود پاک صاف اور ہر نقص سے منزہ ہے (اسلئے) پاک چیزوں کے علاوہ کچھ قبول نہیں فرماتا، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو

---

[1] فی مسند احمد: ثم يمد۔ [2] الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۳۔

بھی انہی باتوں کا حکم دیا ہے جن کا نبیوں کو دیا تھا: (نبیوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے رسولو! کھاؤ اچھی (پاک اور حلال) چیزیں اور نیک عمل کرو تم جو کچھ بھی کرتے ہو اسے میں خوب جانتا ہوں۔ اور (مومنوں کو) حکم دیا: اے ایمان والو! ہم نے جو چیزیں تمہیں دی ہیں ان میں سے اچھی (پاک اور حلال) چیزیں کھاؤ (پیو)۔

پھر آپؐ نے (مثال کے طور پر) ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، کپڑے میلے کچیلے ہیں (یعنی حج و عمرہ یا دیگر مقدس مقامات کے لئے سفر کرتا ہے، اپنے پہننے اوڑھنے کا بھی ہوش نہیں ہے اور اس کے بعد اللہ سے مدد حاصل کرنے کے لئے) آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے کہ اے رب، اے رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور اس کی پرورش ہی (پہلے ہی سے) حرام سے ہوئی ہے اب کہاں سے اس کی دعا قبول ہو جائے؟

تشریح: غور کیجئے وہ خدائے پاک و بزرگ جو پاک صاف نہائے دھوئے آدمی کو بھی اگر اسے ناپاکی کی ہوا بھی چھو جائے تو دوبارہ وضو کئے بغیر اپنے سامنے آنے کی اجازت نہیں دیتا وہ ایسے آدمی کو کیسے پسند کر سکتا ہے اور اس کی بات پر کیا توجہ فرمائے گا جس کے جسم کے ریشے ریشے اور رگ رگ میں حرام پیوست ہو چکا ہے جو آج بھی حرام میں ڈوبا ہوا ہے اور ایک عرصے سے حرام ہی میں پل رہا ہے۔

ایسے لوگوں کی زندگی یقیناً قابلِ افسوس ہے جنھوں نے دنیا میں بھی عیش و آرام نہیں اٹھایا اور عزت و اطمینان کی زندگی بسر نہیں کی اور اپنی غلط کمائی کی وجہ سے خدا کے یہاں بھی مقبول نہ بن سکے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ (دنیا بھی کھوئی اور عقبیٰ بھی)۔

(۹۶۵) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یأتی علی الناس زمان لایبالی المرءُ ما اخذ: أمِنَ الحلال أم من الحرام۔

(رواہ البخاری والنسائی، وزاد رزین: فاذ ذالک لاتجاب لھم دعوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اوپر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ آدمی اس بات کی کچھ پرواہ نہ کریگا کہ وہ کیا لے رہا ہے، وہ حلال کا ہے یا حرام کا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی لئے ان لوگوں کی کوئی دعا قبول نہیں ہوگی۔

تشریح: دعاء کی قبولیت میں آدمی کی کمائی کو بہت ہی اہمیت حاصل ہے، یہ وہ کنجی ہے جس کے بغیر دعاء کا تالا کھل ہی نہیں سکتا۔ حلال کمائی کی اہمیت اور حرام کمائی کی برائی آپ عنقریب اگلی حدیثوں میں پڑھیں گے۔

(۹۶۶) وعن عبد اللہ بن عمرو[1] رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: القلوب اوعیۃ، وبعضھا اوعیٰ من بعض، فاذا سألتم اللہ عز وجل یا ایھا الناس فاسئلوہ وانتم موقنون بالاجابۃ فان اللہ لایستجیب لعبد دعاہُ عن ظھر قلب غافل۔

(رواہ احمد[2] باسناد حسن[3] ورواہ الترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بلفظ: ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ، واعلموا ان اللہ لایستجیب دعاء من قلب غافل لاہ۔ قال الحاکم [ھذا حدیث[4]] مستقیم الاسناد تفرد بہ صالح المری وھو احد زھاد البصرۃ قال الحافظ المنذری صالح المری لاشک فی زھدہ لکن ترکہ ابوداؤد والنسائی [وکذا قال الذھبی فی تلخیص المستدرک: صالح متروک[5]])

---

[1] وقع فی مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۴۸ ابن عمر، وھو تصحیف [2] مسند الامام احمد ج۱۰ ص۱۶ رقم الحدیث ۶۶۵۵ [3] وکذا حسن اسنادہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۴۸ [4] [5] المستدرک مع التلخیص ج۱ ص۴۹۳ واختلف فیہ کلام ابن معین فمرۃ وثقہ ومرۃ ضعفہ۔ (حاشیۃ مختصرا)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگوں کے) دل برتن ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ گہرے اور وسیع ہوتے ہیں، اس لئے اے لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ سے (کسی چیز کا) سوال کیا کرو تو قبولیت کے پورے یقین کے ساتھ سوال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل (اور بے پرواہ) دل سے اس سے دعا کرے۔

تشریح: دعا میں تاثیر بندہ خود ہی پیدا کرتا ہے۔ جس قدر اسے خدا سے ملنے کا یقین واعتماد ہوگا اسی قدر اس کی دعا قبولیت کے لائق ہوگی، مگر یہ بات تھوڑے اور کمزور دل کے، جلدی گھبرا جانے اور پریشان ہو جانے والے لوگوں میں کم ہوتی ہے، اس کیلئے مضبوط ایمان کے ساتھ ساتھ طاقت ور دل بھی ضروری ہے جسے کچھ صبر وقرار ہو، ذرا سی دیر ہو جانے پر آس نہ توڑ بیٹھے۔

دُعار کے متعلق چند احتیاطیں

(۹۶۷) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لينتهين اقوام عن رفعهم ابصارهم عند الدعاء فی الصلاة الی السماء اولیخطفن الله ابصارهم۔ (رواه مسلم والنسائی [والطبرانی])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بڑے غصہ اور جلال میں) فرمایا: لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ خدا تعالیٰ ان کی بینائی اچانک سلب کرلے گا۔

---

[۱] من اتحاف السادة ج ۷ ص ۳۵ ولفظ المصنف: رواه مسلم والنسائی وغیرهما۔

تشریح: یہ دراصل نماز کے دوران دُعار کرتے وقت کی ہدایت ہے مگر نماز سے باہر بھی دعا کرتے وقت نظریں آسمان کی طرف اُٹھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اسی لئے مصنّف نے یہ حدیث یہاں دُعار کے بیان میں درج[1] کی ہے۔

دعار کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کا مطلب گویا یہ ہے کہ خدا آسمان پر ہے اور اس طرح زیادہ آسانی سے ہماری دُعار پر دھیان دے گا، حالانکہ وہ دلوں کے اندر کے بھیدوں تک سے بھی واقف ہے۔

(۹۶۸) وعن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتدعوا علىٰ انفسكم، ولاتدعوا على اولادكم، ولاتدعوا على خدمكم، ولاتدعوا علىٰ اموالكم، لاتوافقوا من الله ساعة يُسأل فيها عطاءٌ فيستجيب لكم۔ (رواه مسلم وابوداؤد وابن خزيمة وغيرهم وروى الترمذی وحسنه عن ابی هريرة: ثلاث دعوات لاشك فی اجابتهن: دعوة المظلوم، ودعوة المسافر ودعوة الوالد على وَلَدِهٖ[2])

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لئے بددعار نہ کیا کرو، نہ اپنے بچوں کو کوسا کرو، نہ اپنے نوکروں ملازموں کو کوسا کرو، نہ اپنے دھن دولت کو کوسا کرو، ایسا نہ ہو کہ اللہ کی طرف سے کوئی ایسی (قبولیت کی) گھڑی ہو کہ اس میں کوئی چیز مانگ لی

---

[1] تقریبًا اسی مفہوم کی ایک حدیث ۲۵۲ پر (ج ۲ صفحہ ۶۳) آچکی ہے وہاں دعار کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی فائدے سے خالی نہیں ہے کہ اوپر حدیث ۲۲۲ میں (ج ۳ ص ۳۵۶) یہ آیا ہے کہ تہجد کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ آل عمران کی آخری آیتیں: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ پڑھیں جن کے اخیر میں مغفرت کی دعا بھی ہے۔ اس حدیث کی بعض روایات میں آسمان کی طرف دیکھنے کا ذکر بھی ہے، اس سے بعض مصنّفین کو الجھن ہوئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت رات میں آسمان کا منظر دیکھ کر بندے کی طرف سے خدائے ذوالجلال کی عظمت وخالقیت کا اعتراف ہے۔ اخیر میں ضمنًا مغفرت کا سوال بھی ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دعار کرتے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانی چاہیئے۔ [2] وقد تقدم هذا الحديث برقم ۹۴۹ وليس فيه: على ولده.

جائے اور وہ تمہارے حق میں قبول ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، ان میں ایک اولاد کے حق میں والد کی بددعا بھی ہے۔[۱]

تشریح: ماں باپ کا اور اولاد کا ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے۔ ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اچھی تربیت کرنے کے لئے سمجھاتا بجھاتا رہتا ہے۔ اسی سمجھانے بجھانے میں کسی وقت بچے بے پرواہی حتّٰی کہ کھلی نافرمانی اور سرکشی بھی کرنے لگتے ہیں اس وقت والدین کو غصہ آتا ہے اور وہ کبھی کبھی کوسنے کاٹنے لگتے ہیں بس یہ بات خطرناک ہے۔ ایسے وقت جب غصہ آئے تو خود کو ذرا سنبھالئے اور اسے یا تو مناسب سزا دیجئے یا اس سے بات چیت کرنا چھوڑ دیجئے بچہ اس سے ضرور اثر لے گا۔ اس سے فائدہ نہ ہو تو سمجھائیے بجھائیے یا جو بھی تدبیر مناسب ہو کیجئے مگر کوسئے نہیں، کوسنا صرف غصہ کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ غصہ دُور ہونے کے بعد یہی شخص یہ بددعا اپنی اولاد کیلئے کبھی پسند نہ کریگا۔

ایسے والدین بعد میں پچھتاتے ہیں مگر بعد کا پچھتانا فضول ہے۔ سنہ ۱۳۸۰ھ (سنہ ۱۹۶۰ء) کی بات ہے ہماری ایک قریبی عزیزہ نے اپنے آٹھ سالہ لڑکے کو اسکی نافرمانی یا ستانے پر غصہ میں کہہ دیا تھا کہ "فلانے! میں تو کہوں تیرا جنازہ ہی نکلے" چنانچہ اگلے ہی دن اس کو بخار ہوا اور چیچک نکلی اور اس بددعا کو آٹھ دن نہیں گزرے تھے کہ اس گھر سے اسی ماں کے ہاتھوں اس کا جنازہ نکلتے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ بعد میں پچھتاتے ہوئے انھوں نے آنسوؤں اور سسکیوں کے ساتھ کئی بار مجھ سے اس واقعہ کو دُہرایا۔

"چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

---

[۱] یہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ابھی نمبر ۹۹ پر آچکی ہے مگر اس میں بددعا کا ذکر نہیں تھا۔

درُودُ وسَلام

درود وسلام دراصل بارگاہِ الٰہی میں مومن کی ایک دعا ہے جو سیّدالانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کے حقوق کی ادائیگی آپؐ سے وفاداری اور آپ سے دلی تعلق کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ ایک صاحبِ ایمان جانتا ہے کہ میرے اوپر اور پوری اُمتِ مسلمہ کے اوپر آپؐ کے جو احسانات ہیں اُن کا بدلہ ہم سب مِل کر بھی کسی طرح نہیں دے سکتے اس لئے گویا ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرما دے۔

اِس دعا کی تعلیم ہمیں خود اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں دی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۵۶)

یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود ورحمت بھیجتے ہیں پیغمبر علیہ السلام پر، اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

یہ کتنا بڑا اعزاز ہے سیّدالانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہ آپ پر اللہ رب العالمین بھی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اور ہمارے لئے بھی یہ کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ ہمیں ایک ایسے عمل کا حکم دیا جا رہا ہے جس میں خود خدائے احکم الحاکمین اور اس کے مقدس فرشتے بھی شریک ہیں۔

درود وسَلام کی فرضیت

قرآنِ کریم کے اسی فرمانِ ربّانی کی وجہ سے اُمت کے تمام فقہاء کا اِس بات پر

اتفاق ہے کہ کم از کم عمر بھر میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا فرض ہے یعنی جس طرح اسلام کے دوسرے فرائض ہیں اسی طرح یہ بھی ایک فریضہ ہے۔ اس کے علاوہ متعدد حدیثوں میں اس کی تاکید ہے کہ جب بھی کسی محفل میں یا کسی گفتگو میں آپؐ کا نام نامی آئے تو بولنے والا اور سننے والے آپؐ پر درود و سلام بھیجیں۔ البتہ محققین اہلِ علم کا کہنا ہے کہ ایک ہی مجلس میں جب بار بار نام آئے تو ایک بار تو درود و سلام بھیجنا واجب ہے اور باقی مستحب ہے' مگر آئندہ روایات سے درود و سلام کی جو فضیلت و اہمیت معلوم ہوتی ہے اس کے پیشِ نظر ایک مومن کو درود و سلام کا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہئے۔ اور آپ کے بے شمار احسانات کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ جب بھی آپؐ کا نامِ مبارک کانوں میں پڑے فوراً زبان سے بے اختیار آپؐ کے لئے درود و سلام نکلے۔

درود و سلام کا رُوحانی فیض

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑا روحانی فائدہ یہ ہے کہ روئے زمین پر انوار الٰہی کی جو بارش مرکزِ کائنات سرورِ عالم حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر پر ہوتی ہے وہ کسی اور ہستی پر نہیں ہو سکتی۔ بندہ جب توجہ اور دھیان سے آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو اس کا روحانی تعلق آپ کی ذاتِ گرامی سے قائم ہو جاتا ہے اور وہ پھر آپ کے توسط سے انوارِ الٰہی سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ درود شریف میں ایک پہلو دعا کا اور ذکرِ الٰہی کا بھی ہے' یہی

ؔ یہ مضمون آئندہ احادیث میں آرہا ہے۔

وجہ ہے کہ مشائخ سلوک بعض سالکین کی طبیعت کی مناسبت سے تمام اوراد سے زیادہ درود شریف ہی کی تعلیم دیتے[1] ہیں۔

درود شریف کی فضیلت واہمیت

(۹۶۹) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من صلى علیّ صلاةً واحدةً صلى الله عليه عشراً

(رواه مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وفی بعض الفاظ الترمذی: من صلّی علیّ مرّةً واحدةً كتب الله له[2] بها عشر حسنات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے دس رحمتیں لکھ دیتا ہے۔

(۹۷۰) وعن انس بن مالك رضی الله عنه ان النبی صلى الله عليه وسلم قال: من ذُكرتُ عنده فليصل علیّ، ومن صلّى علیّ مرّةً صلى الله عليه بها عشراً۔

وفی رواية، من صلّى علیّ صلاةً واحدةً صلى الله عليه عشر صلوات وحط عنه بها عشر سيّئات، ورفعه بها عشر درجات۔

(رواه احمد والنسائی واللفظ له وابن حبان والحاكم [وصححه ووافقه الذهبی[3]] وروى ابن ابی عاصم[4] نحو الرواية الثانية عن البراء بن عازب رفعه وزاد فی آخره: وكن له عدل

---

[1] اسکی مثال آگے حدیث ۹۸۱ میں آرہی ہے۔ [2] لیس فی ق [3] المستدرک مع التلخیص ج۱ ص۵۵۰ - [4] فی کتاب الصلوٰۃ عن مولی للبراء لم یسم عنہ (الترغیب)۔ وکذلک رواہ الطبرانی وابن السنی عنہ قال النووی فی الاذکار: واسنادہ جید وقال الهیثمی: رجالہ ثقات۔ (فیض القدیر ج۶ ص۱۲۹)

عشر رقاب۔ [وقد روی فی هذا المعنی عن جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر ہو اُسے مجھ پر درود بھیجنا چاہیئے، جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے دس گناہ بخش دیتا ہے اور اُسے دس درجے بلند کر دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: اور یہ اس کے لئے دس جانوں کے (آزاد کرانے کے) برابر ہوگا۔ (قریب قریب اسی مفہوم کی روایتیں متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل ہوئی ہیں)

(۱۷۹) وعن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال: من صلّی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ صلی اللہ علیہ وملائکتہ سبعین صلاۃ۔ [فلیقلّ عبد من ذلك او لیکثر][1] (رواہ احمد[2] باسناد حسن [وابن زنجویہ فی ترغیبہ باسناد حسن[3]])

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر بار رحمت و مغفرت بھیجتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے مغفرت و رحمت کی دُعائیں

---

[1] کذا فی المسند ولم یذکرہ المصنف ولا الھیثمی ولا السخاوی۔
[2] المسند ج ۲ ص ۱۷۲ وکذا حسن اسنادہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰
[3] القول البدیع للسخاوی ص ۱۰۳، قال السخاوی: وحکمہ الرفع اذ لا مجال للاجتہاد فیہ۔

کرتے ہیں) اب بندہ چاہے کم کرلے یا زیادہ۔

تشریح: اوپر والی حدیث میں ایک بار درود شریف پڑھنے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی بشارت تھی اس میں ستر رحمتوں کی خوش خبری ہے۔ اس کی وجہ بعض اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادات کے انعامات کی مقدار کے بارے میں وقتاً فوقتاً بتایا جاتا رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں ترقی ہی ہوتی رہتی تھی اس لئے ممکن ہے دس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ستر کی بشارت دی گئی ہو۔

دوسری ایک اصولی بات وہ ہے جو پہلی جلد میں تفصیل سے آچکی ہے کہ ستر کا لفظ عربی زبان میں ایسا ہے جیسے ہمارے یہاں اُردو میں "پچاسوں" اور "سیکڑوں" کا لفظ ہے کہ یہ بول کر بہت سی تعداد مراد ہوتی ہے خاص پچاس یا سو کا عدد مُراد نہیں ہوتا اسی طرح یہاں ہم ستر کا مطلب یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجنے پر بہت سی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ یہ بات فرمانِ نبوی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ کا بیان ہے۔ مگر اس قسم کی باتیں چونکہ آدمی خود اپنے ذہن سے نہیں کہہ سکتا اس لئے صحابۂ کرام کے ایسے بیانات کو محدثین فرمانِ نبوی سے ہی ماخوذ مانتے ہیں۔[2]

(۹۷۲) وعن ابی طلحۃ الانصاری رضی اللہ عنہ قال: اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً طیب النفس یُری فی وجھہ البشر قالوا: یارسول اللہ! اصبحت الیوم طَیِّبَ النَّفْسِ یُری فی وجھك البِشر؟ قال: اجل، اتانی آت من ربی عزوجل فقال: من صلّی علیك من امتك صلاۃً کتب اللہ لہ بھا

---

[1] انتخاب الترغیب ج ۱ ص ۳۵۲ بضمن تشریح حدیث ۱۰۳۔ [2] القول البدیع للسخاوی ص ۵۱

عشر حسنات، ومحی عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات، ورد علیه مثلها

(رواه احمد[1] والنسائی وروی نحوه ابن حبان وکذا الطبرانی بطول)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کو بہت خوش وخرم اُٹھے۔ آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار نظر آرہے تھے۔ ساتھیوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول آج آپ بہت خوش اُٹھے ہیں فرحت ومسرت آپ کے روئے انور پر صاف جھلک رہی ہے؟ فرمایا: ہاں (ابھی) میرے رب کا قاصد آیا تھا اور اس نے (میرے رب کا یہ ارشاد) سنایا کہ آپ کی امت کا جو شخص بھی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیاں لکھ دے گا۔ اور اس کی دس برائیاں (اس کے نامۂ اعمال سے) مٹادے گا اور اس کے دس درجے بلند کردیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی جیسا جواب اس کو عطا فرمائے گا (یعنی اس کی طرف سے رحمت کا فرمان جاری ہوجائے گا)

(نوٹ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بعد بھی درود وسلام پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے، یہ حدیث اذان کے بیان میں ص ۱۲۶ پر آچکی ہے[2]۔

"تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے" ارشادِ نبوی

(۹/۳) عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: حیثما کنتم فصلوا علیّ، فان صلوتکم تبلغنی۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر (والاوسط[3]) باسناد حسن)

---

[1] قال الحافظ ابن کثیر: اسناده جید۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۱۱ مصر ۱۳۵۶ھ)

[2] جلد اول ص ۱۲۶۔ [3] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲ قال الہیثمی وفیہ حمید بن ابی زینب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح، قال السخاوی ولہ شواہد۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں بھی کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود میرے پاس پہنچ جاتا ہے۔

(۹۷۴) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علیّ بلغتنی صلاتہ وصلیتُ علیہ، وکتب لہ سوی ذٰلک عشر حسنات۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد لاباس بہ[1])

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر درود بھیجتا ہے میں بھی اُس پر درود بھیجتا ہوں (یعنی اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتا ہوں) اور اس کے علاوہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

درود ایک طرح کا صَدقہ ہے

(۹۷۵) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: ایما رجل مسلم لم یکن عندہ صدقۃ فلیقل فی دعائہ: اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک، وصل علی المؤمنین والمؤمنات، والمسلمین والمسلمات، فانھا زکاۃ۔ وقال: لایشبع مومن خیرا حتی یکون منتھاہ الجنۃ۔

(رواہ ابن حبان [وابو یعلی والحاکم[2]] من طریق دراج[3] عن ابی الھیثم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد: فیہ راو لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات (ج ۱۰ ص ۱۶۲)

[2] الجامع الصغیر قال القسطلانی ھو مختلف فیہ لکن اسنادہ حسن (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۴۰) وھو فی الجامع الصغیر بزیادۃ فی اولہ وحذف من آخرہ۔ [3] تقدم برقم ۸۰۶

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان آدمی کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی چیز) نہ ہو (اور وہ چاہتا ہو کہ کچھ صدقہ کرے تو) اسے اپنی دعا میں یہ الفاظ کہنے چاہئیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ... وَالْمُسْلِمَاتِ۔	اے اللہ درود بھیج اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمدؐ پر، اور رحمتیں نازل فرما تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر۔

آپؐ نے فرمایا یہ زکوٰۃ ہے، اور آپؐ نے (یہ بھی) فرمایا، مومن نیکی سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت پر ہو جاتی ہے۔

تشریح: کسی کو خیال ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس صدقہ خیرات کرنے کو کچھ نہیں وہ یہ چاہتا ہی کیوں ہے کہ کچھ صدقہ کرے؟ حدیث کا آخری جملہ اسی سوال کا جواب ہے کہ ایک صاحب ایمان آدمی کو ضرور یہ شوق ہو گا کہ وہ نیکیوں کی تمام قسموں میں سے حصہ لے جس میں صدقہ خیرات بھی شامل ہے جو کہ بغیر مال و دولت کے ممکن نہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ کلمات زکوٰۃ یعنی صدقہ ہیں۔ اِن کلمات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود بھی ہے اور جملہ اہلِ ایمان و اہلِ اسلام کیلئے رحمت کی دعا بھی، جو ان کے لئے یقیناً بہت بڑی دولت ہے۔

جمعہ کے دن درود و سلام کا خصوصی اہتمام

(۹۷۶) عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اکثروا الصلاۃ علیَّ یوم الجمعۃ فانہ اتانی جبریل علیہ السلام آنفا عن ربہ

عزوجل فقال: ما على الارض من مسلم يصلى عليك مرة واحدة الا صليت انا وملائكتى عليه عشرًا۔ (رواه الطبرانى عن ابى ظلال عنه وابو ظلال وُثِّق ولا يضر فى المتابعات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کرو۔ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ابھی ابھی پروردگار کا پیغام لے کر آئے تھے کہ وہ فرماتا ہے: زمین پر جو بھی مسلمان (بندہ) آپ کے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار رحمت و مغفرت بھیجتے ہیں۔

(۹۷۷) وعن ابى الدرداء رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اكثروا علىَّ من الصلاة كل[1] يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة، وان احدا لن يصلى على الا عُرضت علىّ صلاته حين[2] يفرغ منها، قال: قلت: وبعد الموت؟ قال: ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام۔ (رواه ابن ماجة باسناد جيد[3])

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن میرے اوپر درود کثرت سے بھیجا کرو، یہ حاضری کا دن ہے اس روز فرشتے (دنیا میں بڑی تعداد میں) حاضر ہوتے ہیں، اور جب

---

[1] ليس فى ف، ح۔ [2] فى ف ح وہامش ق: حتى۔

[3] وقال الدميرى: رجاله ثقات۔ (فيض القدير ج۲ ص۸۷) وقال البوصيرى فى زوائد سنن ابن ماجة: هذا الحديث صحيح الا انه منقطع من موضعين لان عبادة روايته عن ابى الدرداء مرسلة قاله العلاء وزيد بن ايمن عن عبادة مرسلة قاله البخارى — وقال البخارى فى تاريخه ج۲ ق ۱ ص۳۸۷ زيد بن ايمن عن عبادة بن نسى عن ابى الدرداء مرسل۔ قال الحافظ ابن حجر فى النكت الظراف على تحفة الاشراف للمزى ص۲۴۲: يشير (يعنى البخارى) الى ان عبادة ما ادرك ابا الدرداء۔

بھی کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ (اس دن) میرے پاس (پڑھنے والے کے) پڑھ کر فارغ ہوتے ہی پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کہتے ہیں میں نے پوچھا: اور موت کے بعد بھی؟ (یعنی اُس وقت آپ ہونگے ہی کہاں جو آپ کے سامنے کسی کا درود پہنچے؟) آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کا کھانا (یعنی گلا کر خاک کر دینا) حرام کر دیا ہے۔

تشریح: اُمّت کا درود و سلام آپ کی خدمت میں جس دن اور جس وقت بھی بھیجا جائے ضرور پہنچتا ہے جیسا کہ آپ اوپر کی حدیثوں میں پڑھ چکے ہیں مگر روحانیت کا جو لاسلکی نظام[1] خصوصیت سے جمعہ کے دن قائم ہوتا ہے وہ عام دنوں میں نہیں ہوتا۔ پڑھنے والے کے ہونٹوں سے جیسے ہی درود شریف ظاہر ہوتا ہے اسی آن آپؐ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے گویا سیدِ کونینؐ سے ٹیلیفون پر ایک اُمّتی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ اُدھر سے جواب عالمِ بیداری میں ہر ایک کو نہیں ملتا۔

اس حدیث شریف میں کثرت سے درود پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اس کی کم سے کم مقدار بعض کاملین نے تین سو تجویز کی ہے[2]۔

(۹۷۸) وعن ابی امامة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اکثروا علیّ من الصلاة فی یوم[3] الجمعة، فان صلاة امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعة، فمن کان اکثرهم علیّ صلاة کان اقربهم منّی منزلة۔

(رواه البیهقی باسناد حسن الا ان مکحولاً قیل: لم یسمع من ابی امامة[4] رض)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ

---

[1] وائرلیس سسٹم۔ [2] فیض القدیر ج۲ ص۸۷
[3] فی ح: فی کل یوم الجمعة۔
[4] قال فی المیزان ج۳ ص۱۹۱: مکحول الدمشقی روی عن ابی امامة وغیرہ۔

میری امت کا درود وسلام میرے سامنے ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے، جو مجھ پر درود بھیجنے میں سب سے بڑھا ہوا ہوگا، مرتبہ میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا۔

تشریح: جمعہ کے دن درود شریف کی خصوصی فضیلت کے بارے میں حضرت اَوس بن اَوسؓ کی ایک حدیث ۹۲۸ پر آچکی ہے[۱]، اس میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن تمہارا درود وسلام میرے سامنے خاص طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی لوگ

(۹۷۹) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
ان اَولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علیّ صلاۃ۔
(رواہ الترمذی وابن حبان[۲]، کلاھما من روایۃ موسی بن یعقوب الزمعی[۳])

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا۔

(نوٹ) قریب قریب اسی مفہوم کی حدیث اس سے پہلے بھی آچکی ہے۔

زیادہ سے زیادہ درود وسلام

(۹۸۰) عن عامر بن ربیعۃ[۴] رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] انتخاب الترغیب والترہیب جلد دوم ص۱۶۰

[۲] والبخاری فی تاریخہ۔ (الجامع الصغیر)۔ [۳] قال ابن المدینی: ضعیف منکر الحدیث، وقال النسائی: لیس بالقوی، ووثقہ ابن معین وابوداود وابن حبان۔ (رجال الترغیب للمنذری)

[۴] ل ق ح: عن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ وھو خطاء، والراوی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما ھو عامر بن ربیعۃ (راجع مسند احمد بالفتح الربانی للساعاتی ج ۱۴ ص ۳۱۰ وسنن ابن ماجۃ ابواب الصلوٰۃ رقم ۹۰۷ و تحفۃ الاشراف ج ۴ ص ۲۲۹ وتفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۸)

علیه وسلم یخطب ویقول: من صلی علیّ صلاة لم تزل الملائکة تصلی علیه ما صلی علیّ، فلیقلّ عبد من ذلك او لیکثر۔ (رواه احمد وابن ابی شیبة وابن ماجة)[1]

حضرت عامر بن ربیعہؓ اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے، جو میرے اوپر درود بھیجے گا تو جب تک وہ درود میں مشغول رہے گا فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے، اب چاہے بندہ کم بھیجے چاہے زیادہ۔

تشریح: یعنی یہ بات بندے کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ فرشتوں سے اپنے لئے تھوڑی دیر دعا کرالے یا بہت دیر تک کراتا رہے۔

(۹۸۱) وعن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا ذهب ربع[2] اللیل قام فقال: یا ایها الناس! اذکروا اللہ، اذکروا اللہ جاءت الراجفة تتبعها الرادفة، جاء الموت بما فیه۔

قال ابی بن کعب: فقلت: یا رسول اللہ انی اُکثر الصلاة فکم اجعل لك من صلاتی؟ قال: ما شئتَ، قال: قلتُ: الربعَ؟ قال: ما شئتَ، وان زدتَ فهو خیر لك، قال: قلتُ: النصف[3]؟ قال: ما شئتَ وان زدتَ فهو خیر لك. قال: قلت: ثلثین؟ قال: ما شئتَ فان زدتَ فهو خیر لك. قلتُ: اجعل

---

[1] کلهم عن عاصم بن عبید اللہ عن عبد اللہ بن عامر عن ابیه، وعاصم وان کان واهی الحدیث فقد مشّاه بعضهم وصحح له الترمذی، وهذا الحدیث حسن فی المتابعات۔ واللہ اعلم (الترغیب)

[2] فی نسخ سنن الترمذی: ثلث وفی بعض نسخ اخری ثلثا اللیل۔ وفی الصلات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر للفیروزآبادی ص (دار التربیة للتالیف والنشر والتوزیع بدمشق ۱۴۰۶ھ) "ثلثا اللیل" وفی روایة ربع اللیل۔ وفی تحفة الاشراف للحافظ المزی ج ۱ ص عن الترمذی: ثلثا اللیل، وبهامشه: "ورواه عبد بن حمید ایضا فی مسنده وفیه: اذا ذهب ربع اللیل"۔ وکذلك سرده السیوطی فی الدر المنثور ج ۵ ص ۲۱۸

قال عبد اللہ طارق: الظاهر ربع اللیل وهو وقت العشاء، وقت حضور الناس عند النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو من خطاب النبی صلی اللہ علیه وسلم الناس۔ واللہ اعلم۔ وفیه مجال للتحقیق۔

[3] وقد وقع التقدم والتاخر فی متن الحدیث فی ح۔

....لك صلاتي كلها؟ قال: اذاً يكفى همك ويغفرلك ذنبك۔

(رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح والحاکم وصححہ [والطبرانی وعبدبن حمید وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان] وروی نحوہ احمد مختصراواسنادھنا جید)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی رات گئے (یعنی تقریباً عشار کے بعد) کھڑے ہوتے اور فرماتے: لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو۔ "ہلا دینے والی" آچکی ہے اور اس کے بعد ہی" اس کے پیچھے والی آ رہی ہے۔ موت اپنے اندر جو کچھ لئے ہوئے ہے سب تمام کو لے کر آچکی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول میں آپ پر درود بہت پڑھتا ہوں اس کو (اپنے ذکر و تسبیح کے وقت کا) کتنا حصہ دیدیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس میں مزید بڑھالو تو تمہارے حق میں یہ اچھا ہی ہے، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: آدھا (وقت)؟ آپ نے فرمایا جتنا چاہو اور اگر اس میں مزید بڑھالو تو تمہارے لئے یہ اچھا ہی ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: دو تہائی (وقت)؟ آپؐ نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس میں مزید بڑھالو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا، تو میں نے عرض کیا: پورا وقت درود شریف کے لئے ہی وقف کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: (اگر ایسا کرلوگے) پھر تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تمہارے تفکرات کی کفالت ہو جائے گی اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

---

۱ وفسر الصلاۃ فیہ بالدعاء۔ (الاتحاف شرح الاحیاء ج ۵ ص ۵۵)

۲ تحفۃ الاشراف للمزی ص ۱۹ والدرالمنثور للسیوطی ج ۶ ص ۳۱۱ وذکرہ الی قولہ: جاء الموت بما فیہ۔

تشریح: قرآن مجید میں سورہ نازعات میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ یہ وہ دن ہوگا جب پہلا صور پھونکنے کے نتیجے میں زمین میں زبردست زلزلہ آجائے گا اور ایک کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ اس حدیث شریف میں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وقت اب زیادہ دور نہیں ہے، آہی چکا سمجھو اور آخرت کی تیاری میں پوری طرح جٹ جاؤ۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض وواجبات کے بعد دیگر ذکر و تسبیح کے بجائے پورا وقت درود شریف میں لگا دینے کا حکم فرمایا ہے اور اس کو تمام تفکرات کا مداوا اور تمام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ یقیناً درود شریف ایسی ہی چیز ہے مگر جس طرح جسمانی غذاؤں اور دواؤں میں بعض غذائیں اور بعض دوائیں بعض مخصوص طبیعتوں کو زیادہ راس آتی ہیں یہی حال انسانی روح کا بھی ہے کہ بعض اوراد و وظائف بعض مخصوص طبیعتوں کو زیادہ موافق پڑتے ہیں اور زیادہ نفع بخش ہوتے ہیں اس لئے یا تو مختلف اوقات میں تھوڑے تھوڑے سبھی اذکار و اوراد کا معمول رکھنا چاہیئے اور اگر تمام چیزیں چھوڑ کر کسی ایک ہی چیز کو معمول بنانا ہو تو اپنے شیخ سے یا کسی صاحبِ نسبت بزرگ، کسی خدا رسیدہ عالم دین سے مشورہ ضرور کر لینا چاہیئے۔ تاہم درود شریف ایسی چیز ہے کہ اس کی زیادتی کسی بھی طرح نقصان دہ نہیں ہو سکتی۔

درود و سلام کے چند الفاظ

(۹۸۲) عن رويفع بن ثابت الانصاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال: اللهم صل على محمد وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة وجبت له شفاعتي۔ (رواه البزار والطبراني في الكبير والاوسط وبعض اسانيدهم حسن)[1]

---

[1] ولفظ الهيثمي: واسانيدهم حسنة۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۳)

حضرت رُوَیفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور قیامت کے دن آپ کو اپنے سے نزدیک جگہ پر سرفراز فرما۔

اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۹۸۳) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: اذا صلیتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحسنوا الصلاۃ فانکم لا تدرون لعل ذلک یعرض علیہ قال: فقالوا له: فعلّمنا، قال: قولوا: اللّٰھم اجعل صلواتك ورحمتك وبرکاتك علی سید المرسلین، وامام المتقین، وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك، امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ، اللھم ابعثه مقامًا محمودًا یغبطه به الاولون والاخرون۔

اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمید مجید، اللّٰھم بارك علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ (رواہ ابن ماجۃ موقوفًا باسناد حسن[1])

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو خوب اچھی طرح بھیجا کرو (یعنی اچھے الفاظ میں اور پوری توجہ سے درود بھیجا کرو) تمہیں کیا خبر شاید

---

[1] قال بعض المخرجین: کیف یکون حسنا وفی اسنادہ المسعودی واسمہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود وقد اختلط فی آخر عمرہ ولم یتمیز حدیثہ الاول من حدیثہ الآخر فاستحق الترک. قالہ ابن حبان۔
ورواہ الحاکم من طریق یحیی بن ابی السباق ... عن رجل من بنی الحارث عن ابن مسعود مرفوعًا فذکرہ۔
(ہامش ق ورق ۲۲/۲ وش من ورق ۲۳/۲ وحاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ عن زوائد سنن ابن ماجۃ للبوصیری)

وہ آپ کے سامنے پیش ہوتا ہو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں سکھا دیجئے (کس طرح درود بھیجا کریں؟) آپؓ نے اس پر یہ الفاظ تعلیم فرمائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ۔	اے اللہ! نازل فرما اپنے بہت سے درود اور اپنی رحمت اور اپنی برکتیں رسولوں کے سردار اور پرہیزگاروں کے امام اور نبیوں پر مہر لگا دینے والے آخری (نبی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں ہر بھلائی کے امام اور ہر خوبی کے رہبر و قائد اور نبیِ رحمت ہیں۔
اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔	اے اللہ! آپؐ کو سرفراز فرما اس مقام محمود پر جہاں آپؐ پر پہلوں کو بھی رشک آئے اور پچھلوں کو بھی۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔	اے اللہ! درود بھیج حضرت محمدؐ پر اور حضرت محمدؐ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر بے شک تو مستحق تعریف اور عظمت والا ہے۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔	اے اللہ! برکتیں نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور حضرت محمدؐ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر بیشک تو مستحق تعریف اور عظمت والا ہے۔

تشریح: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم ہے اپنے شاگردوں کو، مگر صحابی کی اس قسم کی تعلیمات براہِ راست یا تو نبوی تعلیم سے ماخوذ ہوتی ہیں یا نبوی تعلیم کی روشنی میں وہ اپنی طرف سے بتاتے ہیں، دونوں صورتوں میں درحقیقت وہ پیغمبر علیہ السلام ہی کا فیضان اور آپؐ ہی کے چراغ کی روشنی ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے شک کے ساتھ یہ بات فرمائی ہے کہ شاید یہ درود آپؐ کے سامنے پیش ہوتا ہو، حالانکہ اوپر حدیث نمبر ۳۴۸، ۹۷۷[1] اور ۹۷۸ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آچکا ہے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان حضرت ابن مسعودؓ کے علم میں نہ ہو، اور حضرت ابن مسعودؓ کے کہنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا درود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتا ہی ہے مگر اس کو اچھی طرح پڑھا کرو۔ شاید یہی الفاظ اور ہو بہو اسی کیفیت کے ساتھ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہوں جس کیفیت سے تم پڑھتے ہو۔

دُعاؤں کی قبولیت میں درود شریف کی تاثیر:

(۹۸۴) عن علی رضی اللہ عنہ قال: کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط موقوفاً ورواتہ ثقات[2] والبیہقی فی شعب الایمان مرفوعاً[3])

---

[1] دیکھئے جلد دوم ص۱۶۰

[2] و بہ قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۶۰ قال المنذری: رفعہ بعضہم والموقوف اصح (الترغیب) ورواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس رض۔ کما فی الجامع الصغیر۔ (فیض القدیر ج۵ ص۱۹)

[3] الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ص۱۳۷ والفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النواویۃ للعلامۃ محمد بن علان ج۳ ص۳۳۳ وفی الجامع الصغیر: "رواہ البیہقی فی شعب الایمان موقوفاً" ولم یعزہ للطبرانی واللہ اعلم۔

ورواه الترمذی عن ابی قُرّة الاسدی عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطابؓ موقوفا قال: ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شیء حتی تُصَلِّی علی نبیك صلی الله علیه وسلم[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر دُعا (قبولیت سے) رُکی رہتی ہے جب تک کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بلاشبہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس کا کوئی حصہ اوپر نہیں پہنچتا جب تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو۔

تشریح: ان دو جلیل القدر صحابہ اور خلفائے رسول کے بیانات سے دعا کے ساتھ درود شریف کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ جب دعا کرو تو اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اس طرح قبولیت کی زیادہ اُمید ہے۔

اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ مجھے مسافر کا پیالہ نہ بناؤ (جیسے اونٹ پر) سفر کرنے والا اپنا پیالہ بھرتا ہے، (اور اپنا کام لیتا ہے) اور جب فارغ ہو جاتا ہے اور اپنا سامان (اونٹ پر) باندھ لیتا ہے تو پیالہ خالی کر کے ——

---

[۱] وفی الباب عن عبداللہ بن مسعودؓ قال اذا اراد احدکم ان یسأل فلیبدأ بالمدحة والثناء علی الله بما هو اهله ثم لیصل علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم لیسأل بعد فانه اجدر ان ینجح۔ رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح الا ان اباعبیدة لم یسمع من ابیه (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۵۵ وقال فی ص۱۶۰ حدیث جید) قال عبداللہ طارق: یعنی جید المعنی۔

وفی الباب حدیث مرفوع: لا تجعلونی كقدح الراكب فان الراكب یملأ قدحه فاذا فرغ وعلق معالیقه فان كان له فی الشراب حاجة او الوضوء والا اهراق القدح، احسبه قال: فاذكرونی فی اول الدعاء وفی وسط وفی آخر الدعاء۔ رواه البزار وفیه موسی بن عبیدة وهو ضعیف۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۱۵۵) قال عبداللہ طارق: وقوله: والا اهراق القدح: الظاهر: والا اهرق القدح، والله اعلم۔

(اونٹ کے پیچھے لٹکا لیتا ہے) راوی کہتا ہے کہ غالباً آپؐ نے اس کے بعد یہ فرمایا تھا کہ مجھے دعا کے شروع میں بھی یاد کرو اور درمیان میں بھی اور دعا کے آخر میں بھی۔

اس فرمانِ نبوی کا مطلب محدثین نے یہ لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دعا کے اخیر میں نہ بھیجا جائے بلکہ شروع اخیر اور درمیان تینوں موقعوں پر ہونا چاہیے۔

اوپر حدیث ۹۴۷ میں حضرت فضالۃ بن عبید کے حوالے سے یہ ارشادِ نبوی بھی آچکا ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو پھر مجھ پر درود بھیجو اس کے بعد دعا کرو۔

درود نہ پڑھنے پر وعید:

(۹۸۵) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: رَغِمَ اَنفُ رجل ذُکِرتُ عنده فلم یصلّ علیَّ، ورغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یُغفَرَ لَهٗ، ورغم انف رجل ادرکَ عنده ابواه الکِبَرَ فلم یُدخِلاه الجنة۔ (رواه الترمذی وقال حسن غریب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذلیل و خوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر آیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، ذلیل و خوار ہو وہ شخص جسے ماہِ رمضان آیا اور اس کے گناہوں کی بخشش سے پہلے گزر گیا، اور ذلیل و خوار ہو وہ شخص جس کے پاس اس کے والدین (یا ان میں سے کسی ایک کو) بڑھاپا آیا اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکے (یعنی یہ اُن کی خدمت کر کے اور انھیں خوش کر کے جنت کا حقدار

---

[۱] مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۱۶ (نولکشور ۱۳۸۳ھ)

[۲] رغم بکسر الغین المعجمة، ای لصق بالرغام، وهو التراب ذُلًّا وهوانًا، وقال ابن الاعرابی: هو بفتح الغین ومعناه ذل۔ (الترغیب)

نہ بن سکا)

(نوٹ) یہ مضمون کسی قدر اضافے کے ساتھ حدیث نمبر ۳۴۴ میں آچکا ہے[۵۱]۔

(۹۸۶) وعن حسین بن علی رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَن ذُكِرتُ عنده فَخَطِئَ الصلاةَ عَلَيَّ خُطِئَ طريقَ الجنة۔

(رواہ الطبرانی[۵۲] وَرُوِیَ مرسلاً عن محمد بن الحنفیۃ" وغیرہ وصواتُ شبہ[۵۳])

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا اور وہ مجھ پر درود بھیجنے سے چوک گیا وہ جنّت کے راستہ سے بہک گیا۔

تشریح: یہاں چوک جانے سے مُراد بھول جانا نہیں ہے، بھول تو خدا کے یہاں معاف ہے، یہاں بے پروائی اور بے توجہی سے ٹال جانا مُراد ہے[۵۴]۔

(۹۸۷) وعنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البخیل من ذُكِرتُ عنده فلم يصل عليّ۔ (رواہ النسائی[۵۵] وابن حبان والحاکم وصححہ والترمذی وزاد فی سندہ علی بن ابی طالب وقال: حسن صحیح غریب)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (بڑا) بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

تشریح: پیسے کی کنجوسی میں تو آدمی سوچ سکتا ہے کہ پیسے کی بچت ہو گئی لیکن یہ کتنا بڑا کنجوس ہے کہ اپنے سب سے بڑے محسن اور سب سے بڑے بہی خواہ کے لئے درود و سلام کے دو لفظ نہیں بول سکتا۔

---

[۵۱] جلد ۲ صفحہ ۲۸۵۔ [۵۲] وفیہ بشیر بن محمد الکندی وھو ضعیف ولا تابع من حدیث حسین بن علی ایضاً، یاتی بعد ھذا۔ [۵۳] ما بین الحاصرتین سقط من ح۔ [۵۴] دیکھئے فیض القدیر ج ۶ ص ۱۲۹
[۵۵] رواہ الطبرانی وقد ذکرہ الھیثمی فی الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۴ مع انہ لیس من الزوائد۔

(۹۸۸) وعن ابی ذر رضی الله عنه قال: خرجت ذات یوم فاتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: الا اخبرکم بابخل الناس؟ قالوا: بلیٰ یارسول الله، قال: مَنْ ذُکِرْتُ عنده فلم یصل علیَّ فذالك ابخل الناس

(رواه ابن ابی عاصم فی کتاب الصلاة من طریق علی بن یزید عن القاسم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز (گھر سے) نکل کر چلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمھیں یہ نہ بتادوں کہ سب سے بڑا بخیل کون ہے؟ سب نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول! (ضرور ارشاد فرمائیں) آپ نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔

کِتابُ البیُوع

یعنی

خرَید و فروخت کا بیان



خرید و فروخت کا بیان

خرید و فروخت سے مُراد یہاں ہر قسم کا بڑا چھوٹا کاروبار اور اس سے متعلق سبھی معاملات ہیں، اسی میں ضمناً حلال کمائی کی اہمیت، جھوٹی قسم کی مذمت، قرض کے لین دین کا ذکر سودی معاملات کی بُرائی اور خیانت کی مذمت کا بیان ہے، پھر اسی ضمن میں کسی کی زمین دبا لینے، یا ضرورت سے زیادہ خواہ مخواہ عمارتیں بنانے کی مذمت مالک و مزدور کے معاملات اور کسی بے کس مجبور کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی بُرائی کا بیان بھی آگیا ہے۔

اس طرح گویا اس بیان کے تحت مختلف چھوٹے چھوٹے عنوانات قائم کرکے مالیات سے متعلق سبھی ضروری ہدایات، احتیاطیں اور ثواب و عتاب بیان کر دیا گیا ہے

انسان کے باطنی حالات و کیفیات میں اور اس کی رُوح پر عبادتوں کے اثرات مرتب ہونے میں اس کی روزی کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ روزی جتنی پاک صاف اور ہر قسم کے شک شبہے سے جس قدر محفوظ ہو گی نیکی و صلاح کا بیج اس کے باطن میں اسی قدر پھلے پھُولے گا۔

اس لئے ضروری ہے کہ جو بھی صاحبِ ایمان اپنے نیک اعمال کو مقبول و مؤثر بنانا چاہتا ہے وہ اپنی معاش میں خدا تعالیٰ کے حکموں کی سختی سے پابندی کرے اور کوشش کرے کہ جہاں تک ہو سکے ــ حرام تو دُور کی چیز ہے ــ مشتبہ

لقمہ بھی اپنے حلق سے نہ اُترنے دے۔ اللّٰھم اکفنا بحلالك عن حرامك و اغننا بفضلك عمن سواك۔

اپنی محنت کی کمائی

(۹۸۹) عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہ، وان نبی اللہ داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کان یاکل من عمل یدہ۔

(رواہ البخاری وغیرہ، وابن ماجۃ ولفظہ: قال: ما کسب الرجل کسباً اطیب من عمل یدہ، وما انفق الرجل علی نفسہ واھلہ وولدہ وخادمہ فھو صدقۃ)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی سے بہتر غذا ہرگز کوئی نہیں کھاتا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی آمدنی نہیں حاصل کی، اور آدمی جو کچھ اپنی ذات پر، اپنے گھر والوں اور اپنی اولاد پر، اور اپنے نوکر چاکروں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہے۔

(۹۹۰) وعن سعید بن عمیر عن عمہ رضی اللہ عنہ قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الکسب اطیب؟ قال: عمل الرجل بیدہ، وکل کسب مبرور۔

(رواہ الحاکم وصححہ، قال ابن معین: عم سعید ھو البراء ورواہ البیہقی عن سعید بن عمیر مرسلاً وقال: ھذا ھو المحفوظ، واخطأ من قال عن عمہ)

حضرت سعید بن عمیر اپنے چچا (حضرت برار) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: سب سے پاک کمائی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی کی اپنے ہاتھ کی محنت اور ہر نیک کمائی۔

(۹۹۱) وعن ابن عمر[1] رضی اللہ عنہما قال: سُئِل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الکسب افضل؟ قال: عمل الرجل بیدہٖ وکل بیع مبرور (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورواتہ ثقات[2] [وروی احمد والدیلمی والبیہقی و ابن خزیمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ رفعہ: خیر الکسب کسب ید العامل اذا نصح[3]]، وروی الطبرانی فی الاوسط (وابن عساکر[4] عن عائشۃ[5] رضی اللہ عنہا من امسی کالًّا من عمل یدہٖ امسی مغفوراً لہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: بہترین کمائی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کی اپنے ہاتھ کی محنت اور ہر نیک کاروبار۔

[اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] اوردہ الزبیدی فی شرح الاحیاء ج ۵ ص۴۱۵ عن الجامع الکبیر وقد اورد قبلہ حدیثاً فی ھذا المعنی عن سعید بن عمیر عن عمہ فقال: "ھکذا ھو فی نسخۃ۔ الجامع الکبیر ابن عمر واخالہ مصحفاً عن ابن عمیر" قال عبد اللہ طارق ھذا وھم

[2] ورواہ احمد والحاکم والطبرانی فی الکبیر والاوسط عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، والبزار والحاکم وصححہ عن سعید بن عمیر عن عمہ البراء بن عازب رضی اللہ عنہ وقال البیہقی المحفوظ عن سعید بن عمیر مرسلاً واخطأ من قال عن عمہ۔ (الاتحاف ص۴۱۵ وفیض القدیر ص۵۴۷ ج۱) وقد تقدم

[3] قال الحافظ العراقی: اسنادہ حسن وقال الہیثمی: رجالہ ثقات۔ (فیض القدیر للمناوی ج ۳ ص۴۷۱ والاتحاف شرح الاحیاء ص۴۱۵)

[4] الجامع الصغیر۔ (فیض القدیر ج ۶ ص۸۸)

[5] وفی نسخ الجامع الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ واللہ اعلم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کمائی کام کرنے والے کے اپنے ہاتھ کی ہے جبکہ وہ خیر خواہی کو پیشِ نظر رکھے۔] اور ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ جس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے تھک کر شام کی اُس نے بخشے بخشائے شام کی ...
(یعنی دن کی محنت نے شام تک اُس کے گناہ معاف کرا دیئے)۔

تشریح: آدمی کو جو مال خود اس کی محنت کے بغیر ملا ہے چاہے وہ شرعاً جائز ہو، مگر وہ کبھی اُس مال کے برابر نہیں ہو سکتا جو اپنی محنت و کوشش کے نتیجے میں ملا ہو، مثال کے طور پر ترکے میں سے کسی کو حصہ ملا تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ اِسی طرح ایک شخص نے اپنی جمع شدہ رقم کسی کے کاروبار میں لگا کر شرکت کر لی جس میں اِس کی محنت بالکل شامل نہیں تو اس کمائی کا نفع خواہ جائز ہو مگر اس میں اس کی محنت شامل نہیں۔ اِس لئے یہ مال خود اس کے کمائے ہوئے مال کی برابری نہیں کر سکتا۔ اِن ارشادات کی تعلیم یہی ہے کہ ہر شخص کو یہ شوق ہونا چاہیئے کہ وہ حلال اور جائز طریقوں سے خود اپنے دست و بازو کی محنت سے پیسہ کمائے، بغیر محنت کے جو پیسہ ملے وہ چاہے فقہا اور فتویٰ کی نظر میں جائز ہو مگر اس پر آدمی کی نظر نہیں رہنی چاہیئے

یہاں کوتاہیِ ذوقِ عمل ہے خود گرفتاری
جہاں بازو سمٹتے ہیں وہاں صیاد ہوتا ہے (اصغر گونڈوی)

دوسری حدیث میں ایک بہت اہم نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اگر کمائی میں دوسرے لوگوں کی ہمدردی و خیر خواہی سامنے نہ ہو اُن کے فائدے نقصان سے، ان کی پریشانی اور آسانی، اور خود کام کی خوبی و عمدگی سے بے پرواہ ہو کر ہر طرح صرف اپنا مفاد کمانا اور زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنا ہی مقصد ہو تو وہ کمائی ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مصداق نہیں بن سکتی، پھر مومن اور غیر مومن میں فرق کیا رہا، اِس طرح تو ساری دنیا ہی ہوس اور لوٹ کھسوٹ میں لگی ہوئی ہے۔

اور انہی حدیثوں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی کسی بھی جائز ذریعۂ معاش کو گھٹیا اور گرا ہوا نہ سمجھے، جس کمائی کو نبیوں کے سردار بہترین فرمائیں بلکہ بخشش کا ذریعہ قرار دیں اس سے شرمانا کیسا؟ حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام اپنے ہاتھ سے زرہیں بناتے تھے۔ اِس سے بڑھ کر دستکاری کو اور کیا فخر ہو سکتا ہے۔

تجارت کی اہمیّت اور اُس کی برتری

(۹۹۲) عن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لان یاخذ احدکم اَحْبُلَہ فیاتی بحزمۃ من حطب علی ظھرہ فیبیعھا فیکف[۱] بھا وجھہ خیر لہ من ان یسأل الناس اعطوہ او منعوہ۔ (رواہ البخاری[۲])

حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنی رسّیاں لے کر لکڑیوں کا گٹھا کمر پر لاد کر لائے اور بیچے اور اس طرح وہ اپنے چہرے کو (دُنیا میں بھیک کی ذلّت سے اور آخرت میں داغدار چہرے کی رسوائی[۳] سے) بچالے یہ بہتر ہے لوگوں سے بھیک مانگنے سے، وہ دیں یا نہ دیں۔

(۹۹۳[۴]) وعن نعیم بن عبدِ الرحمٰن الازدی، ویحیی بن جابر الطائی قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تسعۃ اعشار الرزق فی التجارۃ والعُشْر[۵] فی المواشی۔

---

[۱] فی ح: فیکف اللہ۔ [۲] وتقدم فی ہذا المعنی عن ابی ہریرۃ رض برقم ۳۶۰
[۳] دیکھئے انتخاب الترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ حدیث نمبر ۳۴۷
[۴] اسی مضمون کی ایک جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ پر گزر چکی ہے، حدیث ۳۶۰ اور جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ میں ایک مستقل عنوان "بھیک مانگنے کی حرمت و مذمت" آچکا ہے۔ [۵] ہذا الحدیث زیادۃ علی الکتاب۔

(رواہ ابراہیم الحربی فی غریب الحدیث وسعید بن منصور فی سننہ مرسلاً)[1]

نعیم بن عبد الرحمن ازدی اور یحییٰ بن جابر طائی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزی کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ چوپایوں میں۔

تشریح: یہ بات کسی بھی سمجھدار انسان سے پوشیدہ نہیں کہ تجارت کا پیشہ آمدنی کے تمام دوسرے ذرائع سے زیادہ نفع بخش، باعزت اور آزاد پیشہ ہے۔ دولت، عزت، اور ہر میدان میں کامیابی ہمیشہ انہی افراد اور انہی قوموں کو ملی ہے جنھوں نے تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا اور اسلام کی تاریخ میں تو تجارت پیشہ لوگوں کے نہایت عظیم الشان کارنامے ہیں، شریعت کے مطابق تجارت کرنے اور اپنوں بیگانوں سے صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق معاملات کرنے کے نتیجے میں ملک کے ملک اسلام کی آغوش میں آگئے اور انھوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اسلام قبول کرنا پسند کیا۔

تجارت پان چھالیا کی ٹوکری سے لے کر غیر ملکی ایکسپورٹ امپورٹ تک سب تجارت ہی ہے۔ خدا تعالیٰ جس حیثیت کا کام کرنے کے حالات دے اسی حیثیت سے شروع کر دینا چاہیئے اور محنت، لگن اور جد وجہد سے اس کو ترقی دینی چاہیئے۔

آپ کچھ سامان خرید کر نفع کے ساتھ اس کو فروخت کریں، یا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر، یا گھر پر کارخانے میں کوئی چیز تیار کر کے اسے بازار میں فروخت کریں یہ دونوں کام تجارت کے تحت ہی آتے ہیں اور اس حدیث کے آخر میں جس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ چوپایوں کے ذریعہ پیسہ کمائیں، اس کی صورت ایک تو اُن کو بیچنا خریدنا ہے یہ تو تجارت ہی میں آگیا، اس کے علاوہ جانوروں کے ذریعہ کمائی کی ایک صورت ان کے ذریعہ مال لادنا اور ڈھونا ہے، جیسے گدھے، خچر

---

[1] قال العراقی رجالہ ثقات۔ (الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ج۳ ص۲۳۳ واتحاف السادۃ شرح الاحیاء ج۵ ص۴۱۶)

یا بیل گاڑی، گھوڑا تانگہ، اونٹ گاڑی، یا موجودہ دَور میں ٹرک ٹیمپو، یا اسی طرح سواری گاڑیاں جیسے اسکوٹر ٹیکسی، بس وغیرہ، یہ ذریعہ معاش بھی باعزت اور نفع بخش ہے، مگر اس کو بعد میں اور کم درجہ دے کر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ چاہے اس سے کچھ مخصوص لوگوں کو کافی نفع ہوتا ہو مگر عام طور پر تجارت کا پیشہ اس سے زیادہ ہی نفع بخش ہوتا ہے۔

اِن احادیث کا مقصد نہ تو تجارت اور ذریعۂ معاش کے تمام طریقوں کا بیان کرنا ہے اور نہ یہ بیان کرنا ہے کہ کونسا کام کس کے لئے کتنا نفع بخش ہے یہ چیزیں ہر شخص اپنے حالات اور اپنے علاقے کے حالات دیکھ کر وقت اور موقع کے مطابق طے کر سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی کی تعلیم تو یہ ہے کہ ایک صاحبِ ایمان اپنی روزی اپنی محنت سے کمائے اور کمائی کے جو وقت کے بہتر سے بہتر جائز ذرائع ہوں اُن کو اختیار کرے جن میں وہ اپنی محنت کا بھرپور پھل پا سکے، خود بھی باعزت زندگی گزارے اور دوسروں کی مدد بھی کر سکے اور جب ملی اور قومی تقاضوں میں اُس کی مدد کی ضرورت ہو اُس وقت بھی یہ آگے بڑھ کر حصہ لے سکے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: خیرکم من لم یترک آخرتہ لدنیاہ ولا دنیاہ لآخرتہ، ولم یکن کلاً علی الناس۔ (رواہ الخطیب و الدیلمی عن انس رض)[1]

یعنی تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو نہ تو اپنی دنیا کی وجہ سے اپنی آخرت سے بے پروا ہو جائے اور نہ اپنی آخرت کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ بیٹھے اور وہ لوگوں پر بوجھ نہ بن جائے۔

مطلب یہ کہ دونوں تقاضوں کو ساتھ ساتھ لیکر چلتا ہو، آدمی کسی پر بوجھ بھیک مانگ کر تو بنتا ہی ہے مگر یہ بھی بوجھ بننا ہی ہے کہ آدمی معاش کے لئے کچھ

---

[1] الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ج ۳ ص ۴۹۹

کوشش نہ کرے اور لوگ اخلاقاً اور شرماحضوری اس کی خبرگیری کرنے پر مجبور ہوجائیں، یہ کہنے کو بھیک نہیں مگر حقیقت میں یہ بھی بھیک ہی ہے۔ یہ زبان سے نہیں تو صورت اور حالت سے بھیک ہے۔

اگر ایک شخص تمام کوشش اور جدوجہد کے باوجود معاشی ضرورتیں پوری نہیں کرسکتا اور تنگدست ہے یا کسی وجہ سے ضروری وقت ہی کمائی کے لئے نہیں دے سکتا اس لئے محتاج ہے تو پھر اسے اپنی حالت ایسی بناکر رکھنی چاہیئے کہ دیکھنے والا اُسے کھاتا پیتا گزردار آدمی سمجھے۔ قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے:

یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمٰھم لا یسئلون الناس الحافا۔ یعنی وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے، ناواقف آدمی ان کے استغنار دبے نیازی کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتا ہے، آپ ان کو صرف اُن کے چہرے (کے آثار چڑھاؤ) سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۷۳)

اِسی کتاب میں اوپر یہ واقعہ آچکا ہے[۱] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اپنی کچھ ضرورت لے کر آیا، آپ نے بجائے اس کی کچھ مدد کرنے کے اس کے گھر کا کچھ سامان منگواکر نیلام کردیا اور اس پیسے سے کلہاڑی خریدوائی اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اور وہ بھیک مانگنے کی ذلت سے آزاد ہوکر اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔

تلاشِ معاش کی محنت فی سبیل اللہ ہے

(۹۹۴) عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال: مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل، فرأی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلدہ و

---

[۱] جلد دوم صفحہ ۲۰۹، حدیث نمبر ۳۵۹

نشاطه، فقالوا: یارسول اللہ! لوکان ھذا فی سبیل اللہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان کان خرج یسعیٰ علی وُلدہ صغاراً فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعیٰ علی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعی علی نفسہ یعفّھا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعیٰ ریاءً ومفاخرۃً فھو فی سبیل الشیطان۔ (رواہ الطبرانی [فی معاجمہ الثلاثۃ[1]] ورجالہ رجال الصحیح[2] [وروی القضاعی عن ابن عباسؓ وابونعیم عن ابن عمرؓ رفعہ: طلب الحلال جھاد[3]] وروی [الدیلمی فی مسند الفردوس[4]] الطبرانی فی الاوسط عن انسؓ باسناد حسن ان شاء اللہ: طلب الحلال واجب علی کل مسلم، وروی الطبرانی والبیھقی [والدیلمی[5]] عن ابن مسعودؓ: طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ)

حضرت کعب بن عُجرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ہم سب لوگ دربارِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے) ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے (جب) اس کی تندرستی اور چھریرا پن دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کے رسول! کاش یہ شخص راہِ خدا میں ہوتا (یعنی اس کی یہ تندرستی اور چستی جہاد میں کام آتی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے کمانے نکلا ہے تو یہ راہِ خدا میں ہے، اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے کمانے نکلا ہے تب بھی یہ راہِ خدا میں ہے، اور اگر یہ خود اپنے لئے کمانے نکلا ہے تاکہ پاک دامن اور باعزت رہ سکے تب بھی یہ راہِ خدا میں ہے، (ہاں) اگر یہ شخص

---

[1] قالہ العراقی۔ (الاتحاف شرح الاحیاء ج ۵ ص۴۱۵)

[2] ولفظ الھیثمی: رجال الکبیر رجال الصحیح. ولکن قال العراقی: رواہ الطبرانی فی معاجمہ الثلاثۃ بسند ضعیف۔ قال عبداللہ طارق: لعل العراقی قال ھذا نظراً لبعض طرقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] الجامع الصغیر بشرحہ فیض القدیر للمناوی ج ۴ ص۲۷۰

فخر و ریا اور شان و شوکت کی خاطر کمانے نکلا ہے تو یہ راہ شیطان میں ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال روزی کمانا جہاد ہے، ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: حلال روزی کمانا ہر مسلمان کے ذمے واجب ہے، اور ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: حلال روزی کا حاصل کرنا (دیگر اسلامی) فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

تشریح: "فی سبیل اللہ" یعنی "راہِ خدا" اپنے لغوی معنیٰ کے لحاظ سے ہر وہ کام ہے جو اللہ کو راضی کرنے والا ہو اس لئے ہر نیکی اور ہر اچھا کام "فی سبیل اللہ" ہے، اسی طرح "جہاد" بھی لغت میں محنت و کوشش کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں رضائے الٰہی کے کاموں میں کوشش کرنے کو کہتے ہیں۔ ان احادیث میں حلال روزی کمانے کی کوشش کو فی سبیل اللہ، جہاد، واجب، اور فرض کہا گیا ہے۔

راہِ خدا میں جنگ تو ایک ہنگامی ضرورت ہے لیکن روزمرہ کی ضرورتیں پورا کرنا ایک مستقل اور ہمیشہ کی ضرورت ہے۔ اگر لوگ اس کی اہمیت اور افادیت سے غافل ہو جائیں تو زندگی کا کارخانہ برباد ہو کر رہ جائے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضرورت و اہمیت کو طرح طرح سے بیان فرمایا ہے۔ آجکل کچھ بے علمی اور دین کی ادھوری معلومات کی وجہ سے بہت سے لوگ کمانے کھانے کو دنیا داری، نفس پروری اور ایک غیر دینی اور غیر ضروری کام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی فرائض کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ شرعی حکموں کی رعایت کرتے ہوئے جو کمائی اور جو کاروبار ہوتا ہے وہ بھی عبادت اور نیکی ہی ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص اس لئے کمائی کرتا ہے کہ دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرے یا اسی طرح کے اور غلط جذبات کی تکمیل کے لئے کمائی کرتا ہے تو وہ نیکی نہیں ہے بلکہ زبانِ نبوت نے اس کی کوششوں کو راہِ شیطان کی کوشش قرار

لہ "فی سبیل اللہ" کی تحقیق جلد ۳ صفحہ ۳۵ پر بھی آچکی ہے۔

دیا ہے۔

حلال کمائی کی اہمیت کا بیان آگے مستقل عنوان کے تحت آرہا ہے۔

تلاشِ معاش میں صبح سویرے لگنا

(۹۹۵) عن صخر بن وَدَاعة الغامِدی الصحابی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اللّٰھم بارك لامتی فی بکورھا، وکان اذا بعث سریة اوجیشا بعثھم من اول النھار، وکان صخر تاجرًا فکان یَبْعثُ تجارته من اول النھار فاثری وکثر ماله۔ (رواہ ابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن حبان[۵۱] وقال الترمذی: حدیث حسن ولایعرف لصخر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ھذا الحدیث[۵۲]، وقال ابوعمر و[ابن عبدالبر] النمری [والبغوی[۵۳]]: لااعرف لصخر غیر حدیث: بورك لامتی فی بکورھا۔ وھو لفظ رواہ جماعة من الصحابة[۵۴] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! میری اُمت کے لئے دن کے اول وقت میں برکت عطا فرما اور ایک روایت میں خصوصیت سے جمعرات کے دن کا ذکر ہے۔

---

[۵۱] کلھم عن عمارة بن حدید عن صخر، وعمارة بن حدید بجلی[؟] سئل عنہ ابوحاتم الرازی فقال: مجھول وسئل عنہ ابوزرعة فقال: لایعرف۔ (الترغیب) وکذا قال الذھبی فی الکاشف، وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (حاشیہ ق)

[۵۲] قال عبداللہ طارق: له حدیث آخر رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر: لاتسبوا الاموات فتوذوا الاحیاء۔ ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ص۷۶ ج۸ وفیه عبداللہ بن سعید بن ابی مریم وھو ضعیف۔ وقد تعقبه بالحافظ ابن حجر فی الاصابة ج۲ ص۱۷۳۔

[۵۳] الاصابة ج۲ ص۱۷۳ رقم الترجمة ۴۰۵۴۔

[۵۴] منھم علی وابن عباس وابن مسعود وابن عمر وابوھریرة وانس بن مالك وعبداللہ بن سلام والنواس بن سمعان وعمران بن حصین وجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھم وبعض اسانیدہ جید۔ ونبیط بن شریط۔ وزاد فی حدیثه: یوم خمیسھا۔ وبریدة واوس بن عبداللہ وعائشة وغیرھم من الصحابة رضی اللہ عنھم اجمعین وفی کثیر من اسانیدھا مقال وبعضھا حسن، قال المنذری وقد جمعتھا فی جزء وبسطت الکلام علیھا۔ (الترغیب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی لشکر یا فوجی دستہ بھیجنا ہوتا تو آپؐ اسے صبح اوّل وقت ہی بھیجا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت صخرؓ تاجر تھے وہ بھی اپنا مالِ تجارت صبح اوّل وقت ہی بھیجا کرتے تھے، (راوی کا بیان ہے کہ اس کی وجہ سے)۔۔۔وہ صاحبِ ثروت ہوگئے اور مال میں خوب ترقی ہوئی۔

تشریح: یہ ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ جو بھی کام صبح بہت سویرے شروع کیا جاتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے اس ارشادِ نبوی سے اس چیز کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح کا وقت خصوصیت سے روزی کے تقسیم ہونے کا وقت ہے۔ اس وقت روزی تلاش کرنے کی کوشش بھی شروع کردینی چاہیئے اور فجر میں خدا تعالیٰ سے مانگنا بھی چاہیئے۔ یہ وقت تدبیر اور تقدیر دونوں ذریعوں سے حاصل کرنے کا ہے۔

اسی لئے کئی حدیثوں میں صبح کے وقت سونے کی بھی ممانعت آئی ہے۔ صبح کے وقت سونا بے برکتی اور محرومی کا سبب ہے۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح بہت سویرے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے۔ آپؓ سوئی ہوئی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلایا اور فرمایا: بیٹی! اُٹھو اپنے رب سے روزی لینے کے لئے پہنچ جاؤ، غافل اور سست نہ بنو، اللہ تعالیٰ صبح صادق سے سورج نکلنے تک روزی تقسیم فرماتا ہے[1]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صبح صادق کے بعد) سورج نکلنے سے پہلے سونے کو منع فرمایا ہے[2] ۔۔۔ حاصل یہ کہ یہ وقت معاش کی کوشش شروع کرنے اور خدا سے مانگنے کا ہے، سونے اور غفلت میں گنوانے کا ہرگز نہیں۔

---

[1] بیہقی عن فاطمہؓ۔ (الترغیب)۔ [2] ابن ماجہ عن علیؓ۔ (الترغیب)

بازار اور غفلت کے مقامات پر خدا کی یاد

(۹۹۶) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من دخل السوق فقال: لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهو حی لایموت بیدہ الخیر وهو علی کل شیٔ قدیر۔ کتب اللہ له الف[1] الف حسنة، ومحا عنه الف الف سیئة، ورفع له الف الف درجة۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث غریب[2] وفی روایة مکان الف الف درجة وبنی له بیتا فی الجنه، ورواہ بهذا اللفظ [احمد[3] و] ابن ماجه وابن ابی الدنیا والحاکم وصححه[4] [والطیالسی وابن منیع والدارمی وابویعلی والطبرانی وابونعیم والضیاء فی المختارہ وابن السنی[5]]، ورواہ الحاکم من حدیث عبداللہ بن عمر مرفوعاً ایضاً وقال صحیح الاسناد، کذا قال، وفی اسنادہ مرزوق بن المرزبان[6])

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہوا اور اس نے کہا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ	کوئی شریک نہیں، (ہر جگہ) اسی کی بادشاہت ہے
وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ	اور ہر تعریف اسی کو زیبا ہے، وہی زندگی دیتا ہے

[1] وعند ابن السنی من روایة ابن عباس رض مرفوعاً: کتب اللہ له الفی الف حسنة۔

[2] قال الحافظ المنذری: اسنادہ متصل حسن ورواته ثقات اثبات، وفی ازهر بن سنان خلاف، وقال ابن عدی: ارجو انه لاباس به۔ (الترغیب)۔

[3] الفتح الربانی ج ۱۴، ص ۲۵۶۔

[4] کلهم من روایة عمرو بن دینار قهرمان آل الزبیر عن سالم بن عبداللہ (ابن عمر) عن ابیه عن جدہ۔ (الترغیب)

[5] الاتحاف شرح الاحیاء ج ۵ ص ۱۳ و ۱۴ ورواہ ابن السنی عن ابن عباس رض ایضاً (الاتحاف ص ۱۳)

[6] قال ابوحاتم: لیس بالقوی ووثقه غیرہ۔ (رجال الترغیب)۔

وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔	وہی موت دیتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا ہر بھلائی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور اُسے ہر چیز پر قدرت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور (اُس کے نامۂ اعمال میں سے) اس کی دس لاکھ بُرائیاں مٹادے گا اور اس کے دس لاکھ درجات بلند کردے گا۔

اور ایک روایت میں دس لاکھ درجات کے بجائے یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک عظیم الشان محل تیار کردے گا۔

تشریح: اتنی چھوٹی سی نیکی پر اتنا بڑا اجر وثواب اس لئے ہے کہ بازار غفلت کی اور خدا کو بھول کر دنیا کے ساز وسامان میں کھوجانے کی جگہ ہے وہاں پہنچ کر خدا کو یاد رکھنا مسجد میں یاد کرنے کے مقابلہ میں زیادہ مشکل ہے، بازار میں پہنچ کر خدا کی قدرت کا یقین، موت اور زندگی اس کے ہاتھ میں ہونے کا یقین، ہر خیر وخوبی دولت وعزت سب خدا ہی کے ہاتھ میں ہونے اور ہر ہر شے اسی کے دستِ قدرت میں ہونے کا یقین تازہ کرنا بڑے مضبوط ایمان کی بات ہے اِس لئے بازار میں اس کے کہنے پر بہت زیادہ اجر وثواب دیا گیا ہے۔

(۹۹۷) وعن ابی قلابة رضی اللہ عنہ قال: التقی رجلان فی السوق فقال احدھما للاخر: تعال نستغفر اللہ فی غفلة الناس ففعل فمات احدھما فلقیه الاخر فی النوم فقال، علمت ان اللہ غفر لنا عشیة التقینا فی السوق۔ (رواہ ابن ابی الدنیا وغیرہ)

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک شام) بازار میں دو آدمیوں کی باہم ملاقات ہوئی، ایک نے دوسرے سے کہا: آؤ لوگوں کی غفلت کے

وقت میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ چنانچہ انھوں نے توبہ و استغفار کیا، (اتفاق کی بات) ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا تو دوسرے کی اس سے خواب میں ملاقات ہوئی تو مرنے والے نے) بتایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس روز بازار میں شام کی ملاقات میں مغفرت فرمادی ہے۔

(۹۹۸) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ذاکر اللہ فی الغافلین بمنزلۃ الصابرین فی الفارین۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد لاباس بہ[1]، ورواہ مالک[2] بلاغاً وزاد: وذاکر اللہ فی الغافلین کغصن اخضر فی شجر یابس)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غافلوں کے درمیان اللہ کو یاد کرنے والا اس (غازی) کے درجے میں ہے جو (میدانِ جنگ سے) بھاگنے والوں کے بیچ میں جم کر مقابلہ کررہا ہو۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ غافلوں کے درمیان اللہ کو یاد کرنے والا ایسا ہے جیسے کسی سوکھے ہوئے درخت میں ایک ہری ٹہنی۔

تلاشِ معاش میں میانہ روی اور صبر و قرار

(۹۹۹) عن عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: السمت الحسن، والتؤدۃ، والاقتصاد جزء من اربعۃ و عشرین جزءاً من النبوۃ۔

---

[1] وقال الہیثمی: رجال الاوسط وثقوا۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۵۵۵)

[2] قال المنذری: ذکرہ رزین ولم ارہ فی شئ من نسخ الموطا، انما رواہ البیہقی فی الشعب عن عباد بن کثیر وفیہ خلاف عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر مرفوعاً۔ (الترغیب)

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب، ورواہ مالک وابو داؤد بنحوہ من حدیث ابن عباس رض الا انہما قالا: من خمسۃ وعشرین۔)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی چال ڈھال نرم مزاجی اور میانہ روی نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں — اور ایک روایت میں ہے کہ نبوت کا پچیسواں حصہ ہیں۔

تشریح: یعنی نبوت جن خوبیوں اور کمالات کے ساتھ ملتی ہے یہ عادتیں انہی خوبیوں میں کا ایک حصہ ہیں، نبوت ہمیشہ خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے پیدائشی طور پر کوئی نبی نہیں ہوتا لیکن جن بلند انسانوں کو یہ امانت سپرد کی جاتی ہے وہ انسانی کمالات اور فطری عادات واخلاق کے لحاظ سے دوسرے انسانوں سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ یہ باتیں بھی انہی عادات واخلاق میں سے ہیں۔

جو لوگ اپنی آمدنی کو سامنے رکھتے ہوئے اچھے چلن سے درمیانہ زندگی گزارتے ہیں وہ کبھی پریشان نہیں رہتے اور جو لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی حیثیت سے آنکھیں بند کرکے اپنے مصارف بڑھاتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی چین سے نہیں رہتے، خواہ ان کی آمدنی کتنی بھی بڑھتی چلی جائے۔

(۱۰۰۰) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لیس من عمل یقرب من الجنۃ الا قد امرتکم بہ، ولا عمل یقرب من النار الا وقد نہیتکم عنہ فلا یستبطئن احد منکم رزقہ، فان جبریل القی فی روعی ان احد امنکم لن یخرج من الدنیا حتی یستکمل رزقہ، فاتقوا اللہ ایہا الناس واجملوا فی الطلب، فان استبطأ احد منکم رزقہ فلا یطلبہ بمعصیۃ اللہ، فان اللہ لا ینال فضلہ بمعصیتہ۔

۱۸ر جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ ۴ر مئی ۱۹۸۰ء اتوار

(رواه الحاکم ورواه البزار عن حذیفة رضؓ ورواته ثقات الاقدامة بن زائدة بن قدامة فانه لا یحضرنی فیه جرح ولا تعدیل)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) جنت سے نزدیک کرنے والا کوئی ایک عمل بھی ایسا نہیں کہ میں نے تمھیں اس کا حکم نہ دیا ہو، اور کوئی ایک عمل بھی ایسا نہیں جو جہنم سے نزدیک کرنے والا ہو اور میں نے تمھیں اس سے منع نہ کیا ہو (چنانچہ روزی کمانے کے بارے میں بھی جو ہدایات دی گئی ہیں ان کی پابندی کرتے رہو) اور روزی کے دیر سے ملنے میں پریشان نہ ہو کیونکہ جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ بات ڈالی ہے کہ تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی دنیا سے نہیں جاسکتا جب تک کہ اپنی روزی پوری نہ کرلے، پس اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور کمائی کے بارے میں خوش اسلوبی سے کام لو، پھر اگر تم میں سے کسی کی روزی کے حاصل ہونے میں دیر معلوم ہوتی ہو تو (بے قرار ہوکر) اسے اللہ کی نافرمانی کے راستوں سے حاصل نہ کرنے لگو، اللہ کا فضل کبھی اس کی نافرمانی کے ذریعہ نہیں حاصل کرنا چاہیے۔

تشریح: یعنی کیسی نادانی اور کس قدر زیادتی کی بات ہے کہ مال و دولت اور روزی جو کہ قدرت کا عطیہ اور اس کا فضل ہے اور اسی کے دینے سے ملتا ہے وہ قدرت ہی کو ناراض کرکے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، جبکہ یہ طے ہے کہ اپنے حصے کی روزی حاصل کئے بغیر کوئی مر نہیں سکتا۔

(۱۰۰۱) وعن حبة[1] وسواء[2] ابنی خالد رضی اللہ عنہما انہما اتیا رسول اللہ

---

[1] ن ف: حیة وهو تصحیف۔ [2] قال الحافظ ابن حجر وسماه وکیع عن الاعمش سوانا بزیادة نون فی آخره مع التشدید قال والمعتمد الاول۔ (الاصابہ ص۱۴۵)

صلی اللہ علیہ وسلم وھو یعمل عملا یبنی بناءً فلمّا فرغ دعانا فقال: لاتئا فسا فی الرزق ما تھزھزت رؤسکما فان الانسان تلدہ امہ احمر لیس علیہ قشر، ثم یعطیہ[1] اللہ ویرزقہ۔ (رواہ ابن حبان[2])

حضرت حبہ اور حضرت سوار رضی اللہ عنہما دونوں بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ کسی تعمیر کے کام میں مصروف تھے جب آپؐ فارغ ہوئے تو آپؐ نے ہم لوگوں کو بلایا اور فرمایا: جب تک تمہارے سر حرکت کر رہے ہیں (یعنی جب تک تم زندہ ہو) روزی کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ (دیکھو!) انسان کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو وہ سُرخ ہوتا ہے جس پر کوئی لباس نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اس کو لباس سے نوازتا ہے اور روزی دیتا ہے۔

تشریح: بہت سے جاندار ایسے ہیں کہ ان کے بچے پیدا ہوتے وقت پروں کا یا بالوں کا قدرتی لباس پہن کر دنیا میں آتے ہیں مگر انسان کو دیکھئے کہ اپنی پیدائش کے وقت اس قدرتی لباس سے بھی محروم ہوتا ہے مگر پھر اللہ کی کریمی دیکھئے کہ ہر بچہ لباس اور روزی ضرور پالیتا ہے تو جو چیز اس طرح خود بخود قدرت دے دیتی ہے اس میں تعاقب اور دوڑ فضول ہے۔

(۱۰۰۲) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما طلعت شمس قط الا بعث بجنبتیھا ملکان ینادیان یُسمعان اھل الارض اِلا الثقلین: یا ایھا الناس! ھلموا الی ربکم فان ما قل وکفی خیر مما کثر والھٰی۔ ولا آبت شمس قط اِلا بُعِثَ بجنبتیھا ملکان ینادیان یسمعان

---

[1] جاء فی نسخ الکتاب یعطیہ بالعین المھملۃ وھو المطبوع فی موارد الظمآن وفی ورقۃ الخطاء والصواب فی آخر الموارد بالغین المعجمۃ۔ [2] موارد الظمآن ص ۲۴۷ رقم ۱۰۸۵ وقد اشار الی ھذا الحدیث الحافظ ابن حجر وقال رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن۔ (الاصابۃ ج ۱ ص ۳۱۵)

اھل الارض الا الثقلین: اللّٰھم اعط منفقا خلفا، واعط ممسکا تلفا۔

(رواہ احمد باسناد صحیح[1] واللفظ لہ وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی وروی [احمد[2] وابو عوانۃ فی صحیحہ وابن حبان والبیہقی عن سعد بن ابی وقاص رض: خیر الذکر الخفی وخیر الرزق[3] ما یکفی)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ (صبح کو) جب بھی سورج نکلتا ہے اس کے دونوں طرف دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں وہ دونوں آواز لگاتے ہیں اور سوائے جن اور انسانوں کے روئے زمین کے ہر ایک (جاندار) کو سناتے ہیں کہ: آؤ اپنے پروردگار کی طرف (اور دنیا کی ہوس کو چھوڑ دو) کیونکہ تھوڑا جو کام چلا دے اچھا ہے اس زیادہ سے جو الجھا دے۔

اور جب بھی (شام کو) سورج ڈوبتا ہے ہمیشہ اس کے دونوں طرف دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں وہ دونوں آواز لگاتے ہیں اور سوائے جن اور انسان کے روئے زمین کے ہر ایک (جاندار) کو سناتے ہیں کہ: اے اللہ خرچ کرنے والے کو مزید دے اور بخیل کو بربادی دے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بہتر ذکر وہ ہے جو چپکے چپکے ہو اور بہترین روزی وہ ہے جو کام چلا دے۔

تشریح: یہ ایک بالکل سامنے کی اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اس کائنات کی بہت سی باتیں اور بہت سے حالات انسان سے پوشیدہ رہتے ہیں اور مچھلیوں پرندوں اور دوسرے جانداروں کو ان باتوں اور ان حالات کا پتہ چل جاتا ہے بہت سے ماہرین سمندری طوفان کا پتہ مچھلیوں کے غائب ہو جانے سے اور آسمانی طوفان

---

[1] ولفظ المصنف فی الزہد: ورواتہ رواۃ الصحیح (ج ۴ ص ۱۶۸) وذکرہ المصنف فی الفراغ للعبادۃ ج ۴ ص ۱۱۸ بلفظ الحاکم وکذا بلفظ البیہقی۔

[2] المسند ج ۲ ص ۲۳ و ص ۹۹، و ص ۱۰۳، رقم ۳۷۷ و ص ۱۲۲۳، و ۱۵۵۹ [3] الترغیب صہنا و ج ۴ ص ۱۶۰ فی الزہد۔

اور آفات کا پتہ پرندوں کے غائب ہو جانے سے لگا لیتے ہیں، گھوڑا سفر کرتے ہوئے جب آگے کسی خطرے کا احساس کر لیتا ہے تو ایک دم رُک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور چلانے کے باوجود دائیں بائیں رُخ کرتا رہتا ہے آگے نہیں بڑھتا، سمجھدار سوار ایک دو بار چلنے کا اشارا کرنے کے بعد پھر چلنے پر اصرار نہیں کرتا اور بہت سے گھوڑے سواروں نے بتایا ہے کہ بعد میں آگے کے خطرات کا پتہ چلا ہے۔

اسی طرح فرشتوں کے اس اعلان کو بھی تمام جاندار سُنتے ہیں صرف جن اور انسان جن کو غیب پر یقین کرنے کی ہدایت کی گئی ان کو اس اعلان کی آواز ان سر کے کانوں سے نہیں آتی لیکن عقل و بصیرت کے کان اس حقیقت کو خوب سُنتے ہیں اور عام زندگی میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ بقدر کفایت تھوڑے مال پر صبر و سکون سے خدا پر بھروسہ کرنے والے ہمیشہ خوش دل مطمئن اور آرام سے رہتے ہیں اور جو لوگ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی ہوس میں مبتلا رہتے ہیں انھیں نہ رات کو چین کی نیند نصیب ہوتی ہے نہ دن کو آرام سے کھانا پینا نصیب ہوتا ہے اور دل و دماغ ہمیشہ ہزاروں قسم کی اُلجھنوں کا شکار رہتا ہے۔

اسی طرح جو لوگ اعتدال کے ساتھ ہر ضرورت میں خرچ کرتے ہیں خدا اُن کو خوب مال بھی دیتا ہے اور خرچ کرنے کے نتیجے میں اور بھی سینکڑوں راحتیں اور دنیا کے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اور بخیل انسان دولت کی حفاظت کر کر کے اپنی لاکھوں ناتمام اور بھوکی تمناؤں کا جنازہ اپنے سینے میں دفن کئے چلے جاتے ہیں اور ان کی زندگی بھر کی دولت دوسرے ہی لوگ اُڑاتے ہیں۔

اپنی قسمت کی روزی مِل کے رہتی ہے

(۱۰۰۳) عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

لاتستبطئوا الرزق، فانه لم یکن عبد لیموت حتی یبلغ آخر رزق هو لہ فاجملوا فی الطلب: اخذ الحلال، وترك الحرام۔

(رواہ ابن حبان[1] والحاکم وصححہ علی شرطهما)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزی کے دیر میں آنے سے پریشان نہ ہو کوئی بندہ اس وقت تک مر نہیں سکتا جب تک کہ اپنے حصے کا آخری رزق اسے نہ مل جائے اسلئے اس کے حاصل کرنے میں خوش اسلوبی سے کام لو حلال کو حاصل کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔

(۱۰۰۴) وعن ابی حُمَید الساعدی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اجملوا فی طلب الدنیا، فان کُلّاً میسّر لما خلق لہ۔

(رواہ ابن ماجة واللفظ لہ (والطبرانی والبیهقی[2]) وابو الشیخ ابن حیان[3] فی الثواب والحاکم وصحه علی شرطهما[4] الا انهما قالا: فان کلا میسر لما کتب لہ منها۔)

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کے تلاش کرنے میں خوش اسلوبی سے کام لو اس لئے کہ ہر شخص کے لئے اسی چیز کا حاصل کرنا آسان بنایا جاتا ہے جو اس کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ: ہر شخص کے لئے اتنی ہی چیز کا حاصل کرنا آسان (اور ممکن) بنایا جاتا ہے جتنی اس میں سے اس کے لئے لکھدی گئی ہے۔

تشریح: مقصود یہ نہیں ہے کہ آدمی محنت اور کوشش نہ کرے یہ بات تو اوپر آچکی ہے۔ روزی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد ضرور کرنی چاہیئے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ

---

[1] موارد الظمآن ص۲٦۷ [2] من الجامع الصغیر (فیض القدیر ج۱ ص۱٦۲)

[3] فی ح: ابن جبان بالموحدة وهو خطأ وقد تقدم الکلام علیہ فی مقدمة الکتاب ص۲۳۳

[4] واقره الذهبی (فیض القدیر ص۱٦۳/۱)

جدوجہد میں اعتدال ہونا چاہیئے، احکامِ شریعت کی پابندی اور اپنا ضروری آرام اور دیگر تقاضے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ کوشش کی جائے اور کسی ایک خاص معیار اور دولت کی کسی ایک مخصوص سطح کو نشانہ بنا کر نہ چلنا چاہیئے اسلئے کہ کیا معلوم وہ سطح ہمیں ملنی مقدر ہے بھی یا نہیں، یہ الگ بات ہے کہ خدا تعالیٰ اس سطح سے بھی بلند سطح پر پہنچا دے مگر کوشش کرتے وقت اپنے واجبات کی تکمیل کے ساتھ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے اور جو راہ ہموار ہوتی چلی جائے صبر اور استقامت کے ساتھ اسی پر جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔

(۱۰۰۵) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لوفرّ احدکم من رزقہ ادرکہ کما یدرکہ الموت۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر باسناد حسن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنی روزی سے دُور بھاگنے لگو تو وہ تمہیں پکڑ کے رہیگی۔ جیسے موت (ہر جگہ اور ہر حال میں) پکڑ لیتی ہے۔

اصل دَولت مندی دل کی ہے

(۱۰۰۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یاأیھا الناس إنّ الغِنیٰ لیس عن کثرۃ العرض، ولکن الغِنیٰ غِنیٰ النفس، وان اللہ عزوجل یؤتی عبدہ ماکتب لہ من الرزق فاجملوا فی الطلب، خذوا ماحَلّ و دعوا ماحَرُمَ۔

(رواہ ابویعلی واسنادہ حسن ان شاءاللہ تعالیٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! دولت مندی بہت سے ساز و سامان کا نام نہیں ہے،

اصل دولت مندی دل کی دولت مندی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندے کو اتنی ہی روزی دیتا ہے جتنی اس کے لئے (پہلے سے) لکھ دی گئی ہے اس لئے تم اسے خوش اسلوبی سے حاصل کرو، جو حلال ہو اُسے لو اور جو حرام ہو اُسے چھوڑ دو۔

تشریح: جس طرح جسمانی بیماریوں میں ایک بیماری "جوع البقر" ہوتی ہے کہ آدمی چاہے جتنا کھالے اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اسی طرح روح کو بھی مالی ہوس کی بیماری لگ جاتی ہے جتنی بھی دولت آجائے اس کو سکون نہیں ہوتا۔ اور جس طرح "جوع البقر" کے مریض کی اصل ضرورت غذا نہیں بلکہ بیماری کا علاج ہے اسی طرح مالی ہوس کا سکون مال کی زیادتی میں نہیں بلکہ دل کے غنی اور قناعت پسند ہونے میں ہے ؎

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے ⁂ دلِ بے مُدّعا دیا تُو نے

جب انسان کا یہ یقین پختہ ہو جائے کہ ملنا وہی ہے جو پہلے سے لکھا ہوا ہے تو وہ کوشش تو یقیناً کرے گا کیونکہ شریعت کا حکم ہے مگر حلال و حرام سے بے پروا ہو کر اندھا دھند ہاتھ پیر نہ مارے گا۔

پرہیزگاری بھی معاش کا بڑا سہارا ہے

(۱۰۰۷) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلو ھذہ الآیۃ: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب، فجعل یرددھا حتی نعستُ، فقال: یا اباذر! لو ان الناس اخذوا بھا لکفتھم۔ (رواہ الحاکم وصححہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھنی شروع کی:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ ⁂ اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا

لَهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (سورۃ الطلاق آیت ۲-۳)	گزارہ کردیتا ہے اور وہاں سے اُسے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔

اِس آیت کو آپؐ باربار دُہراتے رہے یہانتک کہ مجھے نیند آگئی، پھر آپؐ نے فرمایا: ابوذر! اگر لوگ اِسی آیت کو مضبوطی سے پکڑلیں تو یہی ان کے لئے کافی ہوجائے۔

(۱۰۰۸) وعن عمران بن حصین رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مَن انقطع الی الله عزوجل کفاہ الله کلّ مؤنة[1] ورزقه من حیث لایحتسب، ومن انقطع الی الدنیا وکّله الله الیها۔

(رواہ ابوالشیخ فی کتاب الثواب والبیهقی[2])

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کا ہورہا اللہ تعالیٰ ہر پریشانی کی طرف سے اُس کے لئے کافی ہے اور اس کو ایسے طریقوں اور ایسی جگہوں سے روزی دے گا جہاں سے اُسے گمان اور اندازہ بھی نہ ہو۔ اور جو دنیا کا ہورہا اللہ تعالیٰ اُسے دنیا ہی کے حوالے کردیتا ہے۔

تشریح: خدا کا ہورہنے اور خدا پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آدمی وسائل کو چھوڑکر اور محنت وجدوجہد سے منہ موڑکر آسمان سے دولت برسنے کا انتظار کرنے لگے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزی کی تلاش سے بے پرواہ ہوکر بیٹھے یہ دعا نہ کرو کہ اے اللہ مجھے روزی دے، اِسلئے کہ تم جانتے ہو کہ کبھی آسمان سے

---

[1] فی ق: مؤنة۔ [2] کلاهما من روایة الحسن عن عمران واختلف فی سماعه منه، وفی اسناده ابراهیم بن الاشعث خادم الفضیل[3] وفیه کلام قریب۔ (الترغیب عنهما ج۲ ص۵۳۶) وفی الفراغ للعبادة ج۲ ص۱۳۲ وفی الزهد ج۲ ص۱۷۱) [3] فی ج ۱ الفضل وهو تصحیف۔

— سونا چاندی نہیں برسا کرتا ہے۔[1]

ایک بار حضرت محمد بن مسلمہ انصاری صحابیؓ زمین میں پودے لگا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادھر آنکلے، پوچھا کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا: دیکھ لیجئے یعنی پودے لگا رہا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا بہت اچھا کر رہے ہو۔ (اپنی معاشی حالت کو مضبوط بنا کر) لوگوں سے بے نیاز رہو اس سے تمہارا دین بھی محفوظ رہے گا اور لوگوں میں عزت مند اور بامقام رہو گے، اور پھر حضرت عمرؓ نے ماقبلِ اسلام عرب شاعر اُحَیحَہ بن جُلَاح کا یہ شعر سُنایا کہ دیکھو کیا اچھا کہا ہے ؎

فلن ازال علی الزوراء اعمرها
ان الکریم علی الاخوان ذو مال[2]

یعنی میں (آبادی سے دور) زوراء[3] میں اس لیے لیٹ لگایا کرتا ہوں کہ دوستوں میں باعزت وہی شخص ہوتا ہے جو دولت مند ہو (اور میرے پاس دولت نہیں ہے اِس لئے میں الگ تھلگ ہی رہتا ہوں)

خدا پر بھروسے اور خدا کا ہو رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذرائع و وسائل اختیار کرنے اور ہر ہر پہلو سے کوشش مکمل کر لینے کے بعد اس کی نظر ان وسائل پر نہیں رہتی بلکہ خدا پر رہتی ہے، ایسا آدمی کبھی اپنی جدوجہد کے دَوران غلط طریقے نہیں اختیار کرتا اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ کام کا بنانا یا بگاڑنا تنہا میرے اختیار کردہ وسائل پر موقوف نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا ان وسائل کو پسند نہیں کرتا اِس لئے یہ بندہ ایسے وسائل سے گریز کرتا ہے۔

---

[1] احیاء العلوم بشرح الاتحاف ج ۵ ص ۴۱۷۔

[2] اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۴۱۷ وقد ذکر القصۃ الغزالی ولکن وقع فیہ تصحیف۔

[3] اُس وقت کا مدینہ منورہ کا ایک خالی میدان۔ (الاتحاف ص ۴۱۵)

کسی ایک نشانے کا پابند ہونا غلط ہے

(۱۰۰۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کانت الدنیا ھمّتہ وسَدَمہ[1] ولھا شخص وایاھا ینوی جعل اللہ الفقر بین عینیہ وشَتّتَ علیہ ضَیْعَتَہ[2] ولم یاتہ منھا الا ما کتب لہ منھا۔

ومن کانت الاخرۃ ھمتہ وسدمہ، ولھا شخص وایاھا ینوی جعل اللہ عزوجل الغنی فی قلبہ، وجمع علیہ ضیعتہ، واتتہ الدنیا وھی صاغرۃ۔ (رواہ البزار والطبرانی واللفظ لہٗ وابن حبان ورواہ الترمذی اخصر من ھذا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا مقصود و مُراد دنیا ہی ہو اور اس دنیا کا بھی کوئی مخصوص نشانہ ہو اور وہ اسی مخصوص نشانے پر توجہ اور نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر تنگدستی مسلط کر دیتا ہے اور اس کے حالات کو پراگندہ و منتشر کر دیتا ہے اور اسے دنیا میں سے اس سے زیادہ کچھ نہیں ملتا جتنا اس کے لئے (پہلے سے) لکھ دیا گیا ہے۔

اور جس کی تمنا اور مراد آخرت ہو اور (اعمال آخرت میں سے) اس کا کوئی مخصوص نشانہ ہو اور وہ اسی مخصوص نشانے پر توجہ اور نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنیٰ اور تونگری پیدا کر دیتا ہے اور اس کے حالات مجتمع (اور معتدل) کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر چلی آتی ہے۔

---

[1] سدمہ، بفتح السین والدال المھملتین ای ھمہ وما یَحْرِصُ علیہ ویلھج بہ (الترغیب) قال عبداللہ طارق: وقع فی ق: وما یُحَرِّض علیہ وھو تصحیف۔

[2] ضیعتہ بفتح الضاد المعجمۃ واسکان المثناۃ تحت ای فرق علیہ حالہ وصنعتہ ومعاشہ وما ھو مھتم بہ، وشَعَّبَہ علیہ لیکثر کدہ ویعظم تعبہ۔ (الترغیب ص۵۳۸ ج۲، ص۱۲۱ ج۴)

تشریح: اس حدیث شریف میں غافل آدمی کے دو عیب خاص طور پر بیان فرمائے گئے ہیں اول تو یہ کہ وہ دنیا ہی کو اپنا سب کچھ بنا لے' اللہ اور آخرت کے تقاضوں سے غافل ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ دنیا میں بھی کسی ایک ہی مخصوص نشانے ۔ یا کسی ایک مخصوص جگہ اور ایک مخصوص فرد سے اپنی تمام آرزوئیں وابستہ کرلے۔

پہلی بات تو اسلامی اور دینی لحاظ سے غلط اور معیوب ہے۔ آدمی وسائل کی دنیا میں سب کچھ کرے مگر اللہ پر بھروسے میں کبھی کمی نہ آنی چاہیئے اور دوسری بات خود دنیوی لحاظ سے بھی غلط ہے، کوئی دنیوی ذریعہ اور وسیلہ کتنا ہی اچھا اور کامیاب کیوں نہ ہو اس پر سو فیصدی کامیابی کا یقین ہرگز نہیں کیا جا سکتا، اِس لئے کسی مخصوص نشانے پر اِس طرح نظریں لگا کر بیٹھ جانا کہ بس یہیں کامیابی مل سکتی ہے اور دوسرے ذرائع پر توجہ نہ دینا علاوہ دینداری کے خود دنیوی سُوجھ بُوجھ کے لحاظ سے بھی غلط ہے۔ آدمی کو کامیابی کے تمام ذرائع پر پورا دھیان دینا چاہیئے اور جہاں سے کامیابی کی اُمید بندھے وہاں توجہ بڑھا دینی چاہیئے۔ ایک ہی آسرے پر ہاتھ پیر توڑ کر نہ بیٹھ جانا چاہیئے۔

دنیا کی ہوس کی مذمّت

(۱۰۱۰) وعن كعب بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما ذئبان جائعان ارسلا فى غنم بافسد لها من حرص المرء على المال والشرف لدينه۔

(رواہ [احمد و][1] الترمذی وقال حسن صحیح[2] وابن حبان [وابویعلیٰ][3])

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] الجامع الصغیر (فیض القدیر ص ۴۴۵/۵)۔ [2] سقط من ح
[3] فیض القدیر ص ۴۴۶/۵۔

علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے[1] جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں اتنی تباہی نہیں مچا سکتے جتنی آدمی کی مال اور جاہ کی ہوس اس کے دین کیلئے تباہ کن ہے۔

تشریح: مال اور عزت و سربلندی کی ہوس جب آدمی کو لگ جاتی ہے تو وہ کسی مقام پر پہنچ کر سکون نہیں پاتی آخر آدمی اس کے پیچھے ایسا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ دین و شریعت کے اور اخلاق و معاشرت کے تمام تقاضے دب کر پامال ہونے لگتے ہیں اور دن رات کے چوبیس گھنٹے اسی دھن کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اور آخر یہ انسان خلقِ خدا کے لئے نقصان دہ ہو جاتا ہے۔

بھیڑیوں سے زیادہ تباہ کن اس لئے فرمایا ہے کہ بھیڑیئے پیٹ بھرنے کے بعد چھوڑ سکتے ہیں مگر یہ ہوس کسی بھی منزل پر پہنچ کر انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی جب تک کہ خود ہی آدمی اپنا دھیان اللہ کی طرف لگا کر اپنے اندر صبر و قناعت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔

(۱۰۱۱) وعن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لوکان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثاً، ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب، ویتوب اللہ علی من تاب۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال و دولت کے دو جنگل بھرے ہوئے ہوں تو وہ تیسرے کی بھی تمنا کرے گا، آدم کے بیٹے کے گڑھے کو سوائے مٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ اسی کی طرف توجہ فرماتا ہے جو اس کی طرف توجہ کرے۔

تشریح: یعنی جو شخص اللہ کی طرف توجہ کر کے اپنے اندر بہتر تبدیلیاں پیدا کرنا

---

[1] دو کا ذکر غالباً اس لئے ہے کہ بھیڑیا جب تنہا ہوتا ہے تو مقابل کے سامنے بہت پست ہمت ہوتا ہے اور جب جوڑا ہوتا ہے تو بے خوف و خطر حملہ کر دیتا ہے۔

چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربان ہوکر اسے توفیق مرحمت فرما دیتا ہے
اِس مضمون کی بہت ساری احادیث آگے زہد کے بیان میں آئیں گی۔ انشاء اللہ۔

حلال کی تلاش اور حرام سے پرہیز

(۱۰۱۲) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اکل طیبًا وعمل فی سنۃ، وامن الناس بوائقہ دخل الجنۃ، قالوا: یارسول اللہ! ان ھذا فی امتك الیوم کثیر، قال: وسیکون فی قرون بعدی۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب والحاکم وصححہ[1])

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاک (حلال) روزی کھائی، سنّتِ (رسول) کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کی بُرائی اور ایذا رسانیوں سے امن میں رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ حاضرین نے عرض کیا: اللہ کے رسول یہ چیز تو آج آپ کی اُمت میں بہت ہے، آپؐ نے فرمایا: (ہاں) اور میرے بعد کی صدیوں میں بھی ہوگی۔

تشریح: مطلب یہ کہ یہ چیز کوئی نایید نہیں ہے۔ دَورِ رسالت میں تو بیشتر لوگ ایسے ہی تھے اس کے بعد بھی رہے اور آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں مگر اب ایسے لوگوں کی تعداد برابر کم ہوتی جارہی ہے اور یہ چیز یقیناً ایسے لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے جو اپنی عام زندگی پر کنٹرول اور اپنی طبیعت کے لالچ پر قابو نہ رکھ سکیں اور غصے کو پینا نہ جانتے ہوں۔

(۱۰۱۳) وعن عبد اللہ بن عمرو[2] رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] واقرہ الذہبی (فیض القدیر ج ۶ ص ۸۶)
[2] ذکرہ المصنف فی الترغیب فی الصدق ص ۵۴۹ ایضا ووقع ھناک فی بعض النسخ عبد اللہ بن عمر رض وھو تصحیف۔

وسلم قال: اربع اذا كنّ فيك فلا عليك مافاتك من الدنيا: حفظ امانة، و صدق حديث، وحسن خليقة، وعفة فى طعمة۔

(رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی والبیہقی باسانید حسنۃ[۱])

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں اگر تیرے اندر ہوں تو پھر دنیا کی کوئی چیز نہ ہونے کا تجھے غم نہیں: امانت کی حفاظت، سچ بولنا، اچھے عادات واخلاق اور پاک لقمہ۔

(۱۰۱۴) وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: ایما رجل اکتسب[۲] مالًا من حلال فاطعم نفسه اوکساها فمن دونه من خلق الله کان له به زکاة۔

(رواہ [ابو یعلیٰ[۳] و] ابن حبان [والحاکم[۴]] من طریق دراج[۵] عن ابی الہیثم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی آدمی حلال طریقے پر مال کمائے خود بھی کھائے یا پہنے اور اللہ کی دوسری مخلوق (رشتے دار اور غیر رشتے دار) کو بھی کھلائے پہنائے تو یہ اس کے لئے (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہوگا۔

تشریح: یعنی حلال کمائی اور پھر اس میں سے خلقِ خدا کو کھلانا پلانا اور کپڑے پہنانا یہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ چھوٹی موٹی برائیاں صرف اس کے ہی اثر سے مٹ جاتی ہیں۔

---

[۱] الترغیب صفحہ ج ۳ صفحہ ۵۸۹ رواہ البیہقی عن ابن عمر اولاً ثم رواہ عن ابن عمرو ثم قال ہذا الاسناد اتم واصح وقد روی الحدیث ابن عدی وابن عساکر فی تاریخہ عن ابن عباس رض۔

(فیض القدیر ج ۱ صلاحیۃ۔ ص ۴۶۳)

[۲] فی ق: کسب وکذا فی الجامع الصغیر۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۴۰)

[۳] و[۴] من الجامع الصغیر، قال القسطلانی وہو مختلف فیہ لکن اسنادہ حسن۔

(فیض القدیر ج ۳ ص ۱۴۰)

[۵] تقدم فی ص ۳۰۴

(۱۰۱۵) وعن نُصَيح العنسی عن رکب[1] المصری رضی اللہ عنہ[2] قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: طوبیٰ لمن تواضع فی غیر منقصۃ، وذل فی نفسہ من غیر مسألۃ[3]، وانفق مالا جمعہ من غیر معصیۃ، ورحم اھل الذُّلِّ والمسکنۃ، وخالط اھل الفقہ والحکمۃ۔

طوبیٰ لمن طاب کسبہ، وصَلُحت سریرتہ، وکرمت علانیتہ، وعزل عن الناس شرہ۔

طوبیٰ لمن عمل بعلمہ، وانفق الفضل من مالہ، وامسک الفضل من قولہ۔ (رواہ الطبرانی [والبیہقی][4] ورواتہ الی نصیح ثقات[5] وقد حسن ھذا الحدیث[6] ابو عمر [ابن عبد البر] النمری وغیرہ[7])

نصیح عنسی حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ـــ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خوش نصیب ہے وہ جو تواضع اور عاجزی کرتا ہے کسی کمزوری اور عیب کے بغیر، اور اپنے دل میں نیچا ہو کے رہتا ہے بھیک (یا اسی قسم کی کسی ذلت) کے

---

[1] قال البغوی: لا ادری سمع رکب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام لا، وقال ابن مندۃ: لا یُعرف لہ صحبۃ، وذکر غیرھما ان لہ صحبۃ، قال المنذری: ولا اعرف لہ غیر ھذا الحدیث۔ (الترغیب ج ۳ ص ۵۵۵ و راجع الاصابہ ج ۲ ص ۲۱۳) [2] وقع فی ح ھھنا (ج ۲ ص ۵۴۵): عنہما وھو خلاف المصطلح وجار علی الصواب فی الترغیب فی التواضع ج ۳ ص ۵۵۵ [3] وفی الجامع الصغیر: مسکنۃ۔

[4] وکذا البغوی والباوردی وابن قانع۔ (الجامع الصغیر)۔

[5] وقال الھیثمی: نصیح العنسی عن رکب لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات (فیض القدیر ج ۴ ص ۲۷۸)۔

[6] وکذا حسنہ السیوطی فی الجامع الصغیر، قال المناوی ج ۴ ص ۲۷۸ "وھو اغترار بقول ابن عبد البر ولیس بحسن فقد قال الذھبی فی المھذب: رکب مجھول ولم یصح صحبتہ، واقرہ العراقی"، وقال ابن حجر اسنادہ ضعیف ومراد ابن عبد البر بانہ حَسَنٌ حُسْنُ لفظہ، وقال ابن حبان: اسنادہ لا یعتمد علیہ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۱۳) وقد روی الحدیث البزار عن انس بسند ضعیف (فیض القدیر ج ۴ ص ۲۷۸)۔

[7] من ھھنا الترغیب فی التواضع ج ۳ ص ۵۵۵۔

بغیر، اور اپنے اس مال میں سے خرچ کرتا ہے جو اس نے جمع کیا ہو کسی بُرائی اور گناہ کے بغیر، اور کمزوروں محتاجوں پر رحم کرتا ہے، اور گھلا ملا رہتا ہے دین کی سمجھ رکھنے والوں اور دانا لوگوں سے۔

خوش نصیب ہے وہ جس کی روزی پاک ہے، اور جس کی نجی اور اندرونی زندگی نیک ہے، اور اس کی بیرونی اور عام زندگی شریفانہ ہے اور وہ اپنا شر لوگوں سے دُور رکھتا ہے (کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا)۔

خوش نصیب ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور اپنا (ضروریات سے) زائد مال خرچ کر دیتا ہے اور فالتو (اور غیر ضروری) باتوں کو روک لیتا ہے۔

(۱۰۱۶) وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا کعب بن عجرۃ انہ لا یدخل الجنۃ لحم نبت من سحت[1]۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم[2])

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن عجرہ! وہ گوشت جنت میں نہیں جا سکتا جو حرام (روزی) سے بنا ہو۔

حرام آمدنی سے صدقہ خیرات

(۱۰۱۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا ادیت زکوۃ مالک فقد قضیت ما علیک، ومن جمع مالا حراما ثم تصدق بہ لم یکن لہ فیہ اجر، وکان اصرہ علیہ۔

(رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم[2] کلھم من روایۃ دراج[3] عن ابن حجیرۃ عنہ)

---

[1] السحت بضم السین واسکان الحاء وبضمہا ایضا: ھو الحرام وقیل ھو الخبیث من المکاسب (الترغیب)

[2] وصححہ علی شرط مسلم واقرہ الذھبی (فیض القدیر ج ۱ ص ۲۵۳)   [3] تقدم فی ص ۸۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکات ادا کردی تو اپنی ذمہ داری ادا کردی اور جس نے مالِ حرام جمع کیا اور پھر اس میں سے صدقہ خیرات کی تو اس میں اسے کوئی اجر و ثواب نہ ہوگا اور اس (حرام مال جمع کرنے کا) گناہ اس پر باقی ہی رہے گا۔

تشریح: یعنی حرام مال میں سے اگر صدقہ خیرات کردیا جائے تو اس سے نہ تو وہ مال پاک ہوتا ہے اور نہ اس صدقہ خیرات کا کچھ اجر و ثواب ہوتا ہے۔

(۱۰۱۸) وعن القاسم بن المخیمرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من اکتسب مالا من مأثم فوصل به رحمهٗ او تصدق به او انفقه فی سبیل الله جمع ذلك كله جميعاً فقذف به فی جهنم۔

(رواه ابوداؤد فی المراسیل، وروی احمد وغیره[1] عن ابن مسعود فی حدیث: ولا یکسب عبد مالا حراما فیتصدق به فیقبل منه، ولا ینفق منه فیبارك له فیه، ولا یترکه خلف ظهره الا کان زاده الی النار۔ ان الله تعالیٰ لا یمحو السیئ بالسیئ ولکن یمحو السیئ بالحسن، ان الخبیث لا یمحو الخبیث)

قاسم بن مخیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے برائی کے ذریعہ مال کمایا اور اس سے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا صدقہ خیرات کی یا اس مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کیا تو یہ تمام کا تمام جمع کرکے جہنم میں جھونک دیا جائے گا

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے حرام مال کمایا پھر اس میں سے صدقہ خیرات کی تو وہ قبول نہ ہوگی اور اگر اس میں سے (خود) خرچ کرے گا تو اس میں

---

[1] من طریق ابان بن اسحاق عن الصباح بن محمد قال المنذری: وقد حسنها بعضهم واللہ تعالیٰ اعلم (الترغیب)

اس کے لئے خیر و برکت نہیں ہوگی، اور اگر (مرنے کے بعد) اس مال کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے تو یہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی کے ذریعہ مٹاتا ہے، بری اور ناپاک چیز کبھی (اپنی جیسی) بری اور ناپاک چیز کو نہیں مٹا سکتی۔

تشریح: صدقہ خیرات کرنا، راہِ خدا میں خرچ کرنا یا رشتہ داروں پر خرچ کرنا اللہ کو خوش کرنے کے لئے ہونا چاہیئے لیکن جو مال اللہ کو ناراض کرکے جمع کیا جائے گا اس کو خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔

اور جس مال میں سے خیرات تک قبول نہیں ہے جو کہ خالص نیکی اور عبادت ہے تو ایسے مال کا خود کھانا کتنا بڑا گناہ اور کس قدر اللہ کے غیظ و غضب کا ذریعہ ہوگا۔

مال میں سے صدقہ خیرات اور زکوٰۃ نکلنے سے مال پاک ہوجاتا ہے اور انسان کے اپنے باطن کی گندگی بھی صاف ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز خود ہی پاک نہیں ہے وہ دوسری ناپاک چیز کو کیا پاک کرسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے پوری پوری حیاء

(۱۰۱۹) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: استحیوا من اللہ حق الحیاء۔ قال: قلنا یا نبی اللہ انا لنستحیی، والحمد للہ۔ قال: لیس ذلك، ولکن الاستحیاء من اللہ حق الحیاء ان تحفظ الراس وما وعیٰ، وتحفظ البطن وما حویٰ، ولتذکر الموت والبلیٰ، ومن اراد الاٰخرۃ ترك زینۃ الدنیا فمن فعل ذلك فقد استحیا من اللہ حق الحیاء۔ (رواہ [احمد[1]] الترمذی [والحاکم وصححہ ووافقہ الذہبی[2]] قال

---

[1] المسند ج ۵ ص ۳۴۵ قال احمد محمد شاکر: ضعیف۔ [2] المستدرک ج ۴ ص ۳۲۳

الترمذی ھذا حدیث غریب انما نعرفہ من حدیث ابان بن اسحاق عن الصباح بن محمد[1] وھما مختلف فیہما' والصباح تکلم فیہ لرفعہ ھذا الحدیث وقالوا الصواب عن ابن مسعود موقوفاً ورواہ الطبرانی مرفوعاً من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے شرم کرو جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول! خدا کا شکر ہے ہم شرم کرتے تو ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے یہ ہے کہ تم اپنے ذہن و دماغ کو اور جو کچھ اس کے اندر آتا ہے اس کی حفاظت کرو اور اپنے پیٹ کی اور جو کچھ پیٹ میں جاتا ہے اس کی حفاظت کرو اور (اپنی) موت کو اور گل سڑ جانے کو یاد رکھو، جو آخرت کا طلبگار رہتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت سے بے تعلق رہتا ہے، پس جس نے یہ سب کر لیا وہ اللہ سے شرم کرنے والا ہے جیسا کہ اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔

تشریح: انسان جب انسانوں کے دیکھنے سے کسی کام پر شرماتا ہے تو اُن کی نظروں کے سامنے اس کام کو نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ انسان کے دماغ میں آنے والی چھپی سے چھپی بات اور اس کے پیٹ میں جانے والا پاک یا ناپاک لقمہ ہر ایک چیز کو خوب دیکھ رہا ہے جو اللہ تعالیٰ سے واقعی شرمائے گا وہ گندے خیال اور حرام بلکہ مشتبہ لقمے تک سے پرہیز کرے گا۔ اور جو اپنی موت کو یاد رکھے گا دنیا کی زیب و زینت اس کے دل سے خود بخود فراموش ہو جائے گی۔

---

[1] ولکن سمی الحاکم صباح بن محارب' قال احمد محمد شاکر: ھذا خطاء عجیب فلیس للصباح بن محارب روایۃ فی ھذا الحدیث' قال: واعجب منہ موافقۃ الذھبی علی ذکر الصباح بن محارب وعلی تصحیح الحدیث۔
(شرح المسند ج ۵ ص ۲۳۶)

پرہیزگاری کی تاکید اور مشتبہ روزی سے پرہیز

(۱۰۲۰) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الحلال بَیّنٌ والحرام بَیّنٌ وبینہما مشتبہات لا یعلمھن کثیر من الناس، فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعِرضہ، ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام، کالراعی یرعی حول الحمٰی یوشك ان یرتع فیہ، الا وان لکل مَلِكٍ حمًی، اَلَا وان حمی اللہ محارمہ۔

الا وان فی الجسد مضغۃ اذا اصلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ، اَلَا وھی القلب۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر اور معلوم ہے اور حرام بھی ظاہر اور معلوم ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سی شبہ کی چیزیں ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جس نے شبہ کی چیزوں سے پرہیز کر لیا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچا لے گیا، اور جو شبہ کی چیزوں میں مبتلا ہو گیا وہ (انجام کار ایک دن) حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کوئی چرواہا اپنے مویشی باڑھ کے آس پاس چراتا ہو تو عین ممکن ہے کہ اس کے مویشی (ایک دن) اس باڑھ کے اندر گھس کر چرنے لگیں، یاد رکھو ہر بادشاہ کی کوئی نہ کوئی حدِ ممنوع اور مخصوص علاقہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدِ ممنوع اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔

یاد رکھو! جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا کا سارا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

تشریح: سمجھ دار انسان جس چیز کو خطرناک سمجھتا ہے اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتا، خدا تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزیں ایسی ہی ہیں اور حرام کے آس پاس کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کے حرام یا حلال ہونے میں شبہ ہو۔ سمجھدار اور کامل مومن وہی ہے جو شبہ کی چیزوں تک سے دُور رہے۔

دین کے ساتھ آبرو کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ جو شخص شبہات اور اندیشوں سے احتیاط کا عادی نہیں ہے وہ دنیا میں بھی کوئی عزت و آبرو کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

(۱۰۲۱) وعن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال: حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: دع مایَرِیبُکَ الی مالا یَرِیبُکَ۔

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان، وروی نحوہ الطبرانی عن واثلۃ بن الاسقع وزاد فیہ: قیل: فَمَنِ الوَرِعُ؟ قال: الذی یَقِفُ عِندَ الشبھۃ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات گرہ باندھ رکھی ہے کہ جس میں شبہ ہے اس کو چھوڑ کر وہ چیزیں اختیار کرو جن میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے پوچھا: (اللہ کے رسول!) پرہیزگار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شبہ پر ٹھہر جائے۔

تشریح: یعنی اس کے احتیاط کرنے اور ٹھہرنے کے لئے یقینی حرام ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ وہ شبہ کی چیزوں ہی پر ٹھہر جاتا ہے۔

(۱۰۲۲) وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: کان لابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ غلام یُخرِج لہ الخَراجَ[۱]، وکان ابوبکر یاکل من خراجہ، فجاء یوماً بشیء فاکل منہ ابوبکر، فقال لہ الغلام: اتدری ما ھٰذا؟ فقال ابوبکر: وما ھو؟

[۱] الخراج شیٔ یفرضہ المالک علی عبدہ یؤدیہ الیہ کل یوم مما یکتسبہ، وباقی کسبہ یاخذہ لنفسہ (الترغیب)

قال: كنت تكهنت لانسان فی الجاهلية، وما أحسن الكهانة إلا انی خدعته، فلقينی فاعطانی لذلك هذا الذی اكلت منه. فادخل ابوبكر يده فقاء كل شيئ فی بطنه۔ (رواه البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو اُن کو مقررہ روزینہ دیا کرتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اس کے روزینہ میں سے کھا پی لیا کرتے تھے، وہ ایک روز کوئی چیز لے کر آیا حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے کھا لیا، غلام کہنے لگا: آپ کو معلوم ہے یہ کیا تھا۔ (یعنی کہاں سے ملا؟) حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: یہ کیا تھا؟ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانے میں ایک شخص کو (آئندہ حالات کے بارے میں) غیب کی باتیں بتائی تھیں حالانکہ میں جیوتش پوری طرح جانتا نہیں ہوں مگر میں نے اس کو دھوکہ دیا تھا، (اب) وہ مجھے مل گیا اور یہ چیز اسی نے دی تھی جس میں سے آپ نے بھی کھایا ہے (گویا یہ جیوتش جس میں دھوکے بازی بھی شامل ہے کی اُجرت یا اس کا انعام تھا) حضرت ابوبکرؓ نے فوراً ہی (حلق میں) اُنگلی ڈالی اور جو کچھ بھی اُن کے پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

اپنے دل سے مشورہ

(۱۰۲۳) عن النواس بن سمعان رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: البر حسن الخلق، والإثم ما حاك[1] فی صدرك، وكرهت ان يطلع عليه الناس۔ (رواه مسلم [والترمذی والبخاری فی الادب المفرد][2])

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی اچھی عادتوں کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں

[1] حاك بالحاء المهملة والكاف ای جال وتردد. (الترغيب) [2] الجامع الصغير ج ۳ ص ۲۱۶ فیض القدیر

کھٹک جائے اور تم یہ پسند نہ کرو کہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے۔

تشریح: یعنی کسی بات کا بُرا ہونا خواہ کسی واضح شرعی حکم سے معلوم نہ ہو مگر اُس کو چھوڑ دینے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ اُس پر دل نہ ٹھُکتا ہو اور اس کا لوگوں کے سامنے آنا طبیعت کو پسند نہ ہو۔

(۱۰۲۴) وعن وابصة بن معبد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وابصة استفت قلبك البر ما اطمأنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاك فی القلب وتردد فی الصدر وان افتاك الناس وافتوك۔

(رواہ احمد باسناد حسن[1] [والدارمی والطبرانی والبخاری فی تاریخہ[2]] وروی احمد نحوہ عن ابی ثعلبۃ الخشنی باسناد جید)

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: وابصہ اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس (کے نیکی اور درست ہونے) پر طبیعت مطمئن ہو جائے اور دل اُس کی گواہی دے، اور بُرائی وہ ہے جس سے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے اور اس کے (اچھا یا بُرا ہونے کے) بارے میں شک ہو۔ چاہے لوگ (اس کے جائز وحلال ہونے کا) فتویٰ دیدیں اور بار بار فتویٰ دیں۔

تشریح: اکثر باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ ان کی اچھائی بُرائی خود اپنی طبیعت بتا دیتی ہے مگر انسان کبھی کبھی ایک کام کو بُرا جانتے ہوئے اسلئے کسی دوسرے سے اس کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ شاید کوئی اسے ٹھیک بتا دے تو میں کر لوں، یہ صرف اپنے دل کا بہلانا ہوتا ہے۔ حدیثِ نبوی کی ہدایت یہ ہے کہ ایسے موقع پر اس کام کو چھوڑ ہی دو چاہے لوگ اس کام کو جائز ہی بتا رہے ہوں۔

---

[1] وکذا حسن اسنادہ النووی فی ریاض الصالحین۔ [2] الجامع الصغیر للسیوطی وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج۱ ص۴۹۶

(۱۰۲۵) وعن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال: سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما الاثم؟ قال: اذا حاك فی نفسك شیئ فدعه' قال، فما الایمان؟ قال: اذا ساءتك سیئتك وسرّتك حسنتك فانت مؤمن۔ (رواہ احمد باسناد صحیح)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا: گناہ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: جب تمہارے دل میں کسی چیز سے کھٹک پیدا ہو جائے اُسے چھوڑ دو۔ پھر اس شخص نے پوچھا: اچھا ایمان کیا چیز ہے؟ فرمایا: جب تمھیں اپنی بُرائیاں بُری لگنے لگیں اور اپنی نیکیوں سے خوشی ہونے لگے تو تم مؤمن (کامل) ہو گئے۔

تشریح: نیکیوں پر خوشی ایک تو یہ ہے کہ آدمی نیکی کر کے اِترائے اور دوسروں سے اپنے کو افضل سمجھے اور جو لوگ بُرائیوں میں مُبتلا ہیں اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھے، یہ تو بڑی خطرناک چیز ہے، اس پر تو خدا تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی کبھی نیکیوں کی توفیق سے ہی محروم کر دیتا ہے۔

اور ایک خوشی یہ ہے کہ دل میں خدا تعالیٰ کی اس توفیق بخشی پر خوش ہو کہ اُس نے اپنے سامنے پیشانی جھکانے اور اپنے حکموں پر چلنے والا بنا دیا، ایسا آدمی دوسرے نیکیوں سے محروم لوگوں کو حقیر نہ سمجھے گا بلکہ خدا سے دعا کرے گا کہ ان کو بھی اسی طرح نیکی کی توفیق دے۔

پرہیزگاری

(۱۰۲۶) عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فضل العلم خیر من فضل العبادة، وخیر دینکم الورع۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار باسناد حسن)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے اور تمہارے دین کی سب سے اچھی چیز پرہیزگاری ہے۔

(۱۰۲۷) وعن عطیة بن عروة السعدی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لایبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالاباس بہ حذرا لمابہ باس۔

(رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والحاکم وصححہ)

حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ پرہیزگاروں کے مرتبے کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ان چیزوں کو جن میں کوئی حرج نہیں ہے ان چیزوں کے اندیشے سے نہ چھوڑ دے جن میں حرج ہے۔

تشریح: مثال کے طور پر حضرت امام ابوحنیفہؒ جو کپڑے کے بہت بڑے بیوپاری تھے انھوں نے اپنی دکان پر کام کرنے والے ایک صاحب حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس کچھ تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے خریدار کو جتا دینا اور اسی حساب سے بھاؤ لگانا۔ حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا اور انھوں نے وہ تھان خریداروں کو کسی قسم کی اطلاع دیئے بغیر بیچ ڈالے۔ امام صاحب کو اطلاع ملی تو نہایت افسوس کیا اور تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب کی سب خیرات کردی۔[1]

حضرت امام صاحب نے اس ایک تھان کی ناجائز رقم کی وجہ سے وہ پوری ہی رقم نکال دی جس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا مگر شبہ کی رقم اس میں شامل ہوگئی تھی۔

کاروبار میں نرم مزاجی

(۱۰۲۸) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] نووی تہذیب الاسماء واللغات۔ بحوالہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان ص۳۴

وسلم قال: رحم الله عبدا سمحاً اذا باع سمحا اذا اشترى سمحا اذا اقتضى۔

(رواه البخاري وابن ماجة واللفظ له والترمذي ولفظه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غفر الله لرجل كان قبلكم، كان سهلاً اذا باع، سهلاً اذا اشترى، سهلاً اذا اقتضى)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس بندے پر جو نرمی سے کام لیتا ہے بیچنے میں بھی نرمی برتتا ہے خریدنے میں بھی، اور تقاضا وصول کرنے میں بھی نرم ہی رہتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی وہ جب بیچتا تھا تو نرمی برتتا تھا اور اپنا وصول کرتے وقت بھی نرمی سے ہی کام لیتا تھا۔

(۱۰۲۹) وعن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: افضل المومنين رجل سمح البيع، سمح الشراء، سمح القضاء، سمح الاقتضاء

(رواه الطبراني في الاوسط ورواته ثقات)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو بیچنے میں بھی نرم ہو اور خریدنے میں بھی، ادائیگی میں بھی نرم ہو اور وصول کرنے میں بھی۔

(۱۰۳۰) وعن عبد الله بن عمرو[1] رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: دخل رجل الجنة بسماحته قاضيا ومقتضيا۔

(رواه احمد ورواته ثقات[2] مشهورون)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[1] في ع: عمر وهو تصحيف۔ [2] وكذا وثق رواته الهيثمي في الزوائد ج ۴ ص ۷۶ وقال احمد محمد شاكر في شرح المسند ج ۱۱ رقم ۳۳ ۶۹ ۱۰۔ اسناده صحيح۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ادائیگی میں اور وصول کرنے میں نرمی کے سبب جنت میں داخل ہو گیا۔

تشریح: جو شخص کاروبار میں اور خاص طور پر اپنا پیسہ وصول کرنے میں ضرورت سے زیادہ نرم ہوتا ہے وہ اپنی ساری پونجی پھنسا بیٹھتا ہے اور کاروبار فیل ہو جاتا ہے یہاں اس بات کی تعلیم نہیں دی گئی ہے، بلکہ اپنی گنجائش اور حالات کو دیکھتے ہوئے نرمی برتنی چاہئے۔ یہ اسلامی اخلاق بھی ہے اور کاروباری اصول بھی یہی ہے کہ سخت مزاج دوکاندار سے گاہک نفرت کرنے لگتے ہیں۔

کاروباری قوموں کے برتاؤ کو دیکھ کر اُن سے اعتدال کی راہ سیکھنی چاہئے۔

حقدار کو کہنے کا حق ہوتا ہے

(۱۰۳۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم یتقاضاہ فاغلظ لہٗ فھمّ بہ اصحابہٗ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: دعوہ فان لصاحب الحق مقالا، ثم قال: اعطوہ سِنّا مثل سنہٖ، قالوا یا رسول اللہ! لا نجد الا امثل من سِنّہٖ، قال: اعطوہ فان خیرکم احسنکم قضاء۔

(رواہ البخاری ومسلم، وعند ابن ماجۃ عن ابن عباس قال: جاء رجل یطلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدین فتکلم بعض الکلام فھمّ بہ بعض اصحابہٖ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَہ، ان صاحبَ الدّین لہ سلطان علی صاحبہ حتی یقضیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اپنے مطالبے کا تقاضا کرنے آیا اور تقاضے میں اُس نے آپ سے

لہ السِّنّ بکسر الاول: الرعیٰ والکلاء والمراد بہ ذات السن کالابل والبقر۔

سخت کلامی کی، صحابہ کرام نے اسے کچھ (سرزنش) کرنے کا ارادہ کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، حقدار کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اسے اس کے اونٹ جیسا اونٹ دے دو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اس کے اونٹ جیسا تو ملتا نہیں سب اس سے اچھے ہی ہیں، آپ نے فرمایا: وہی دیدو، سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو ادائیگی میں سب سے اچھا ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص قرض کا مطالبہ کرنے آیا اور کچھ نامناسب الفاظ بولنے لگا، صحابۂ کرام نے اسے کچھ (سرزنش) کرنے کا ارادہ کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، قرض خواہ کو قرض دار پر اختیار ہوتا ہے جب تک کہ وہ اسے ادا نہ کر دے۔

تشریح: اوپر کی حدیثوں میں ادا کرنے اور وصول کرنے دونوں میں نرمی کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنا حق سختی سے وصول کرے تو مقروض کو اس سے جھگڑنا نہیں چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی سے کیسا بلند نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

یہ مضمون آئندہ حدیث میں بھی آرہا ہے۔

ادائیگی واجب سے بہتر ہونی چاہیئے

یہ مضمون ابھی اوپر حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بھی گزر چکا ہے۔

(۱۰۳۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: استسلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رجل من الانصار اربعین صاعًا فاحتاج الانصاریُّ فاتاهُ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماجاءنا شیءٌ فقال الرجل واراد ان یتکلمَ،

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم، لاتقل الاخیرًا فانا خیر من تسلف فاعطاه اربعین فضلا واربعین لسلفه فاعطاه ثمانین۔ (رواہ البزار باسناد جید)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص سے چالیس صاع (غلّہ) اُدھار لیا، جب انصاری کو ضرورت پڑی تو وہ آپ کے پاس (لینے) آیا، آپ نے فرمایا: (ابھی تو) ہمارے پاس کچھ آیا نہیں ہے، وہ شخص سیدھا ہوا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہنا میں سب سے بہتر قرضدار ہوں۔— پھر آپ نے اس کو چالیس (صاع) بڑھا کر مزید دیئے اور چالیس اس کے قرض کے دیئے آپ نے اس کو کل اسّی (صاع) عطا فرمائے۔

تشریح: قرض ادا کرتے وقت کچھ بڑھا کے دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا، اور حدیث ۱۰۲۸ سے ۱۰۳۱ تک ادائیگی میں اچھا ہونے کا جو ذکر آتا رہا ہے اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جیسا اور جتنا لے اس سے اچھا اور اس سے زیادہ واپس کرے۔

اِس زیادتی میں اور سود میں فرق یہ ہے کہ یہ قرض دار خود اپنی ..... مرضی سے کسی معاملے کے بغیر دیتا ہے اور زیادتی اور بہتری کی مقدار و کیفیت بھی اس کی اپنی مرضی پر ہوتی ہے اور سود میں مجبورًا اور ایک طے شدہ معاملے کے تحت کسی مقررہ شرح پر دینا پڑتا ہے یہ سخت درجے کا حرام ہے اور وہ بلند اخلاقی کا نمونہ ہے

بِکی ہوئی چیز گاہک کے کہنے سے واپس لوٹا لینا

(۱۰۳۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

---

[۱] فی ن، ح: فانه، وقد جاء فی جدول الخطاء والصواب بآخر "ف" انا بعلامة النسخة ولاشك فی انه هو الصواب والذی طبع فی "ف" "وح" تصحیف۔

من اقال مسلماً بيعته اقاله الله عثرته يوم القيامة۔

(رواه ابوداؤد وابن ماجة وابن حبان واللفظ له والحاكم وصححه على شرطهما وروى نحوه الطبراني فى الاوسط عن ابى شريح رضى الله عنه ورواته ثقات)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا بکا ہوا مال اپنے (خریدار) مسلمان بھائی (کی خواہش) سے واپس لوٹا لیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں بخش دے گا۔

یہی مضمون ایک دوسرے صحابی حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

تشریح: خرید وفروخت کی بعض صورتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ خریدار مال کو واپس کرنے کا قانونی طور پر حقدار ہوتا ہے مگر جب ایسی کوئی بات نہ ہو اور خرید وفروخت مکمل ہو چکی ہو اور پھر خریدار کو محسوس ہو کہ مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں تھی، یا کسی اور وجہ سے اب وہ اس معاملے کو ختم کرنا چاہتا ہے تو اب یہ بیچنے والے کی مرضی پر موقوف ہے۔ یہ فضیلت ایسے ہی موقع کے لئے ہے۔

ناپ تول میں کمی

(۱۰۳۴) عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: لما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة كانوا من اخبث الناس كيلا فانزل الله عزوجل: ويل للمطففين فاحسنوا الكيل بعد ذلك۔ (رواه ابن ماجة[2] وابن حبان والبيهقى)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں سب سے

---

[1] ورواه البغوى فى شرح السنة عن شريح الشامى مرسلاً۔ (المشكوة ص۲۴۹ وص۲۵۰)۔

[2] اسناد ابن ماجه حسن ورواه النسائى فى الكبرى من هذا الوجه۔ (ہامش ق)۔

بد تر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت سورۃ تطفیف نازل فرمائی اس کے بعد سے انھوں نے اپنی ناپ تول بہت اچھی کرلی۔

تشریح: سورہ تطفیف[۱] میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: "تباہی ہے کم کرنے والوں کے لئے، ان کے لئے کہ جب وہ ناپ کر لیتے ہیں تو پورا بھر لیتے ہیں اور جب ناپ تول کر کے دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں، کیا یہ لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اس بڑے دن کے لئے جس دن کھڑے رہیں گے لوگ تمام جہانوں کے مالک کے سامنے، خبردار! (ایسے بے فکر ہرگز نہ رہیں) بلاشبہ گنہگاروں کا اعمال نامہ سِجّین میں ہے، اور تجھے کیا خبر سجین کیا چیز ہے؟ ایک رجسٹر ہے لکھا ہوا"

یعنی ایک دن سب لوگوں کو دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے ایک ایک اچھے برے عمل کا حساب دینا ہے اور وہ ایک ایک عمل خدا کے رپورٹروں نے اپنے رجسٹروں میں محفوظ کر رکھا ہے، لوگ اس سے غافل نہ رہیں۔

(۱۰۳۵) وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحاب الكيل والوزن: إنكم قد وليتم امرا فيه هلكت الامم السالفة قبلكم۔

(رواه الترمذي[۲] والحاكم وصححه[۳])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والے (کاروباری) لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہیں ایک ایسا کام ملا ہے جس میں (بے احتیاطی کر کے) تم سے پہلے گزشتہ امتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ (اس لئے احتیاط سے کام لیا کرو)

تشریح: یہاں خاص طور پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مَدیَن کی طرف اشارہ

---

[۱] قرآن مجید کی ۸۳ ویں سورت پارہ ۳۰۔ [۲] من طريق حسين بن قيس عن عكرمة عنه۔ (الترغيب)

[۳] قال الحافظ المنذري: كيف وحسين بن قيس متروك، والصحيح عن ابن عباس موقوف، كذا قال الترمذي وغيره۔ (الترغيب)

ہے جو ناپ تول کی بے ایمانی میں بُری طرح مبتلا تھی جس کو حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو قدرت نے ان کو آسمانی کڑک اور زمین کے سخت زلزلوں سے تباہ کر دیا۔ قرآن مجید میں اس کا کئی جگہ ذکر آیا ہے[1]۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دینداری اور اسلامی زندگی صرف عبادات ہی کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا داری کے معاملات اور کاروبار میں بھی شریعت کی ہدایتوں پر عمل کرنا اسلامی زندگی کا بہت اہم حصہ ہے، اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر اہمیت دی ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا کہ وہ اس قوم کو شرک و بُت پرستی سے روکنے کے بعد خاص طور پر کاروباری معاملات میں احتیاط اور ناپ تول میں انصاف و حق پسندی سے کام لینے کی تعلیم دیں۔

دُنیوی عذاب

جلد دوم[2] میں صدقات و زکوٰۃ کے بیان میں ایک حدیث آچکی ہے، جس میں بہت سی بُرائیوں پر دنیوی عذاب کی خبر دی گئی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو ضرور وہ قحط سالی کی گرفت میں آجاتے ہیں اور معاشی بحران اور حاکموں کے مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خرید و فروخت میں دوسرے سے خیر خواہی کرنا

(۱۰۳۶) عن ابی سباع قال: اشتریتُ ناقةً من دار واثلة بن الاسقع، فلما خرجت بها ادرکنی یجر ازاره، فقال: اشتریتَ؟ قلتُ: نعم، قال: بَیَّنَ[3] لك

---

[1] سورہ اعراف، سورت نمبر ۷، آیت ۸۵ تا ۹۳، سورہ ہود، سورت نمبر ۱۱، آیت ۸۴ تا ۹۵۔ سورہ شعراء، سورت نمبر ۲۶، آیت ۱۷۶ تا ۱۹۱۔

[2] صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰۔ حدیث نمبر ۳۴۰۔ [3] فی ح: اُبَیِّنُ، وفی نسخۃ بہامش ق: بَیَّنَ لک ما فیھا

مافيها قلتُ: وما فيها؟ قال: انها لسمينة ظاهرة الصحة۔ قال: اردتَ بها سفراً اواردتَ بها لحماً؟ قلت: اردتُ بها الحج۔ قال: فارتجعها. فقال صاحبها: ما اردتَ الى هذا اصلحك الله تفسد علىّ؟ قال: انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لايحل لاحد يبيع شيئاً إلّا بَيّن ما فيه، ولايحل لمن علم ذلك الابيّنه

(رواه الحاكم وصححه والبيهقي، ورواه ابن ماجة باختصار القصة ولفظه:
عن واثلة رفعه: من باع عيبا لم يُبَيّنه لم يزل فى مقتِ الله ولم تنزل الملائكة تلعنه، وروى هذا المتن ايضا عن ابى موسىٰ)

ابو سباع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی جب میں اُسے لے کر باہر نکل آیا تو حضرت واثلہ دوڑتے ہوئے اپنی لنگی سمیٹتے ہوئے میرے پاس آئے اور پُوچھا: تم نے یہ خرید لی؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اُس نے تمہیں اس کا کچھ عیب بتایا؟ میں نے کہا: کیا عیب ہے اس میں؟ فرمایا: (یوں تو) یہ موٹی تازی اور خوب تندرست ہے پھر پوچھا: تم اس پر سفر کرنا چاہتے ہو یا اس کا گوشت کھانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میرا ارادہ اس پر حج کرنے کا ہے۔ فرمایا پھر تو اس کو واپس کردو۔ (جب اونٹنی کے اصل مالک (کے سامنے یہ سارا ماجرا آیا تو اس) نے (حضرت واثلہ سے) کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے آپ کیا چاہتے ہیں، میرا کام بگاڑ رہے ہیں (میرے بکے ہوئے جانور کو واپس کرا رہے ہیں) اُنھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ کسی شخص کے لئے کسی ایسی چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے جس کے اندر کے عیب کو واضح نہ کر دیا جائے۔ اور جسے وہ عیب معلوم ہو اس کے اوپر لازم ہے کہ وہ اسے بیان کردے۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ: آپ نے فرمایا: جس نے کوئی عیب دار

چیز (بغیر بتائے دھوکہ سے) بیچ دی وہ اللہ کے غضب کی زد میں آجاتا ہے اور اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: جنھوں نے اونٹنی بیچی تھی یہ حضرت واثلہؓ کے گھرانے کے ہی کوئی فرد تھے مگر حضرت واثلہؓ کے خیال میں یہ اونٹنی گوشت کے مطلب کی تو تھی سواری کے لئے اچھی نہ تھی اور خریدار کو سواری ہی کے لئے چاہیئے تھی اس لئے انھوں نے واپس کرادی اگرچہ یہ واپسی خود ان کے اپنے خاندان کے آدمی کے حق میں مُضر پڑی۔

(۱۰۳۷) وعن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المسلم اخو المسلم، ولا یحل لمسلم اذا باع من اخیہ بیعاً فیہ عیب أن لا یبینہ۔

(رواہ احمد وابن ماجۃ والطبرانی والحاکم وصححہ علی شرطہما ورواہ البخاری موقوفاً علی عقبۃ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے اور اس میں کوئی عیب ہو تو اس کو واضح نہ کرے۔

(۱۰۳۸) وعن تمیم الداری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الدین النصیحة. قلنا: لمن یا رسول اللہ؟ قال: للّٰہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمة المسلمین وعامتھم۔

(رواہ مسلم واللفظ لہ والنسائی وابوداؤد والترمذی ورواہ الطبرانی فی الاوسط من ثوبان وفیہ: راس الدین النصیحة)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اصل دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے پوچھا: اللہ کے رسول کس کے لئے؟ آپؐ نے فرمایا:

اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے اماموں اور حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

(۱۰۳۹) وعن جرير بن عبد الله قال: بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة وان انصح لكل مسلم، وكان اذا باع الشيئ او اشترى قال: اما ان الذى اخذنا منك احب الينا مما اعطيناك فاختر۔

(رواه البخاری ومسلم والترمذی وابوداؤد والنسائی واللفظ لهما)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی سُننے اور ماننے پر اور اس بات پر کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کروں گا۔ چنانچہ یہ جب کوئی چیز بیچتے یا خریدتے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ جو کچھ ہمارے پاس رہ جائے گا وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہوگا جو تم لے لوگے، تم (خوشی سے) چھانٹ لو۔

تشریح: یعنی تم اپنی پسند کی چیز لے لو جو بچے گا ہم اسے بخوشی رکھیں گے، یہی طریقہ ان کا بیچتے وقت ہوتا تھا اور یہی خریدتے وقت۔

(۱۰۴۰) وعن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لا يَهتَمّ بامر المسلمين فليس منهم، ومن لم يُصبح ويُمس ناصحاً لله و لرسوله ولكتابه ولامامه ولعامة المسلمين فليس منهم۔

(رواه الطبرانی من رواية عبدالله بن ابی جعفر[1])

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمانوں کے معاملات کو اہمیت نہ دے اور اُن کے لئے فکرمند نہ ہو وہ ان میں سے نہیں۔ اور جو اللہ کی، اُس کے رسول کی، اس کی کتاب کی اس کے امام

---

[1] عبداللہ بن ابی جعفر الرازی قال محمد بن حمید الرازی: کان فاسقا ووثقہ ابوحاتم وابوزرعۃ وابن حبان۔ (رجال الترغیب)

دحکمراں کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں شب و روز نہ گزارے وہ ان میں سے نہیں۔

(۱۰۴۱) وعن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔

(رواہ البخاری ومسلم وغیرھما، ورواہ ابن حبان ولفظہ: لایبلغ العبد حقیقۃ الایمان حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ــــ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: بندہ ایمان کی حقیقت اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک کہ عام انسانوں کے لئے بھی وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح: ہر ہر معاملے میں دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی پیشِ نظر رکھنا ایسی صفت ہے جس کے لئے آدمی اگر مستقل مشق نہ کرے اور ہر ہر قدم پر اس کا دھیان کرکے اس جذبے کو پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے تو یہ جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا اور جب تک یہ جذبہ نہ پیدا ہوجائے ہر آدمی اپنے ایمان کو ادھورا اور حقیقت سے دُور سمجھے۔ آج ہم سبھی اِس بیماری میں مبتلا ہیں، کیا میں، کیا آپ، اور کیا کوئی دوسرا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے ؛ سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

خرید و فروخت میں دھوکے بازی

(۱۰۴۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

من حمل علینا السلاح فلیس منا، ومن غشنا فلیس منا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے اوپر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

تشریح: ہتھیار اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپس کے جھگڑے کو اس حد تک بڑھا دے کہ لاٹھی یا چاقو چھری کی نوبت آجائے تو وہ مسلمانوں کے گروہ سے نکل گیا، آپس کے نزاع کو یا تو تحمل اور برداشت کے ذریعہ ٹالا جائے یا صلح صفائی کرلی جائے۔ یا عدالت سے فیصلہ کرایا جائے ہتھیار نکال لانے کا تو کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

دھوکہ جس طرح کا بھی ہو وہ اسلام کے منافی ہے

(۱۰۴۳) وعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ علی صُبْرَۃِ طعامٍ فادخل یدہ فیھا فنالت اصابعہ بللاً فقال: ما ھذا یا صاحب الطعام؟ قال: اصابتہ السماء یارسول اللہ، قال: افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس، من غشنا فلیس منا۔

(رواہ مسلم وابن ماجۃ واللفظ لھما والترمذی وابوداؤد۔ وروی الطبرانی فی الاوسط باسناد جید عن انس بن مالک نحو ھذہ القصۃ۔ وفی آخرہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: افلا عزلت الرطب علی حدتہ والیابس علی حدتہ فتبتاعون ما تعرفون۔ من غشنا فلیس منا۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر (بازار میں) ایک غلے کے ڈھیر پر ہوا، آپؐ نے ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگلیاں نم ہوگئیں (غلہ اندر سے بھیگا ہوا تھا) آپؐ نے دکاندار سے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ کے رسول! بارش کی تری ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے

(بیلے ہوئے کو) اوپر کیوں نہ کیا تاکہ خریدار دیکھ سکیں جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح کے ایک اور واقعہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم نے بھیگے ہوئے کو خشک سے الگ کیوں نہ رکھا تاکہ ہر ایک اسی حساب سے مناسب داموں بکتا۔ — جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۰۴۴) وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تشوبوا اللبن للبيع — ثم ذكر حديث المحفلة[1] ثم قال: الا وان رجلا ممن كان قبلكم جلب خمرا الى قرية فشابها بالماء فاضعف اضعافا فاشترى قردا فركب البحر حتى اذا لجج فيه الهم الله القرد صرّة الدنانير فاخذها فصعد الدّقل ففتح الصرة وصاحبها ينظر اليه فاخذ دينارا فرمى به في البحر ودينارا في السفينة حتى قسمها نصفين۔

(رواه البيهقي)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیچنے کے دودھ میں پانی نہ ملاؤ، پھر آپؐ نے دودھ والے ان جانوروں کا ذکر کیا جن کو بیچنے والے دو ایک وقت کا دودھ روک کر بیچتے ہیں (تاکہ خریدار زیادہ دودھ دیکھ کر دھوکہ کھا جائے اور مہنگا خرید لے اس کو آپؐ نے ناجائز فرمایا ہے) اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص ہوا ہے۔ وہ کہیں دوسرے مقام پر شراب بیچنے کے لئے لے گیا اور اس میں پانی ملا کر کئی گنا کر لیا (اسے بیچنے کے بعد) اس نے ایک بندر خریدا اور کشتی میں سوار ہو کر چل دیا جب بیچ منجدھار میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بندر کے دل میں اس کے

---

[1] الحفل الاجتماع بكثرة والمحفلة هي الشاة او البقرة او الناقة لا يحلبها صاحبها اياما حتى يجتمع لبنها في ضرعها فاذا حلبها المشتري حسبها غزيرة فزاد في ثمنها۔ وقد نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم۔

پیسوں کی تھیلی کے بارے میں یہ بات ڈالی کہ وہ اسے اٹھا کر کشتی کے بادبان کی بَلّی
کے اوپر چڑھ گیا اور تھیلی کو کھولا، یہ شخص اسے (حسرت سے) دیکھ رہا تھا، بندر نے
اس میں سے ایک اشرفی نکالی اور سمندر میں پھینک دی اور ایک نکالی کشتی
میں ڈال دی۔ اسی طرح اس نے پوری رقم آدھی آدھی کر دی۔ (پانی کی کمائی
پانی میں چلی گئی اور اس کی شراب کی قیمت اسے مل گئی)

ذخیرہ اندوزی کی مذمّت

(۱۰۴۵) عن معمر[۵۱] بن ابی معمر۔ و قیل ابن عبد اللہ بن نضلۃ۔ رضی اللہ
عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احتکر طعاماً فھو خاطئٌ۔
(رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ [والبغوی[۵۲]])

حضرت معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: جس نے کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی وہ مجرم ہے۔

تشریح: ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے اور عام ضرورت کی چیزیں
تنگی کے زمانے میں روک کر رکھ لے تاکہ مہنگائی کے وقت فروخت کرے، یہ جرم ہے۔

(۱۰۴۶) وعن الھیثم بن رافع عن ابی یحیی المکی عن فرّوخ مولی عثمان بن
عفان رضی اللہ عنہ ان طعاماً اُلقِی علی باب المسجد فخرج عمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہ وھو امیر المومنین یومئذ، فقال ماھذا الطعام؟ فقالوا طعام جلب
الینا او علینا، فقال: بارک اللہ فیہ و فیمن جلبہ الینا او علینا فقال لہ بعض الذین

---

[۵۱] ھو معمر بن عبد اللہ بن نضلۃ بن نافع القرشی العدوی وقیل فی نسبہ غیر ذلک، ویقال فیہ معمر بن ابی معمر، صحابی کبیر من مھاجرۃ الحبشۃ۔ (تہذیب الکمال للمزی (مخطوط ۱۳۰۳ھ) ——— المجلد الثانی عشر رقم ۶۲۲۷ مکتبۃ المعھد الہندی للدراسات الاسلامیۃ دہلی۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۳۸ نمبر ۸۱۲۹ تقریب التہذیب ص ۳۴۴)

[۵۲] الاصابۃ ج ۳ ص ۴۳۸

معه: یا امیر المومنین قد احتکر، قال: ومن احتکرہ؟ قالوا: احتکرہ فروخ و فلان مولی عمر بن الخطاب فارسل الیهما فاتیاہ فقال: ما حملکما علی احتکار طعام المسلمین؟ قالوا: یا امیر المومنین نشتری باموالنا ونبیع، فقال عمر رضی اللہ عنہ: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من احتکر علی المسلمین طعامهم ضربہ اللہ بالجذام والافلاس، فقال عند ذلک فروخ: یا امیر المومنین فانی اعاهد اللہ واعاهدک ان لا اعود فی احتکار طعام ابداً فتحول الی بَزّ[1] مصر، واما مولی عمر فقال: نشتری باموالنا ونبیع۔ فزعم ابو یحیی انه رای مولی عمر مجذوماً مشدوخاً

(رواہ الاصبهانی، وروی ابن ماجۃ المرفوع منه فقط واسنادہ جید متصل ورواتہ ثقات[2])

ھیثم بن رافع بیان کرتے ہیں کہ ابو یحییٰ مکی نے حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام فَرّوخ کے حوالے سے بیان کیا کہ (ایک بار) مسجد کے دروازے پر (فروخت کے لئے) غلہ لاکر ڈالا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت امیر المومنین تھے نکلے تو انھوں نے پوچھا یہ غلہ کیسا پڑا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ باہر سے یہاں لایا گیا ہے آپؓ نے فرمایا اللہ اس میں بھی برکت دے اور لانے والے کے لئے بھی برکت دے۔ (اس کی وجہ سے شہر والوں کو راشن کی سہولت ہوگی) اتنے میں آپ کے ساتھ والوں میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین یہ ذخیرہ کیا ہوا رکھا تھا۔ (اب فروخت کے لئے نکالا گیا ہے) حضرت عمرؓ نے پوچھا: اسے کس نے ذخیرہ کر رکھا تھا؟ کہا فروخ نے اور عمر بن الخطاب کے (یعنی آپ کے) آزاد کردہ غلام فلاں نے۔ آپؓ نے ان دونوں کو بُلوایا اور پوچھا: کیا سبب تھا جو تم نے مسلمانوں کا غلہ ذخیرہ

---

[1] سقط من ح۔ وھو الثوب وقیل نوع منہ کان یصنع بمصر وبالیمن وغیرھا ومنہ البزاز بیاع البز۔ (تاج العروس ج ۱۵ ص ۳۲ کویت (۱۹۷۵ء) ومجمع البحار ج ۱ ص ۹۲ وغیرھا)

[2] ورواہ ابو داؤد الطیالسی والامام احمد وعبد بن حمید فی مسانیدھم من طریق الھیثم۔ (اش ق)

کر کے رکھ لیا؟ انھوں نے کہا کہ امیر المومنین ہم اپنے پیسے سے خریدتے ہیں پھر اسے بیچتے ہیں (اس میں برائی کیا ہے؟) آپؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے مسلمانوں کے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی اللہ تعالیٰ اس پر کوڑھ اور تنگدستی مسلط کر دے گا۔ یہ سن کر فروخ نے تو (اسی وقت) کہا کہ امیر المومنین میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور پھر آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ آئندہ کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی نہ کروں گا۔ اس کے بعد فروخ نے تو مصری کپڑوں کا کاروبار شروع کر دیا اور حضرت عمرؓ کے غلام یہی کہتے رہے کہ ہم اپنے پیسے سے خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں (چنانچہ ان کا حشر یہ ہوا کہ)۔ ابو یحییٰ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کے غلام کو کوڑھی اور ہاتھ پیر گلا ہوا دیکھا۔

تشریح: خدا کی پناہ! یہ قحط کے مارے بھوکوں اور پریشان حال لوگوں کی آہ کا اثر اور فرمانِ نبوت سے بے پرواہی کی سزا تھی۔ ذخیرہ اندوزی بھی اِنہی برائیوں میں سے ہے جن کی سزا خدا تعالیٰ دنیا ہی میں دیدیا کرتا ہے۔

(۱۰۴۷) وعن معاذ رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: بئس العبد المحتکر ان ارخص اللہ الاسعار حزن وان اغلاھا فرح۔ (ذکرہ رزین ولم ارہ فی شئ من الاصول التی جمعہا انما رواہ الطبرانی وغیرہ[1] باسناد واہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس قدر برا ہے جمع خور بندہ کہ جب اللہ تعالیٰ بھاؤ سستا کرتا ہے (جو عام انسانوں کے لئے رحمت ہے) تو رنجیدہ ہوتا ہے اور اگر مہنگائی آتی ہے تو خوش ہوتا ہے۔

(۱۰۴۸) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

---

[1] عزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی الطبرانی والبیہقی فی شعب الایمان۔

اهل المدائن هم الحبساء في سبيل الله فلا تحتكروا عليهم الأقوات ولا تغلوا عليهم الأسعار، فان من احتكر عليهم طعاماً اربعين يوماً ثم تصدق به لم تكن كفارة له۔ (ذكره رزين[1] قال المنذري ولم اجده ايضاً[2])

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے شہروں والے اللہ کی راہ میں گھرے رہتے ہیں۔ تم اُن کے کھانے پینے کی چیزیں روک نہ لیا کرو اور اُن کے بھاؤ مہنگے مت کیا کرو جس نے اہلِ شہر کے خلاف چالیس دن تک ذخیرہ اندوزی کی تو پھر اگر وہ اس (تمام) مال کو راہِ خدا میں صدقہ بھی کر ڈالے تب بھی اس جرم کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

تشریح: راہِ خدا میں گھرے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے مختلف فوجی اور دیگر ملکی و انتظامی تقاضے ہمیشہ پہلے انہی کے سامنے آتے ہیں اور وہ ان میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کھیتی باڑی دیہات کے ہی لوگ کرتے ہیں تو جس طرح ملک کے وہ تقاضے اِنکی طرف سے شہر والے پورا کرتے ہیں۔ اِسی طرح ان کی کاشت میں شہر والوں کا حصّہ ہے۔ اگر وہ غلّہ اور سبزیاں شہر میں لانا بند کر دیں یا مہنگی کر کے بیچیں تو یہ شہر والوں پر بڑا ظلم ہوگا۔

ایک حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے بھاؤ میں دخل اندازی کر کے مہنگائی کا سبب بنتا ہے خدا تعالیٰ اپنے ذمہ یہ لازم کر لیتا ہے کہ اُسے سر کے بل جہنم میں ٹھونس دے[3]۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غلّہ یا خوردنی اشیاء کا صرف ذخیرہ کرنا ہی جرم نہیں ہے بلکہ آدمی کا ہر وہ فعل جرم ہے جس کے اثر سے عمومی ضرورت کی چیزوں کا بھاؤ متاثر ہو اور لوگ پریشان ہوں، خواہ اُس کی کچھ بھی شکل ہو۔

---

[1] وفيه نكارة ظاهرة۔ (الترغيب تحت حديث بعد هذا)

[2] يعني لم اجده في الاصول التي جمعها رزين، وقد ذكره السيوطي بلفظ: من احتكر طعاما على امتي اربعين يوما ثم تصدق به لم يقبل منه — رواه ابن عساكر عن معاذ بن جبل، ورواه الديلمي في مسند الفردوس عن علي والخطيب في تاريخه عن انس، وجعل ابن الجوزي احاديث الاحتكار من قبيل الموضوع، وهو مردود كما بينه العراقي وابن حجر۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير ص ۶ ج ۲)

[3] رواه الحاكم عن معقل بن يسار۔ (الترغيب)

ذخیرہ اندوزی مکّہ مکرّمہ میں

(۱۰۴۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:۔
احتکار الطعام بمکۃ الحاد۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط[1])

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرنا بددینی ہے۔

تشریح: مکہ مکرمہ اسلام کا حرم محترم اور مقام امن ہے۔ اگر کوئی کسی کو قتل کر کے بھی یہاں آجائے تو اس کو یہاں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ یہاں سے باہر نکلے اور پھر باہر اس پر شرع کے مطابق حد جاری کی جائے گی۔ تو جو شخص ایسے مقدس مقام پر اور حرم اسلام میں اس جرم کا ارتکاب کرے گا وہ یقیناً دوسرے شہروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ مجرم اور سخت درجے کا گنہگار رہے۔

کاروبار میں سچائی اور دیانت داری

(۱۰۵۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔

(رواہ الترمذی وحسنہ وعند ابن ماجۃ عن ابن عمر رفعہ: التاجر الامین الصدوق المسلم مع الشہداء یوم القیامۃ ــــ وروی الاصبہانی [والبغوی فی شرح السنۃ[2]] عن انس رفعہ: التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن[3]) نبیوں، صدیقوں اور

---

[1] من روایۃ عبداللہ بن المؤمل (الترغیب) وتقدم فی حدیث ۵۶۲ [2] استدراک الترغیب ص۱۶۹ لابن حجر العسقلانی۔
[3] اتنا لفظ حضرت ابن عمر رض کی دوسری روایت سے اضافہ ہے۔

شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سچّا تاجر قیامت کے دن عرشِ (الٰہی) کے سائے میں ہوگا۔

(۱۰۵۱) وعن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا، واذا ائتمنوا لم یخونوا، واذا وَعَدوا لم یخلِفوا، واذا اشتروا لم یذمّوا، واذا باعوا لم یمدحوا، واذا کان علیهم لم یمطلوا، واذا کان لهم لم یعسّروا۔ (رواہ الاصبہانی والبیہقی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کمائی اُن تاجروں کی ہے جو (کاروبار کے دَوران) جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، جب ان کے پاس کوئی امانت رکھتا ہے تو اس میں خیانت نہیں کرتے، جب (کوئی چیز) خریدتے ہیں تو (دام گھٹانے کے لئے خواہ مخواہ اس کی) بُرائی نہیں کرتے، اور جب (اپنا مال) بیچتے ہیں تو اس کی (بیجا) تعریف نہیں کرتے، اور جب ان کے ذمّہ (کسی کا) ہوتا ہے تو ٹال مٹول نہیں کرتے، اور جب ان کا (کسی کے ذمہ ہوتا ہے تو (وصول کرنے میں) تنگی ترشی نہیں کرتے۔

(۱۰۵۲) وعن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار ما لم یتفرقا، فان صدق البیعان وبینا بورک لهما فی بیعهما، وان کتما وکذبا فعسٰی ان یربحا ربحًا ویمحقا برکۃ بیعهما، الیمین الفاجرۃ منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للکسب۔ (رواہ الستۃ غیر ابن ماجۃ، وعند البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ رفعہ: الحلف مَنفَقَۃ للسلعۃ مُمحِقَۃ للکسب، وکذا عند ابی داؤد الا انہ قال: — ممحقۃ للبرکۃ)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت میں دونوں فریق کو جب تک وہ الگ نہ ہو جائیں اختیار رہتا ہے (لین دین پورا کریں یا معاملہ ختم کر دیں) اگر دونوں فریقوں نے سچ بولا اور (مال کی اچھائی بُرائی کو) بیان کر دیا تو اس معاملے میں دونوں کے لئے برکت ہوتی ہے، اور اگر اُنھوں نے کوئی بات چُھپائی اور جھوٹ بولا تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ انھیں تھوڑا سا (وقتی) فائدہ ہو جائے مگر وہ اِس لین دین کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔ (بیچنے والے کے سچ جھوٹ کا مطلب تو صاف ہے کہ وہ مال کی جھوٹی تعریف یا ناجائز دام نہ بتائے اور اس کا کوئی عیب نہ چھپائے، خریدار کے جھوٹ نہ بولنے اور نہ چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسی چیز کے دوسری جگہوں کے غلط دام نہ بتلائے یا مالک غلطی سے زیادہ مال دیدے یا بُھول چوک میں پیسے کم لگا دے تو خریدار اس کو آگاہ کر دے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جھوٹی قسم مال کو بِکوانے والی (مگر) کاروبار کو تباہ کر دینے والی ہے (انجام کار یہ مال کبھی نفع بخش نہیں ہوتا)۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ قسم مال کو بِکوانے والی اور کاروبار کو تباہ کر دینے والی چیز ہے، اور ایک روایت میں کاروبار کو تباہ کر دینے کے بجائے برکت ختم کر دینے کا ذکر ہے۔ (اِس روایت میں قسم کی سچائی یا جھوٹ کا ذکر نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار میں سرے سے قسم کھانے سے ہی پرہیز کرنا چاہیئے)۔

(۱۰۵۳) وعن اسماعیل بن عبید بن رفاعة عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہما انہ خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المصلّٰی فرأی الناس یتبایعون فقال: یامعشر التجار! فاستجابوا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفعوا اعناقھم وابصارھم الیہ، فقال: ان التُّجَّار یُبعثون یوم القیامة فُجَّارًا اِلَّا من

اتقی اللہ وبر وصدق۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ)

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک بار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلا تو آپؐ نے دیکھا کہ (بازار میں) لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہیں آپؐ نے آواز لگائی: اے تاجر لوگو! فوراً سب لوگ آپؐ کی طرف متوجہ ہوگئے اور گردنیں اُونچی کر کر کے نظریں اُٹھا اُٹھا کر آپؐ کی طرف دیکھنے لگے، آپؐ نے فرمایا: تُجّار قیامت کے دن گناہگار اُٹھائے جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور نیکی پر قائم رہے اور سچ بولتے رہے۔

(۱۰۵۴) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثۃ لا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ، ولا ینظر الیھم، ولا یزکیھم، ولھم عذاب الیم: رجل علی فضل ماء بفلاۃ یمنعہ ابنَ السبیلِ، ورجل بایع رجلا بسلعتہ بعد العصر فحلف باللہ لَاَخَذَھَا بکذا وکذا فصدقہ فاخذھا وھو علی غیر ذلک، ورجل بایع اماما لا یبایعہ الا للدنیا، فان اعطاہ منھا ما یرید وفی لہ، وان لم یعطہ لم یَفِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا نہ اُن کی طرف نظر کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور اُن کو بڑا دردناک عذاب دیا جائیگا: ایک[1] وہ شخص جو جنگل میں کسی پانی کے پاس ہو (خواہ وہ کنواں ہو، یا تالاب وغیرہ ہو) اور وہ پانی اس کی ضرورت سے زائد ہو اور پھر بھی وہ کسی مسافر کو نہ لینے دے۔ اور ایک[2] وہ شخص جس نے کسی سے اپنے مال کا سَودا کیا

عصر کے بعد (یعنی صبح سے عصر تک مال رکھا رہ گیا، عصر کے بعد گاہک لگا اِس لئے کسی نہ کسی طرح بیچ ہی ڈالنے کی خاطر) اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اُس نے یہ مال اِتنے اِتنے داموں خریدا ہے، خریدار نے اس کو سچ سمجھ کر وہ مال لے لیا حالانکہ اس نے جو بتایا خلافِ واقعہ تھا، اور ایک[۳] وہ شخص جس نے کسی امام (اپنے وقت کے خلیفۂ اسلام) سے بیعت کی اور بیعت کا مقصد صرف دُنیا حاصل کرنا ہے، اگر امام اس کی مُراد پُوری کرتا ہے تو وہ اس کا وفادار رہتا ہے اور اگر وہ اس کی مُراد پوری نہیں کرتا تو وہ وفادار نہیں رہتا (اور اپنے عہد پر پُورا نہیں اُترتا۔)

تشریح: مال فروخت کرتے وقت آدمی کو یہ تو اختیار ہے کہ اپنی خرید کے دام نہ بتائے اور بیچنے کے جو مناسب دام ہوتے ہوں وہ لگالے لیکن یہ بات اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی خرید کے دام غلط بتادے اور مزید جُرم یہ کہ اس پر قسم کھا جائے۔

(۱۰۵۵) وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: مرّ اعرابی بشاۃ فقلتُ: تبیعھا بثلاثۃ دراھم؟ فقال: لا واللہ، ثم باعھا، فذکرتُ ذٰلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: باع اٰخرتہ بدنیاہ۔ (رواہ ابن حبان)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی ایک بکری لیکر آیا، میں نے اس سے کہا: اِسے بیچو گے تین درہم میں؟ اس نے کہا اللہ کی قسم (بیچنی) نہیں، اور پھر (تھوڑی ہی دیر میں) اس نے وہ بیچ ڈالی۔ میں نے اِس بات کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ ڈالی۔

تشریح: اگر ایک شخص کو ایک چیز صبح نہیں بیچنی تھی تو ہوسکتا ہے کہ دوپہر تک

یا شام تک کوئی نئی بات پیدا ہو جائے اور رائے بدل جائے مگر یہاں تمام حالت حضرت ابو سعیدؓ دیکھ رہے تھے یہ بات نہ تھی، اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے قسم کھا کر کہا تھا کہ بیچنی نہیں ہے اور پھر بیچ دی۔ ہاں اگر وہ یہ کہتا کہ تین درہم میں نہیں بیچنی اور چار درہم میں بیچ دیتا تو کوئی برائی نہ تھی۔

اپنے شریک سے خیانت

(۱۰۵۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یقول اللہ عزوجل: انا ثالث الشریکین مالم یخن احدھما صاحبہ، فاذا خان خرجتُ من بینھما ـــــ زاد رزین: ـــــ وجاء الشیطان۔

(رواہ ابوداؤد والحاکم وصححہ والدارقطنی ولفظہ: ید اللہ علی الشریکین مالم یخن احدھما صاحبہ، فاذا خان احدھما صاحبہ رفعھا عنھما)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزّ وجل ارشاد فرماتا ہے: دو شریکوں (کاروباری ساجھیوں) کا تیسرا شریک میں ہوتا ہوں (چار شریک ہوں تو پانچواں اور دس ہوں تو اسی طرح گیارھواں شریک میں ہوتا ہوں) جب تک کہ کوئی سا ان میں سے اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے، جب کوئی خیانت کرلیتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں ـــــ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ـــــ اور شیطان درمیان میں آجاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ دونوں شریکوں (یعنی پوری کمپنی) پر رہتا ہے جب تک کہ کوئی ان میں سے اپنے شریک سے (اپنی کمپنی سے) خیانت نہ کرے، جب کوئی ساتھی خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اپنا ہاتھ ان دونوں سے (یعنی پوری کمپنی ہی سے) اُٹھا لیتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی شرکت یا اس کا ہاتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت دیتا ہے اور اس کی حفاظت و تائید و نصرت کرتا رہتا ہے لیکن جب کوئی ایک شریک بھی بے ایمانی کرنے لگتا ہے تو پوری کمپنی پر سے ہی اللہ کی حفاظت و مدد اُٹھ جاتی ہے۔

کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان دیانتداری کے اس اصولِ تجارت کو بھول چکا ہے اور دوسری قوموں نے اس کو مضبوطی سے اپنا لیا، انھوں نے حساب و کتاب اور تحریر و پرچے کی مدد سے بے ایمانی کے راستے بند کر کے اپنی کمپنیوں کو خیانت کے اندیشے سے محفوظ کر لیا اور مسلمان نہ تو کمالِ دیانت پر قائم ہے کہ اس راہ سے خیانت کا اندیشہ ختم ہو جاتا اور نہ موجودہ دور کے مروّجہ کاروباری اصول ہی سے واقفیت حاصل کرتا ہے کہ انہی کا پابند رہ کر تجارت کو فروغ دے سکے۔ حالانکہ یہ تمام اصولِ تجارت اور شرکت و مضاربت کے قواعد و قوانین دنیا نے اسلام سے ہی لئے ہیں۔

قرض لینے کی مذمّت

(۱۰۵۷) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اعوذ باللہ من الکفر والدّین، فقال رجل: یا رسول اللہ! اتعدل الکفر بالدّین؟ قال: نعم۔

(رواہ النسائی والحاکم من طریق دراج[1] عن ابی الھیثم وصححہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور قرض سے، ایک

---

[1] تقدم فی حدیث ۱۰۵۶

شخص نے کہا اللہ کے رسولؐ آپ کفر کو قرض کے برابر (یعنی دونوں کو ایک درجہ میں) سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۰۵۸) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدّین رایۃ اللہ فی الارض، فاذا اراد[1] ان یُذِلَّ عبدًا وضعہ فی عنقہ۔

(رواہ الحاکم وصححہ علی شرط مسلم[2] وعند البیہقی عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یوصی رجلًا وھو یقول: اَقِلَّ من الذنوب یَھُنْ علیك الموت، واقل من الدّین تعش حرًّا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض رُوئے زمین پر اللہ کا جھنڈا (یعنی ذلّت کا نشان) ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو یہ (ذلّت کا طوق) اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ ایک شخص کو نصیحت فرما رہے تھے: گناہ کم کرو تمہارے اوپر موت آسان ہوجائے گی، اور قرض کم سے کم لو آزادی سے زندگی بسر کروگے۔

تشریح: اگر آدمی اپنی آمدنی کے حساب سے اپنے خرچ پر قابو رکھے اور ہنگامی اور اتفاقی ضرورتوں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ جمع رکھے تو کبھی قرض کے طوقِ ذلّت کو گلے میں نہ لٹکانا پڑے۔ قرض دار انسان اگر سرے سے اس کی نیت ہی ادائیگی کی نہیں ہے تو اس کا تو کوئی ذکر نہیں مگر جو ادائگی کی نیت رکھتا ہے اور اس میں شرافت اور انسانیت کا احساس بھی ہے تو اُس کا دن کا سکون اور رات کی نیند حرام ہوجاتی ہے ـــــ اور جس کی نیت ادائگی کی نہیں ہوتی وہ بھی چاہے اپنی بے حیائی سے محسوس نہ کرے مگر قرض خواہ کی نظر میں

---

[1] فی ح: اراد اللہ۔

[2] قال الحافظ المنذری: بل فیہ بشر بن عبید الدارسی واہٍ۔ (الترغیب) و بہ تعقبہ الذھبی فی المستدرک (المناوی، فیض القدیر جز ۳ ص۵۵۶)

اور رفتہ رفتہ عام لوگوں کی نظروں میں بھی وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ آدمی قرض کی لعنت میں پڑ کر عزت و سکون کی آزاد زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

(۱۰۵۹) وعن عقبة بن عامر رضی اللہ عنه انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لا تخیفوا انفسکم بعد امنها قالوا: وما ذاك یا رسول اللہ؟ قال: الدَّین۔ (رواه احمد واللفظ له واحد اسنادیه ثقات وابو یعلی والحاکم وصححه والبیہقی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امن کے حالات میسّر ہوتے ہوئے اپنی جانوں کو خوف و دہشت میں نہ ڈالو لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کیا؟ آپ نے فرمایا: قرضہ۔

قرضدار جو ادائیگی کی نیّت رکھتا ہے

(۱۰۶۰) عن ابی امامة رضی اللہ عنه مرفوعًا: من تداین بدَین وفی نفسه وفاؤه ثم مات تجاوز اللہ عنه وارضی غریمه بما شاء، ومن تداین بدَین ولیس فی نفسه وفاؤه ثم مات اقتص اللہ عزوجل لغریمه یوم القیامة۔ (رواه الحاکم عن بشر بن نمیر وهو متروک عن القاسم عنه، وروی البخاری وابن ماجة وغیرهما عن ابی هریرة رفعه: من اخذ اموال الناس یرید اداءها ادی اللہ عنه ومن اخذ اموال الناس یرید اتلافها اتلفه اللہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی قرض لیا اور اس کا ارادہ اسے ادا کرنے کا ہے اور وہ (ادا کرنے سے پہلے) مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا اور اسکے قرضخواہ کو جس طرح بھی چاہے گا خوش کردے گا۔ اور جس نے کوئی قرض لیا اور اس کے دل میں اس کے ادا کرنے کا خیال نہیں ہے پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت میں

اس کے قرض خواہ سے اس کا بدلہ دلائے گا۔ (خواہ اِس کی نیکیاں اُسے دِلا کر یا اِس طرح پورا نہ پڑے تو قرض خواہ کے گناہ اس کے ذمّے لگا کر)۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے لوگوں کا مال لیا اور اس کا ارادہ ادا کرنے کا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے ادا کرا دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ادائیگی میں اس کی مدد فرماتا ہے اور حالات کو سازگار بنا دیتا ہے) اور جس نے لوگوں کا مال لیا اور وہ اسے ضائع کر دینا (اور ہضم کر جانا) چاہتا ہے تو اللہ تعالےٰ خود اِسی کو تباہ کر دیتا ہے۔ (انجام کار ایسے آدمی کا نہ کاروبار ترقی کرتا ہے اور نہ خود اسے خوش حال اور پُرسکون زندگی میسّر آتی ہے)۔

قرض کی اَدائیگی کا ایک عجیب واقعہ

(۱۰۶۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رجلا من بنی اسرائیل سال بعض بنی اسرائیل ان یُسلِفَہ الف دینار فقال: ائتنی بالشھداء اشھدھم، فقال: کفی باللہ شھیداً۔ قال: فائتنی بالکفیل قال: کفیٰ باللہ کفیلا، قال: صدقتَ، فدفعھا الیہ الی اجل مسمًّی فخرج فی البحر فقضیٰ حاجتَہ ثم التمس مرکبا یرکبہ ویَقدَم علیہ للاجل[1] الذی اجّلہ فلم یجد مرکبا، فاخذ خشبۃ فنقرھا فادخل فیھا الف دینار، وصحیفۃ منہ الی صاحبھا ثم زجّج[2] موضعھا، ثم اتی بھا البحر، فقال: اللّٰھم انک تعلم انی تسلفت فلانًا الف دینار فسالنی کفیلا، فقلتُ: کفی باللہ کفیلا، فرضِیَ بک، وسالنی شھیدًا فرضی بک، وانی جَھَدتُ ان اجد مرکبا ابعث الیہ الذی لہٗ فلم اقدر، وانی استودعتُکھا[3]، فرمیٰ بھا فی البحر حتّی وَلَجَتْ فیہ، ثم انصرف وھو

---

[1] فی ف: الاجل۔ [2] بزای وجیمین ای طلی نقر الخشبۃ بما یمنع سقوط شیٔ منہ۔ (الترغیب) ودصول الماء الیہ۔ [3] فی ح: استودعکھا۔

فی ذلك یلتمس مرکبا یخرج الی بلده، فخرج الرجل الذی کان أسلفه ینظر لعل مرکباً قد جاء بماله، فاذا الخشبة التی فیها المال، فاخذها لاهله حطباً، فلما نشرها وجد المال والصحیفة۔ ثم قدم الذی کان اسلفه، واتی بالالف دینار، فقال: واللہ مازلت جاهداً فی طلب مرکب لآتیك بمالك فما وجدت مرکبا قبل الذی جئت فیه۔ قال: هل کنت بعثت الی بشیء؟ قال اخبرك انی لم اجد مرکبا قبل الذی جئت فیه۔ قال: فان اللہ قد ادی عنك الذی بعثته فی الخشبة۔ فانصرف بالالف الدینار راشدا۔ (رواہ البخاری معلقا مجزوما والنسائی وغیرہ مسندا)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے بنی اسرائیل ہی کے ایک شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض مانگیں، اس نے کہا کہ کچھ لوگوں کو لے کر آؤ جنھیں میں اس معاملے کا گواہ بنا سکوں۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، اس نے کہا کوئی ضامن لاؤ، اس نے کہا: اللہ کی ضمانت کافی ہے۔ دینے والے نے کہا سچ ہے اور ایک مقررہ تاریخ کے وعدے پر اس نے وہ رقم اس کے حوالے کر دی وہ (یہ رقم لے کر) سمندری راستے سے کہیں گیا اور جو اس کا کام تھا وہ پورا کیا فارغ ہونے کے بعد سواری (یعنی بحری جہاز) کی تلاش میں نکلا تاکہ سوار ہو کر مقررہ مدت کے اندر اندر اس (قرض دینے والے) کے پاس پہنچ جائے مگر سواری نہیں ملی (اس نے مقررہ تاریخ پر قرض ادا کرنے کی جب کوئی صورت نہ دیکھی تو آخر مجبور ہو کر یہ کیا کہ) اس نے ایک (موٹی سی) لکڑی لی اور اس کو اندر سے کھدوایا اور اس میں ایک ہزار دینار اور اپنا ایک پرچہ مالک کے نام لکھ کر رکھ دیا اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے لے کر سمندر کے پاس پہنچا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی: اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں،

اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا کہ اللہ کی ضمانت کافی ہے تو وہ تیرے نام پر راضی ہوگیا، اس نے مجھ سے گواہ مانگے میں نے کہا: اللہ کی گواہی کافی ہے وہ (اس پر بھی) تیرے نام پر راضی ہوگیا، اور میں سواری کے لئے کوشش کر چکا ہوں تاکہ اس کی امانت اسے پہنچا سکتا مگر مجھے کامیابی نہ ہوسکی، اب میں اس کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے اسے سمندر میں اس زور سے پھینکا کہ وہ خوب اندر (کنارے سے خاصی دُور) جا پڑی، پھر وہ وہاں (ساحل سے) واپس ہوا اور اپنے شہر واپس ہونے کے لئے اس نے سواری کی تلاش برابر جاری رکھی۔

—— (اُدھر) وہ قرض دینے والا شخص (ساحل پر) آنکلا کہ دیکھوں شاید کوئی جہاز اس کا مال لے کر آئے، اِتنے میں اسے وہی اشرفیوں والی لکڑی نظر آئی (اُس غریب کو کیا خبر کہ یہ کیسی لکڑی ہے) اس نے (یونہی) اپنے گھر کے لئے ایندھن کے طور پر وہ لے لی (گھر لے جاکر) جب اسے چیرا تو کیا دیکھا کہ اِس میں اشرفیاں ہیں اور ایک پرچہ رکھا ہوا ہے (پرچہ سے ساری بات واضح ہوگئی اور اس نے اپنی امانت وصول پالی)

پھر (کچھ دن بعد) وہ شخص آیا جس نے قرض لیا تھا اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر اس کے پاس پہنچا اور (تاخیر کے لئے معذرت خواہی کے طور پر) کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں برابر سواری کی تلاش میں رہا تاکہ تمہارا مال (مقررہ تاریخ پر) پہنچادوں مگر اب سے پہلے مجھے کوئی سواری نہیں ملی، اِس نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا؟ وہ بولا: کہہ تو رہا ہوں کہ مجھے اب سے قبل کوئی سواری ہی نہیں ملی۔ اشرفیوں کے مالک نے کہا: (تم اسے لے جاؤ) اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے وہ اشرفیاں مجھے پہنچادیں جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھیں۔ پس وہ خوشی خوشی اپنی ہزار اشرفیاں لے کر واپس آگیا۔

تشریح: کس قدر ایمان افروز واقعہ ہے یہ قرض دینے والے کا ایمان و یقین، پھر واپس کرنے والے کا پابندیٔ وقت کا جذبہ، پھر اللہ کے بیچ میں ڈالنے کا کتنا لحاظ پاس کہ مقررہ تاریخ پر کس طرح ہزار اشرفیاں سمندر میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے فریقین کے ایمان و توکل کی لاج رکھی اور وہ امانت حقدار تک صحیح سالم پہنچ گئی۔

اس کے دوبارہ رقم لے کر مالک کو دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے جو اشرفیاں لکڑی میں رکھی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت اور اس کی گواہی پر حرف نہ آنے دینے کے جذبے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو دی تھیں مالک کو پہنچنے کا اسے یقین نہیں تھا۔ اور اس طرح پہنچنا عام حالات میں ممکن بھی نہیں ہے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام اپنی اُمت کو اسی طرح قرض کا لین دین کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں، خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرض کے لین دین میں رسید پرچے اور گواہی کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ اسی طرح معاملات کیا کرو، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر آدمی سچے دل سے خدا پر بھروسہ کر کے نیک نیتی سے کاروبار کرتا ہے تو بالکل خلافِ توقع راستوں سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی غیبی مدد بھیجتا ہے اور اسے نقصان نہیں ہونے دیتا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرض دینے والے خوش بخت بزرگ نجاشی بادشاہِ حبش تھے، بنی اسرائیل میں ان کو مذہبی تعلق کی وجہ سے شمار کیا گیا ہے نسل کی وجہ سے نہیں[1]۔

قیامت میں نادار قرضدار کا عُذر

(۱۰۶۲) عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] فتح الباری۔

علیہ وسلم قال: یدعو اللہ بصاحب الدَّین یوم القیامۃ حتی یوقف[۱] بین یدیہ، فیقال: یا ابن آدم! فیم اخذت ھذا الدَّین؟ وفیم ضیعت حقوق الناس؟ فیقول: یا رب! انک تعلم أنی اخذتہ فلم آکل، ولم اشرب ولم البس ولم افتنع ولکن اتی علیَّ[۲] اما حرق واما سرق واما وضیعۃ[۳]۔ فیقول اللہ:.... صدق عبدی انا احق من قضی عنک، فیدعو اللہ بشیء فیضعہ فی کفۃ میزانہ فترجح حسناتہ علی سیئاتہ فیدخل الجنۃ بفضل رحمتہ۔

(رواہ احمد[۴] والبزار والطبرانی وابو نعیم، واحد اسانیدھم حسن)

حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قرضدار کو بلائے گا (جو دنیا میں مالک کو قرض ادا نہیں کر سکا تھا) اور اس کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا کر دیا جائے گا اس سے کہا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! تُو نے یہ قرض کیوں لیا تھا؟ اور لوگوں کے حقوق کیوں ضائع کئے؟ وہ کہے گا: پروردگار تجھے معلوم ہے میں نے یہ قرض لے کر نہ اسے کھایا نہ پیا نہ اپنے لباس کے لئے استعمال کیا اور نہ کہیں اور ضائع کیا بلکہ آگ لگنے یا چوری ہو لے یا بھاؤ گرنے (غرض جس وجہ سے بھی ناداری آئی ہو گی اسے بیان کریگا کہ اس) کی وجہ سے ضائع ہوا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا بندہ سچ کہتا ہے، (میرے بندے!) تیری طرف سے (تیرا قرض) ادا کرنے کا سب سے زیادہ حقدار میں ہوں، پس اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوائے گا اور اسے اس بندے (کے اعمال) کی ترازو میں رکھ دے گا اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر

---

[۱] فی ق یقف وبھامشہ یوقف۔ [۲] لفظ مسند احمد: اتی علی یدی۔ وفی ق: اتی اما حرق وبھامشہ: اتی علی اما الخ۔ [۳] ھی البیع باقل مما اشتری بہ۔ (الترغیب) [۴] رواہ احمد بسندین دلفظین وفیہما صدقۃ بن موسی الدقیقی قال الہیثمی: وثقہ مسلم بن ابراہیم وضعفہ جماعۃ وقال احمد محمد شاکر فی کلیہما: اسنادہ حسن (مسند احمد ص ۱۵۴ ج ۱ ومجمع الزوائد ص ۱۳۳ ج ۴)

بھاری ہو جائیں گی اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فیضانِ رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

تشریح: بہت ساری احادیث میں یہ فرمانِ نبوی آیا ہے کہ تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوگا اور ایک حدیث میں تو یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی شہادت سارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے علاوہ قرض کے[۱] لیکن جس شخص نے قرض مزے اڑانے کے لئے نہیں بلکہ شدید مجبوری میں لیا اور اس کو ادا کرنے کے لئے ہمیشہ فکرمند رہا اور کوشش بھی کرتا رہا اور ادا ہونے سے پہلے زندگی کے دن پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے کرم سے اس کی ذمہ داری خود لے لیگا اور قرض خواہ کو کسی اور چیز سے خوش کر دے گا۔[۲]

میّت کے قرضے جلد چکائے جائیں

(۱۰۶۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: نفس المؤمن معلقة بدينه حتی يقضی عنه۔

(رواه احمد والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان والحاكم وصححه علی شرط الشيخين۔

وروی الطبرانی فی الاوسط عن البراء بن عازب رفعه: صاحب الدّين ماسور بدينه يشكو الی الله الوحدة[۳])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی رُوح لٹکی رہتی ہے (اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوتا ہے) جب تک کہ اس کا (قرض) ادا نہ کر دیا جائے۔

اور حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں یہ ہے کہ قرضدار اپنے قرضے کی وجہ

---

[۱] دیکھئے حدیث نمبر ۶۹۷، جلد ۳ صفحہ ۲۴۷۔ [۲] دیکھئے حدیث نمبر ۱۰۵۱۔

[۳] وفيه المبارك بن فضالة ضعفه بعضهم وقال ابو داؤد وابو زرعة اذا قال حدثنا فهو ثبت ووثقه ابن خزيمة وابن حبان وغيرهما۔ (الترغيب ورجاله)

سے (آخرت کی نعمتوں سے) رُکا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی تنہائی اور بیکسی کی شکایت کرتا رہتا ہے۔

تشریح: جب میت کی طرف سے اس کا قرضہ ادا نہیں کیا جاتا تو وہ وہاں دوسری دنیا میں جاکر اپنے آپ کو بے کس اور اکیلا محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ پروردگار میرا کوئی ہوتا تو میری طرف سے قرضے ادا کرتا اور مجھے یہاں کی پکڑ سے بچاتا۔ اس لئے وارثوں اور عزیزوں کو سب سے پہلے اس کے قرضے ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔

(۱۰۶۴) وعن جابر رضی اللہ عنہ قال توفی رجل فغسلناہ وکفّنّاہ وحنّطناہ ثم اتینا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی علیہ فقلنا تصلی علیہ فخطا خَطوۃ ثم قال: اعلیہ دَین؟ قلنا[1]: دیناران، فانصرف فتحملهما ابو قتادۃ فاتیناہ فقال ابو قتادۃ: الدیناران علیّ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قد اوفی اللہ حق الغریم وبرئ منهما المیت؟ قال: نعم فصلی علیہ، ثم قال بعد ذلک بیوم[2]: ما فعل الدیناران؟ قلتُ: انما مات امس. قال، فعاد الیہ من الغد فقال: قد قضیتُهما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الاٰن کما[3] بردت جلدتہ۔

(رواہ احمد باسناد حسن والحاکم وصححہ والدارقطنی، ورواہ ابوداؤد وابن حبان باختصار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ایک شخص کا انتقال ہوا ہم لوگوں نے اسے نہلایا کفنایا اور خوشبو لگائی اور پھر ہم نماز جنازہ کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؐ سے نماز کی درخواست کی۔ آپ ایک قدم چلے اور پوچھا: اس کے ذمّہ کچھ قرضہ ہے؟ میں نے کہا اس کے ذمّہ دو دینار (دو اشرفی)

---

[1] فی ح وہامش ق: قلنا۔

[2] فی ح: بیومین وھو تصحیف وبابہ قولہ الآتی: انما مات امس۔

[3] کلمۃ کما لیست فی ح، وھی ثابتۃ فی ق، ف واستدرکہ الترغیب المخطیۃ ایضا۔

ہیں، آپ واپس لوٹ گئے (ہم لوگوں نے آپس میں بات چیت کی) تو ابوقتادہؓ نے ان اشرفیوں کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لی۔ ہم لوگ (دوبارہ) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوقتادہؓ نے عرض کیا: وہ دو دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: قرض خواہ کا حق اللہ تعالیٰ نے پورا پورا ادا کرادیا، اور مرنے والا ان دیناروں سے بری الذمہ ہوگیا؟ (حساب میں کوئی کمی تو نہیں رہی؟) ابوقتادہ نے آپ کو یقین دلایا تب آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس سے اگلے دن آپ نے پھر پوچھا: وہ دیناروں کا معاملہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کل ہی تو اس کا انتقال ہوا ہے (آجکل میں ادا ہو جائیں گے) آپ نے اگلے روز پھر پوچھا تو ابوقتادہؓ نے جواب دیا: میں نے وہ ادا کر دیئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں سمجھو کہ اس کی جِلد کو اب ٹھنڈک ملی (یعنی اب جا کر اسے سکون ملا ہے)۔

تشریح: اِس حدیث سے آپ اندازہ کیجئے کہ مرتے وقت آدمی کے ذمہ جو قرض رہ جاتا ہے اس کا معاملہ کس قدر نازک ہے۔ آپؐ نے بار بار پوچھا اور جب تک ادا نہ ہو گیا آپ مطمئن نہ ہوئے۔ اگلی حدیث میں آپ پڑھیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نماز جنازہ پڑھتے ہی نہیں تھے جو قرض دار مرے اور اس کی ادائیگی کا کوئی انتظام نہ کر کے جائے۔

مقروض مرنے والے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

(۱۰۶۵) عن ابی هريرة وغيرة رضی الله عنهم ان رسول الله صلی الله عليه وسلم كان يوتی بالرجل الميت عليه الدّين، فيسأل هل ترك لدينه قضاء؟ فان حُدّث انه ترك وفاءً صلّى عليه والّا قال: صلوا على صاحبكم. فلما فتح الله عليه الفتوح قال: انا اولى بالمؤمنين من انفسهم، فمن توفّى وعليه دَين فعلىّ

قضاءه، ومن ترك مالا فلورثته۔ (رواه مسلم وغیرہ)

حضرت ابوہریرہ اور دوسرے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا تھا اور اس کو (نماز کے لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور اُس کے ذمہ کچھ قرض ہوتا تو آپؐ یہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا اُس نے اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ ہاں اتنا چھوڑا ہے جو قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہے تو آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے ورنہ فرمادیا کرتے تھے کہ: اپنے ساتھی کی نماز خود ہی تم لوگ پڑھ لو۔

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فتوحات بھیجیں (اور مال و دولت آنے لگا) تو آپؐ نے اعلان کردیا کہ میں مومنین کا خود اُن کی جانوں سے زیادہ ذمہ دار ہوں، جو کوئی مرجائے اور اس ذمہ قرض ہو تو اُس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جس نے کچھ مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

گنجائش کے باوجود ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا

(۱۰۶۶) عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مطل الغني ظلم، واذا اُتبِعَ[1] احدكم على ملئ فَلْيَتْبَعْ۔

(رواه الستة وروى [احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجة[2]] ابن حبان والحاكم و صححه[3] عن عمرو بن الشريد عن ابيه رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَيُّ[4] الواجد يحل عرضه وماله)

---

[1] بضم الھمزۃ وسکون التاء ای اُحیل۔ قال الخطابی: واھل الحدیث یقول: اُتّبع بتشدید التاء، وھو خطاء (الترغیب) [2] الجامع الصغیر للسیوطی۔ [3] واقرہ الذھبی ولم یضعفہ ابوداؤد وعلقہ البخاری۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص) [4] بفتح اللام وتشدید الیاء ای مطل الواجد الذی ھو قادر علی وفاء دینہ یحل عرضہ، ای یحل ان یذکر بسوء المعاملۃ، وعقوبتہ حبسہ (الترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گنجائش والے کا ٹال مٹول کرنا (اور کسی کا حق نہ دینا) ظلم ہے اور اگر کسی کو (اپنا حق وصول کرنے کے لئے) کسی خوش حال آدمی کے حوالے کیا جائے تو اُسے یہ بات منظور کرنی چاہیئے۔

اور ایک حدیث میں حضرت شریدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ گنجائش والے کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے۔

تشریح: قرضدار اگر تنگدست ہے اور اس وجہ سے ادائیگی میں دیر کر رہا ہے تو یہ اس کی مجبوری ہے۔ ایسے موقع کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرضخواہ اپنے قرضدار بھائی کو مُہلت دے اور اس کی بڑی فضیلت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص گنجائش ہوتے ہوئے قرض ادا نہیں کرتا تو یہ زیادتی ہے اور اس حرکت کی وجہ سے قرض خواہ کو یہ حق ہو جاتا ہے کہ چار آدمیوں کے درمیان اِس بات کا چرچا کرے یا ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس کو سب کے سامنے پکڑ لے اور سختی سے اس سے وصول کرے یا عدالت سے چارہ جوئی کرے۔

کسی کے حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص خود نہیں دے سکتا اور اس نے اپنے کسی خوش حال دوست یا رشتہ دار کو تیار کیا کہ وہ ادا کر دے اور وہ تیار ہو بھی گیا تو اب لینے والے کو یہ اصرار نہیں کرنا چاہیئے کہ میں تو تجھی سے وصول کروں گا۔ ہاں اگر ذمہ لینے والا نہ ادا کرے تو قرض خواہ پھر دوبارہ اصل قرض لینے والے سے مطالبہ کر سکتا ہے۔

(۱۰۶۷) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ثلاثة یحبهم الله، وثلاثة یبغضهم الله — فذکر الحدیث — الی ان قال: — والثلاثة الذین یبغضهم الله: الشیخ الزانی، والفقیر المختال، والغنی الظلوم۔

(رواہ ابو داؤد وابن خزیمة واللفظ لهما وروی بنحوہ النسائی وابن حبان والترمذی

والحاکم وصححاہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور تین آدمی وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے ۔ پھر پوری حدیث بیان کی جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے یہ ہیں: بوڑھا زناکار، تنگدستی کے باوجود غرور اور اکڑ رکھنے والا اور ظالم دولت مند۔

تشریح: زنا جو کوئی بھی کرے گناہ تو ہے ہی لیکن جوان آدمی طبیعت کے تقاضے سے بے قابو ہو کر اگر اس میں مبتلا ہو جائے تو کسی درجہ میں اس کا گناہ قابل معافی ہے مگر بوڑھا آدمی جب یہ حرکت کرے تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اس طبیعت مسخ ہوگئی ہے اور ہوس نے اس کو بالکل ہی اندھا کر دیا ہے۔

اسی طرح ایک شخص جو تنگدستی کے باوجود غرور میں مبتلا ہے سوچئے وہ کس قدر اوچھی طبیعت کا آدمی ہے اس کو اگر خدا تعالیٰ دنیا کی ہر نعمت سے نواز دے تو نہ معلوم وہ کیا کیا غضب ڈھائے۔

اسی طرح دولت اللہ تعالیٰ کا ایک انعام اور فضل ہے جس کو وہ اپنے فضل سے نوازے اس کو چاہیئے کہ وہ اس کے بندوں پر احسان کرے اور اس نعمت میں انکو بھی شریک کرے۔

(۱۰۶۸) وعن خولہ بنت قیس ۔ امرأۃ حمزۃ بن عبد المطلب ۔ رضی اللہ عنہما قالت: کان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسق من تمر لرجل من بنی ساعدۃ فاتاہ یقتضیہ، فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الانصار ان یقضیہ، فقضاہ تمرا دون تمرہ فابی ان یقبلہ، فقال: اترد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال نعم ومن احق بالعدل من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فاکتحلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدموعہ، ثم قال: صدق، ومن احق بالعدل منی؟

لَا قُدِّسَ اللّٰہُ اُمَّۃً لَا یَاخذ ضعیفہا حقّہ من شدید ھا ولا یَتَعتعُہ ثم قال:
یا خولۃ عدّیہ واقضیہ، فانہ لیس من غریم یخرج من عند غریمہ راضیا الاصلّت علیہ دواب الارض ونون البحار، ولیس من عبد یلوی غریمہ وھو یجد الاکتب اللّٰہ علیہ فی کل یوم ولیلۃ اثما۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر من روایۃ حبان بن علی واختلف فی توثیقہ، وروی بنحوہ الامام احمد عن عائشۃ باسناد جید قوی وروی ابو یعلی ورواتہ رواۃ الصحیح عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ رفعہ: لا قُدِّسَتْ اُمَّۃٌ لا یُعْطَی الضعیفُ فیہا حقَّہ غیر مُتَعْتَع)

حضرت حمزہ کی بیوی خولہ بنت قیس رضی اللّٰہ عنہما یہ واقعہ بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ بنو ساعدہ کے ایک شخص کی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک وسق (تقریباً دو کوئنٹل) کھجوریں تھیں، وہ آپ سے مطالبہ کرنے آیا۔ آپ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ ان کو (ان کی کھجوریں) ادا کردو۔ انصاری نے اس کی کھجوروں سے کچھ گھٹیا کھجوریں دینا چاہیں اس نے لینے سے انکار کردیا۔ انصاری نے کہا: تم رسول اللّٰہ کی چیز رد کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اور رسول اللّٰہ سے زیادہ عدل وانصاف کا حق ہر کس کو؟ بس یہ سُننا تھا کہ چشم نبوت میں سُرمۂ اشک جھلملا گیا (آپ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں) اور آپ نے فرمایا: سچ کہتے ہو (واقعی) مجھ سے زیادہ کون مستحقِ عدل وانصاف ہو سکتا ہے، (پھر آپ نے ایک عام قانونِ قدرت بتا یا کر) وہ قوم کبھی باعزت مقام نہیں پا سکتی جس میں کمزور طاقتور سے اپنا حق نہ لے سکتا ہو، یا اُسے اپنا حق وصول کرنے کے لئے کئی کئی چکر لگانے پڑیں۔ پھر آپ نے فرمایا: خولہ! اس سے وعدہ کرو (کہ تمہیں اتنا ہم اور دیں گے) اور اس وعدے کو پورا کرنا، جس قرض دار کے پاس

---

[۱] بتائین مثناتین، فوق وعینین مھملتین ای اقلقہ واتعبہ بکثرۃ ترداد الیہ ومطلا یاماً (الترغیب)
[۲] نون البحار: حوتھا۔ (الترغیب) [۳] یلوی غریمہ ای یمطلہ ویسّوفہ۔ (الترغیب)
[۴] ان الفاظ کا مفہوم بددعا بھی ہو سکتا ہے کہ خدا ایسی قوم کو کبھی مقام عزت نہ بخشے جس کا حال یہ ہو۔

سے قرض وصول کرنے والا خوش ہو کر چلا جائے اس کے لئے زمین کے تمام جاندار اور سمندر کی مچھلیاں دعار کرتی ہیں۔

اور جو شخص گنجائش ہوتے ہوئے اپنے قرض خواہ کو چکر لگوائے (اور اسے کئی کئی بار آنے کے لئے مجبور کرے) اللہ تعالیٰ اس کے ذمّہ ہر دن اور ہر رات ایک ایک گناہ لکھتا رہتا ہے۔

ادارِ قرض کی چند دُعائیں:

پہلی دُعار

(۱۰۶۹) عن علی رضی اللہ عنہ ان مکاتبًا جاءہ فقال: انی عجزت عن مکاتبتی فاعنی، فقال: الا أعلمك كلمات علمنيهن رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان عليك مثل جبل صير[۱] دينًا اداه الله عنك، قل: اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عمن سواك — (رواه [احمد[۲] و] الترمذی واللفظ لہ وقال حسن غریب الحاکم وصححہ [والبیہقی فی الدعوات الکبیر[۳] والطبرانی فی الدعار[۴]])

---

[۱] من مسند الامام احمد و فی ق: ثبیر بالثاء المثلثة کامیر و فی ف، ح: صبیر — بالموحدة بعد الصاد وهو كذالك فی عامة نسخ سنن الترمذی (الزبیدی، اتحاف السادہ ج ۵ ص ۹۹) قال ابن الاثیر: وهذه الكلمة جاءت فی حدیثین: لعلی رض و معاذ رض، اما حدیث علی رض فهو صیر، واما روایة معاذ فصبیر، قال: وكذا فرق بينهما بعضهم هذا تحقيق اللفظ رواية، واما فی اللغة فثبير وصبير كلاهما كامير وصِبر بالموحدة ككتف، وصِير بالياء التحتية فكل منها اسم جبل، واما ما وقع فی المشكوة ص ۲۱۵، جبل كبير، فتصحيف۔

وقد ورد فی حدیث: من نظر فی صیر باب ففقئت عينه فهي هدر، ومعناه شق الباب، قال ابو عبيد: لم يسمع بهذا الحرف الا فی هذا الحدیث۔ قال عبد الله طارق: كانه اراد هذه اللفظ بهذا المعنى والا فقد ورد هذا اللفظ فی ثلاثة احادیث فيما اعلم او اكثر۔

(راجع مسند الامام احمد ج ۲ ص ۳۴۳، الزبیدی، اتحاف السادة ج ۵ ص ۹۹، الخطیب المشکوة ص ۲۱۵، ابن الاثیر النہایہ ج ۱ ص ۱۳۵ و ج ۲ ص ۲۴۳، احمد الفیومی المصباح المنیر ج ۱ ص ۳۹۵ و ص ۱۶۲، الافریقی لسان العرب ص ۱/۱۴۲ محمد طاہر الفتنی مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۱۰ الزبیدی تاج العروس ج ۳ ص ۳۳۲ الی ص ۳۴۳ بالمعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی مادہ صبر۔ [۲] المسند ص ۱۵۳/۱ رقم ۱۳۱۹۔ [۳] المشکوة ص ۲۱۵ ص ۲۱۶۔ [۴] اتحاف السادة تخریج الاحیار ص ۹۹/۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب غلام آیا (مکاتب وہ غلام کہلاتا ہے جس کا مالک سے یہ معاملہ طے ہو جائے کہ میں اتنی رقم دیدوں تو آزاد ہوں) غلام نے آکر کہا کہ میں اپنی مکاتبت کی (یعنی اس معاملے کی طے شدہ) رقم ادا کرنے سے عاجز ہو چکا ہوں، آپ میری مدد فرمائیے۔ حضرت علی رضی نے فرمایا: میں تجھے وہ دعا نہ سکھا دوں جو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے؟ اگر تمہارے اوپر کوہ صبیر[1] کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ادا کرا دے گا، یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔	اے اللہ! مجھے اپنی حلال کی ہوئی چیزیں اتنی دے کہ میں تیری حرام کی ہوئی چیزوں سے بے نیاز ہو جاؤں اور مجھے اپنے فضل سے اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنا۔

دوسری دعا:

(۱۰۷۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم المسجد، فاذا ھو برجل من الانصار یقال لہ ابوامامۃ جالسا فیہ، فقال: یا ابا امامۃ مالی اراک جالسا فی المسجد فی غیر وقت صلاۃ؟ قال: ھموم لزمتنی و دیون یا رسول اللہ۔ قال: افلا اعلمک کلاما اذا قلتہ اذھب اللہ عزوجل ھمک وقضی عنک دینک؟ فقال: بلی یا رسول اللہ۔ قال: قل اذا اصبحت واذا امسیت: اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن، واعوذبک من العجز والکسل، واعوذبک من البخل والجبن، واعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔ قال: ففعلت ذلک فاذھب اللہ عزوجل ھمی وقضی عنی دینی۔

(رواہ ابوداؤد)

---

[1] ایک پہاڑ کا نام ہے، اس کی مزید تحقیق عربی حاشیہ میں آچکی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک انصاری صحابی ابو امامہ بیٹھے ہوئے ہیں آپؐ نے فرمایا: ابو امامہ کیا بات ہے، نماز کے وقت کے علاوہ تمھیں مسجد میں بیٹھے کیوں دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کچھ تفکرات لگ گئے ہیں اور کچھ قرضے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمھیں کچھ ایسے الفاظ نہ سکھادوں کہ جب تم انھیں کہنے لگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے تفکرات بھی دُور کر دے گا اور تمہارا قرضہ بھی ادا کرا دے گا؟ انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول کیوں نہیں (ضرور سکھا دیجئے) آپؐ نے فرمایا: صبح شام یہ کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور کُڑھن سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ناکارگی اور سُستی سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں کنجوسی اور بزدلی سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے حاوی ہو جانے اور لوگوں کے مسلط ہو جانے سے

ابو امامہ کہتے ہیں میں یہ الفاظ کہنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے میرے تفکرات بھی دُور فرما دیئے اور میرا قرضہ بھی ادا کرا دیا۔

تشریح: غور کیجئے اس دُعا میں بندہ خدا تعالیٰ ہی کے سامنے اپنے سوال رکھ رہا ہے مگر خود ان سوالوں کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں بہت بڑی تعلیم بھی ہے کہ انسان دنیا میں بہت سے تفکرات سے پریشان اور قرضوں سے عاجز اس لئے بھی ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر پست ہمتی، ناکارگی اور سُستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے پاس بعض وقت ایسا سامان ہوتا ہے کہ اسے فروخت کر کے قرضے نمٹا دیئے جائیں اور دل و دماغ کو تفکرات اور کُڑھن سے آزاد کر لیا جائے اور بعد میں محنت و کوشش کر کے خدا تعالیٰ گنجائش دے تو وہ سامان دوبارہ فراہم کیا جا سکتا ہے مگر

کنجوسی اور عزم و ہمت کی کمی یہ قدم نہیں اُٹھانے دیتی، اسی طرح بعض وقت دنیوی وسائل کی تلاش میں دور دراز جانے یا اپنے دیکھے برتے ذرائع معاش سے ذرا ہٹ کر نئے میدان دیکھنے اور دوسرے ذرائع کا تجربہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر انسان بزدلی کی وجہ سے ایسے قدم اُٹھانے سے ہچکچاتا ہے اور چند لگے بندھے ذرائع میں ہی گھرا رہتا ہے۔

زبانِ نبوت سے نکلی ہوئی اس دعاء کے الفاظ میں یہ تعلیم بھی پوشیدہ ہے کہ وسائل کی اس دنیا میں عزم و استقلال اور ہمت و جوانمردی سے حالات کا مقابلہ کرو اور معاش کے ہر جائز و نفع بخش ذریعہ کو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اپناؤ —— اور ہر قدم ہر گھڑی اپنے خالق و مالک سے لو لگائے رہو کہ عزم و ہمت جرأت و استقلال، کامیابی اور ناکامی ہر چیز کے سرچشمے اسی کے پاس ہیں، دنیا کی ہر نعمت وہی دیتا ہے۔ عزت و ذلت بھی اسی کی مرضی اور اسی کے چاہنے سے ملتی ہے اس لئے ہر کوشش میں اس کی خوشی کو مقدم رکھو اور اس سے مانگتے رہو۔ اگلی دعاء میں یہ آخیر کا مفہوم مزید وضاحت سے آرہا ہے۔

تیسری دعاء:

(۱۰۷) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذ: الا اعلمك دعاءً تدعو به لو كان عليك مثل جبل احد دينا لأدّاه الله عنك؟ قل يا معاذ: اللّٰهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء، وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير، انك على كل شيء قدير، رحمن الدنيا والآخرة ورحيمهما تعطيهما من تشاء وتمنع منهما من تشاء ارحمني رحمة تغنيني بها عن رحمة من سواك۔

(رواه الطبراني في الصغير باسناد جيد وروى بنحوه عن معاذ وفيه بعد قوله انك على كل شيءٍ

---

[1] ذکرہ المصنف بلفظ رُدِی۔

تدبیر: تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب رحمن الدنیا۔ فذکرہ۔ وزاد فی آخرہ: اللھم اغننی من الفقر واقض عنی الدین و توفنی فی عبادتك وجھاد فی سبیلك

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی دعا نہ سکھا دوں کہ تم اسے مانگا کرو تو اگر تمہارے ذمہ احد پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ادا کرا دیگا؟ (پھر آپ نے خود ہی فرمایا:) معاذ! تم یہ کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔	اے اللہ! سلطنت کے مالک تو سلطنت (اور اختیارات) دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سلطنت (واختیارات) چھین لیتا ہے جس سے چاہتا ہے، اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ ہر خیر و خوبی تیرے ہی ہاتھ ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔
تُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی اللَّیْلِ، وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ، وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ[1]	تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تو برآمد کرتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے اور تو جسے چاہتا ہے بے حد و بے شمار روزی بخشتا ہے۔
رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ	اے دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور ان دونوں کے

[1] یہ قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی ۲۶ ویں اور ۲۷ ویں آیتیں ہیں۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن کی تعلیم اللہ رب العالمین نے اپنے نبی کو فرمائی تھی کہ آپ یوں دعا کیا کریں۔

رَحِيْمَهُمَا، تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ، اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔	رحیم، تو یہ دونوں جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان دونوں کو (یا ان میں سے جونسی چیز کو چاہتا ہے) روک لیتا ہے، مجھ پر ایسا (اور اسقدر) رحم فرما کہ میں کسی دوسرے کے رحم سے بے نیاز ہو جاؤں۔
اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَ تَوَفَّنِيْ فِيْ عِبَادَتِكَ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِكَ [1]	اے اللہ! مجھے تنگدستی سے خوشحالی دے اور میرا قرضہ ادا کرا دے اور مجھے اپنی عبادت کرتے ہوئے اور اپنی راہ میں جہاد کرتے ہوئے موت دے۔

تشریح: عہد رسالت میں عیسائیوں کے ایک بہت بڑے پادری ابو حارثہ بن علقمہ نے اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے کہا تھا کہ خدا کی قسم ہم خوب جانتے ہیں کہ جس پیغمبر کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے وہ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کرز نے پوچھا کہ پھر ان پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو بڑے بھائی نے جواب دیا کہ رُوم کی سلطنت ہمیں جو کچھ عزت دیتی اور ہماری مالی امداد کرتی ہے محمدؐ پر ایمان لاتے ہی یہ سب ختم ہو جائیگا۔ کرز نے یہ بات گرہ باندھ لی اور آخر یہی جملہ ایک دن ان کو اسلام کی آغوش میں لے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ذریعہ عیسائی پادریوں اور جاہ و منصب اور مال و دولت کے پجاریوں کو خبردار کیا ہے کہ سلطنت اور مال و دولت یا عزت و ذلت تو خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جب تک جس کو یہ چیزیں دیئے رکھتا ہے اس کے پاس رہتی ہیں اور جب چھیننا چاہتا

---

[1] اس دعا کا پہلا اور تیسرا حصہ تو ایک مستند حدیث میں آئے ہیں اور دعا کا دوسرا اور چوتھا حصہ ایک کمزور حدیث میں ہیں۔ ہم نے پڑھنے کی آسانی کیلئے سب کو یکجا اور مرتب کر دیا ہے اور فرق کرنے کی آسانی کیلئے نمبر ڈال دیئے ہیں جس کا جی جونسا حصہ پڑھنے کو چاہے پڑھ لے، دوسرا حصہ تو پہلے ہی حصہ کی طرح قرآن مجید کی آیت ہے اور خود قرآن مجید میں ان دونوں حصوں (جو کہ دو آیتیں ہیں) کے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور آخری حصہ بھی دعا ہے حدیث کمزور ہونے کے باوجود اس دعا کے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہے چھین لیتا ہے چنانچہ کچھ ہی عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ جن سلطنتوں کے اعزاز اوران کی امدادوں کے لالچ میں وہ حق وصداقت کو جانتے بوجھتے نظرانداز کررہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سلطنتوں کے تاج وتخت محمد رسول اللہ کے غلاموں کے پیروں میں لاکر ڈال دیئے۔

دن کورات میں سے اور رات کو دن میں سے نکالنے والے عزیز وقدیر نے جہالت کی تاریکی میں سوتے ہوئے عربوں کو اُٹھایا اوراسلام کی روشنی میں سربلند کردیا اور رُوم وفارس کی زرق برق سلطنتوں کا سُورج دیکھتے ہی دیکھتے خانہ بدوش غلامانِ اسلام کے ہاتھوں غروب ہوگیا۔

چوتھی دعاء:

(۱۰۷۲) عن عائشة رضی اللہ عنها قالت دخل علیّ ابوبکر فقال: سمعتُ من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دعاءً علمنیه، قلتُ ماهو؟ قال: کان عیسی بن مریم یعلّم اصحابه قال: لوکان علی احدکم جبل ذهب دَیناً فدعا اللہَ بذلك لقضاه اللہُ عنه: اللهم فارج الهم، وکاشف الغم، ومجیب دعوة المضطرین، رحمٰن الدنیا والاخرة ورحیمهما، انت ترحمنی فارحمنی برحمة تغنینی بها عن رحمة من سواك۔

قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنه: وکانت علیّ بقیة من الدَّین وکنت للدَّین کارهًا فکنت ادعو اللہ بذلك، فاتانی اللہ بفائدة فقضی عنی دینی۔

قالت عائشة: کان لاسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنها علیّ دینار وثلاثة دراهم وکانت تدخل علیّ فاستحیی ان انظر فی وجهها لانی لا اجد ما اقضیها فکنت ادعو بذلك الدعاء فما لبثتُ الا یسیرًا حتی رزقنی اللہ رزقًا ما هو بصدقة تُصُدِّقَ بها علیّ ولا میراث وُرِّثته فقضاه اللہ عنی وقسمت فی اهلی

قسمًا حسنًا وحليت ابنة عبد الرحمان بثلاث اواق من وَرَقٍ وفضل لنا فضل حسن۔ (رواہ البزار والحاکم وصححہ[1] والاصبہانی کلہم عن الحکم بن عبداللہ الایلی عن القاسم عنہا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (ایک بار) میرے پاس تشریف لائے اور بتایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دُعا سُنی تھی وہ دُعا آپؐ نے مجھے سکھائی بھی تھی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا وہ کونسی دُعا ہے؟ فرمایا: یہ دُعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو سکھایا کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ اگر تم میں سے کسی کے ذمّہ سونے کے پہاڑ کی برابر بھی قرضہ ہو اور وہ اس دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو بھی ادا کرا دے گا۔ (دُعا یہ ہے:)

اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ وَکَاشِفَ الْغَمِّ وَمُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِیْ فَارْحَمْنِیْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔	اے اللہ! تفکرات کو آسان کرنے والے اور غموں کو دُور کرنے والے، اور مجبوروں و بے بسوں کی پُکار سُننے والے، دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور ان دونوں کے رحیم تو ہی مجھ پر رحم کھا سکتا ہے۔ پس تو مجھ پر ایسا رحم فرما دے کہ میں تیرے سوا ہر ایک کے رحم و کرم سے بے نیاز ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میرے ذمّہ کچھ قرض باقی رہ گیا تھا اور مجھے قرض سے نفرت بہت تھی تو میں اس دُعا کا وِرد رکھتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فائدہ پہنچایا اور میرا قرض ادا کرا دیا۔

---

[1] قال الذہبی: الحکم لیس بثقة (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۵۱۶) وقال المنذری: کیف والحکم متروک متہم والقاسم مع ماقیل فیہ لم یسمع من عائشة رض (الترغیب) قال عبداللہ طارق: ومع ھذا ذکرہ المصنف بلفظ "عن"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ذمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی ایک اشرفی اور تین درہم تھے۔ وہ میرے پاس آیا جایا کرتی تھیں اور (جب وہ آتی تھیں تو) شرم سے میری نظریں اُن کے چہرے کی طرف نہ اُٹھتی تھیں اس لئے کہ میرے پاس ادائیگی کا انتظام نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس دعاء کو پڑھنا شروع کردیا، تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا وہ نہ تو صدقہ تھا جو مجھے کسی نے دیا ہو اور نہ کوئی میراث تھی جس کا مجھے حصہ ملا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرا قرض بھی ادا کرادیا اور میں نے اپنے گھر کنبے میں بھی اچھا خاصا تقسیم کردیا اور اپنی بھتیجی یعنی) عبدالرحمٰن کی بیٹی کے لئے تین اوقیہ[1] (یعنی تقریباً سوا چار سو گرام) چاندی کا زیور بھی بنوا دیا اور اس کے بعد بھی ہمارے پاس کافی مقدار میں بچ رہا۔

ہر رنج وغم کے لئے دُعائیں

پہلی دعا:

(۱۰۷۳) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما اصاب احدا قط همّ ولاحزن فقال: اللّٰهم انی عبدك وابن عبدك، وابن أمتك ناصيتی بيدك، ماض فیّ حكمك، عدل فیّ[2] قضائك، أسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك، او انزلته فی كتابك، او علمته احدا من خلقك، او استأثرت به فی علم الغيب عندك: ان تجعل القرآن ربيع قلبی، ونور صدری، وجلاء حزنی، وذهاب همی الا اذهب الله عزوجل همه، وابدله مكان حزنه فرحًا۔ قالوا: يا رسول الله ينبغی لنا ان نتعلم هٰؤلاء الكلمات؟ قال: اجل ينبغی لمن سمعهن ان يتعلمهن۔

---

[1] ایک اوقیہ چالیس درم اور ایک درم ساڑھے تین ماشے یا ساڑھے تین گرام۔
[2] سقط من ح

(رواہ احمد والبزار وابو یعلیٰ [والطبرانی وابن السنی وابن ابی شیبہ[۲]] وابن حبان —— والحاکم[۳] [قال الھیثمی: ورجال احمد وابی یعلیٰ رجال الصحیح غیر ابی سلمۃ الجھنی وقد وثقہ ابن حبان[۴]])

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو کوئی فکر وغم لاحق ہو اور وہ یہ کلمات کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ، وَجِلَاءَ حُزْنِيْ،

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کی اولاد ہوں، اور تیری بندی کی اولاد ہوں، میں ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں، میرے بارے میں تیرا حکم نافذ اور جاری ہے، اور میرے بارے میں تیرا جو بھی فیصلہ ہے برحق ہے اور انصاف پر مبنی ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر اس نام سے جو تیرا نام ہو، تو نے خود کو اس نام سے ذکر کیا ہو، یا تو نے اُسے اپنی (کسی) کتاب میں نازل فرمایا ہو، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ بتایا ہو، یا تو نے اس کو اپنے پاس علمِ غیب میں محفوظ رکھا ہو کہ تو قرآن مجید کو میرے (باغِ) دل کی بہار بنادے اور میرے سینے کا نور بنادے اور اُسے میرے رنج وغم کا مداوا

---

[۱] الحصن الحصین ص۱۳۶ ومجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۶۔
[۲] الحصن ص۱۳۶ وکنز العمال ج۲ ص۷ رقم ۳۵۲۵ و ۳۵۵۵
[۳] کلھم عن ابی سلمۃ الجھنی عن القاسم بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابن مسعود، وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ان سلم من ارسال عبدالرحمٰن عن ابیہ، قال الحافظ المنذری: لم یسلم۔ (الترغیب) قال الحافظ ابن حجر: حدیث حسن۔ (الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ ج۴ ص۱۳ لابن علان) [۴] مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۶ وقد ردی لہ ابن حبان فی صحیحہ، قال المنذری: قال بعض مشائخنا: لاندری من ھو۔ (رجال الترغیب)

وَذَهَابَ هَمِّي۔	کردے اور اسے میرے تفکرات کا دور کرنیوالا بنادے۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے تفکرات دُور فرمادے گا اور رنج وغم کے بدلے اسے خوشی و مسرت عطا فرمادے گا۔

دوسری دُعاء:

(۱۰۷۳) وعن اسماء بنت عميس رضى الله عنها قالت: قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا اعلمكِ كلمات تقوليهن عند الكرب ـــ او فى الكرب ـــ: الله الله ربى لا اشرك به شيئا۔

(رواه [احمد و] ابوداؤد واللفظ له، والنسائی وابن ماجة، ورواه الطبرانی فی الدعاء وفيه: فليقل: الله ربى لا اشرك به شيئا ثلاث مرات، وزاد: وكان ذلك آخر كلام عمر بن عبد العزيز عند الموت)

حضرت اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھادوں جنہیں تم بے چینی اور پریشانی کے وقت میں کہہ لیا کرو؟ (پھر یہ کلمات تعلیم فرمائے:)

اللهُ اللهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔	صرف اللہ ہی میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔

اور ایک روایت میں یہ کلمات تین بار کہنے کا ذکر ہے اور شروع میں لفظ اللہ ایک بار ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عُمر بن عبدالعزیز کی زبان پر وفات کے وقت سب سے آخری الفاظ یہی تھے۔

تیسری دعاء:

(۱۰۷۴) وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

لہ کنز العمال ج ۲ ص۲۳ رقم الحدیث ۵۳۸۔ وج ۲ ص۳۴ رقم ۵۴۷۔

وسلم: الا اعلمك الكلمات التی تکلم بها موسیٰ علیه السلام حین جاوز البحر بنی اسرائیل؟ فقلنا بلیٰ یا رسول الله۔ قال: قولوا: اللّٰهم لك الحمد والیك المشتکیٰ، وانت المستعان، ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم قال عبدالله: فما ترکتهن منذ سمعتهن من رسول الله صلے الله علیه وسلم۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر باسناد جید)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھادوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سمیت سمندر سے پار ہوتے وقت کہے تھے؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول (ضرور سکھا دیجئے) آپؐ نے فرمایا: کہو۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔	اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، اور شکایتیں سنانے کے لئے اصل ٹھکانا تو ہی ہے اور تجھی سے مدد کی اُمید ہے، کسی میں (برائیوں کو روکنے کی) طاقت ہے اور نہ (خیر و خوبی دینے کی) قوت ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو عظمت و بزرگی والا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے میں نے کبھی یہ کلمات نہیں چھوڑے۔

چوتھی دعاء:

(۱۰۷۵) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما کربنی امرٌ الا تمثل لی جبریل فقال: یا محمد قل: توکلت علی الحی الذی لایموت، والحمد لله الذی لم یتخذ ولدًا، ولم یکن له شریك فی الملك، ولم

یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرًا۔

(رواہ الطبرانی والحاکم وصححہ [وابن صصری فی امالیہ[1]])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جب بھی کسی معاملے میں پریشانی اور بے چینی ہوئی فورًا ہی جبریل امین میرے سامنے آئے اور کہا: محمدؐ یہ کہئے:

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا۔

میں بھروسہ کرتا ہوں (اور اپنا معاملہ سپرد کرتا ہوں) اس زندہ ذات پر جو کبھی نہیں مرے گی، اور تمام تعریفیں اور خوبیاں اسی ہستی کے لئے ہیں جس کے نہ اولاد ہے اور نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک و سہیم ہے اور نہ اس کا کوئی مددگار کمزوری کی وجہ سے ہے، اور آپ اس کی خوب بڑائیاں بیان کیجئے۔

دعاءِ حاجت[2]

(۱۰۷۶) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا نادی المنادی فتحت لہ ابواب السماء واستجیب الدعاء فمن نزل بہ کرب او شدۃ فلیتحین[3] المنادی فاذا کبر کبر، واذا تشہد تشہد، واذا قال: حی علی الصلاۃ قال: حی علی الصلاۃ، واذا قال: حی علی الفلاح قال: حی علی الفلاح، ثم یقول: اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ[4] الصادقۃ المستجابۃ[5] المستجاب لہا دعوۃ الحق،

---

[1] ورواہ ابن ابی الدنیا فی الفرج والبیہقی فی الاسماء عن اسماعیل بن ابی فدیک مرسلا (کنز العمال ص۲۲۲ رقم الحدیث ۵۴۴۲)

[2] ایک دعاء حاجت اسی جلد میں اوپر حدیث ۹۲۵ میں آچکی ہے۔

[3] من الحین وھو الوقت، ای یطلب حین نداء المنادی للصلوۃ۔

[4] فی ت علیہ علامۃ النسخۃ، یعنی انہ لیس فی الاصل۔ وکذلک لیس فی الحصن الحصین ص۲۳۔

[5] کذا فی النسخ ولیس فی الحصن۔

وکلمۃ[۵۱] التقویٰ، احینا علیھا، وامتنا علیھا، وابعثنا علیھا، واجعلنا من خیار اھلھا احیاء واموانا، ثم یسال اللہ حاجتہ۔

(رواہ الحاکم[۵۲] وصححہ [وابن السنی وابو الشیخ فی الاذان وابو نعیم فی الحلیۃ وسعید بن منصور[۵۳]])

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے جس کو کوئی بے چینی یا (حالات کی) تنگی درپیش ہو تو وہ مؤذن (کی آواز) کا دھیان رکھے، جب وہ اللہ اکبر کہے یہ بھی اللہ اکبر کہے، جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہے یہ بھی یہی کہے۔ جب وہ حی علی الصّلاۃ کہے یہ بھی حی علی الصلاۃ کہے، اور جب وہ حی علی الفلاح کہے یہ بھی حی علی الفلاح کہے پھر (اذان ختم ہونے کے بعد) یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ الصَّادِقَةِ الْمُسْتَجَابَةِ الْمُسْتَجَابِ لَهَا، دَعْوَةِ الْحَقِّ، وَكَلِمَةِ التَّقْوٰى، اَحْيِنَا عَلَيْهَا، وَاَمِتْنَا عَلَيْهَا، وَابْعَثْنَا عَلَيْهَا، وَاجْعَلْنَا مِنْ خِيَارِ اَهْلِهَا اَحْيَاءً وَاَمْوَاتًا۔

اے اللہ! اِس پورے اور سچے اور مقبول بُلاوے کے رب، برحق بُلاوے اور تقویٰ کی آواز کے رب، تو ہمیں اِسی پر زندہ رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما، اور (قیامت کے دن) اسی پر ہمیں اُٹھا اور ہمیں اس کے ماننے والوں کے بہترین گروہ میں شامل فرما زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

---

[۵۱] وہی کلمۃ الشہادۃ کما فسر بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ تعالیٰ: والزمہم کلمۃ التقوی، رواہ الترمذی (الحرز الثمین علی حصن الحصین ص۹۲)

[۵۲] من روایۃ عفیر بن معدان، قال المنذری: وھو واہ ــ (الترغیب) [۵۳] الحصن وہامش نسخۃ خطیۃ۔

پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔

تشریح: ایک حدیث میں ایک دوسری دُعا ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اذان کے بعد اگر کوئی شخص یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الْقَائِمَۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَہٗ۔	اے اللہ! اس مستقل پکار کے رب اور نفع بخش درود وسلام کے رب، درود بھیج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور مجھ سے خوش ہو جا، ایسا خوش ہو جا کہ پھر تو کبھی ناراض نہ ہو۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو دعا کی جائے گی وہ قبول ہوگی۔[1]

دھوکے بازی کے لئے جھوٹی قسم

قسم ایک بہت بڑا معاشرتی اور اخلاقی بندھن ہے، جب سچائی اور حقیقت معلوم کرنے کا کوئی بھی قانونی ذریعہ باقی نہ رہے تو اس وقت معاملہ انسان کے خود اپنے ایمان اور ضمیر کے اُوپر چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ گویا پوری انسانیت کا باہمی معاہدہ ہے جس میں ہر شخص جکڑا ہوا ہے۔

سچائی کا بندھن بھی ایک شریف انسان کے لئے بڑا بندھن ہے جو ہر انسان اور خصوصیت سے اسلام کے دعویدار کو کبھی جھوٹ نہیں بولنے دیتا مگر خاص خاص معاملات میں اس بندھن سے بھی بڑے ایک اور بندھن کی ضرورت ہوتی ہے جس کا نام قسم ہے یہ انسانیت کی بہت بڑی پناہ گاہ، جائے امن اور اعتماد کا بہت اہم مرکز ہے جہاں پہنچ کر آدمی یقین کر لیتا ہے کہ کسی کا سچا کرتے کرتے جب اسے قسم کے ایمانی و اخلاقی ساحل پر لے آیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا لیا جاتا ہے تو وہ اب کہیں نہیں

---

[1] احمد، طبرانی فی الاوسط، ابن السنی عن جابرؓ۔ (حصن حصین ص۱۰۲)

بھاگ سکتا[1] اب غور کیجئے جو شخص خدا تعالیٰ کی ضمانت سے بھی بے پرواہ ہو کر اِس بین الاقوامی قلعۂ امن میں بھی دراڑ پیدا کر دے اور انسانیت کے اِس ساحلِ ایمان و اعتماد سے بھی چھلانگ لگا دے اس کو آپ کیا کہیں گے؟ آپ اسے جو بھی بُرے سے بُرا لفظ کہئے کم ہے۔

اِس جُرم کی سزا آخرت میں جو ملے گی اُس کا تو اِس قسم کے بے ایمان اور بے ضمیر لوگ کیا اثر لیں گے مگر خدا تعالیٰ بہت سی دفعہ اِس دنیا میں بھی اس کا بُرا انجام لوگوں کو دکھا دیتا ہے، اس کا مفصّل بیان آگے آ رہا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قسم سے متعلق ان آنے والی احادیث میں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثوں میں "مسلمان بھائی کا مال دبانے" یا "مسلمان بھائی کو دھوکہ دینے" وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ غیر مسلم کو دھوکہ دینا یا اس کا مال دبانا جائز ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام باتیں حضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ماحول میں فرمائی ہیں وہاں مسلمان کے علاوہ کوئی اور تھا ہی نہیں اِس لئے "کسی مسلمان" بولنے کا مطلب "کسی انسان" ہی ہے' دوسرے یہ اہم نکتہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جو شخص اپنے ہم مذہب مسلمان بھائی کو دھوکہ دینے اور اس سے بے ایمانی کرنے سے نہیں چُوکتا ایسا بد دیانت شخص اور کسے بخشے گا' تو یہ گویا اس معاملے کی مزید برائی واضح کرنے کے لئے ہے۔

(۱۰۷) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی مال امری مسلم بغیر حقہ[2] لقی اللہ وھو علیہ غضبان قال عبد اللہ: ثم قرأ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصداقہ من کتاب اللہ

---

[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا۔ یعنی تم قسمیں پختہ کر کر کے انھیں توڑو مت جبکہ تم (قسموں کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بھی بنا چکے ہو۔ (سورہ نحل۔۹۱) [2] فی ق حق، وبالہامش حقہ بعلامۃ النسخ۔

عزوجل: ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا۔ الی آخر الآیۃ۔

زاد فی روایۃ بمعناہ قال: فدخل الاشعث بن قیس الکندی فقال: ما یحدثکم ابو عبد الرحمن؟ فقلنا: کذا وکذا، قال صدق ابو عبد الرحمن کان بینی وبین رجل خصومۃ فی بئر، فاختصمنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: شاھداک او یمینہ، قلتُ: اذاً یحلف ولا یبالی؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من حلف علی یمین صَبْر[1] یقتطع بھا مال امریٔ مسلم ھو فیھا فاجر لقی اللہ وھو علیہ غضبان، ونزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا[2]۔ الی آخر الآیۃ۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ مختصراً۔ وروی ابوداؤد واللفظ لہ وابن ماجۃ[3] عن الاشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ان رجلا من کندۃ، وآخر من حضرموت اختصما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ارض من الیمن، فقال الحضرمی: یارسول اللہ! ان ارضی اغتصبنیھا ابو ھذا وھی فی یدہ۔ فقال: ھل لک بینۃ؟ قال: لا ولکن اُحَلِّفُہ: واللہِ ما یَعْلَم انھا ارضی اغتصبنیھا ابوہ، فتھیّأ الکندی للیمین، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یقتطع احد مالا بیمین الا لقی اللہ وھو اجذم، فقال الکندی: ھی ارضہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے مال پر ناحق قسم کھالی (کہ یہ میرا ہے) تو وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور

---

[1] الصبر ھھنا الاجتراء ومنہ قولہ تعالیٰ: وما اصبرھم علی النار ای ما اجرأھم (النہایۃ ج۲ ص۸)۔ [2] آل عمران ۷۷، ویاتی تمام الآیۃ فی ترجمۃ الحدیث۔ [3] وابن حبان فی صحیحہ والحاکم بدون القصۃ وصححہ ووافقہ الذھبی (موارد الظمآن ص۲۹۳ والمستدرک ج۴ ص۲۹۵)۔

دلیل قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (یعنی جو لوگ اللہ کے عہد و پیمان اور اپنی قسموں کے سہارے کچھ تھوڑا سا مال و اسباب حاصل کر لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ان سے خدا تعالیٰ نہ کلام کرے گا نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور انھیں دردناک عذاب ہوگا۔)[۲]

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ (حضرت ابن مسعودؓ کے یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد) اشعث بن قیس کندی تشریف لے آئے اور پوچھا ابوعبدالرحمٰن (یعنی ابن مسعودؓ) کیا بات سُنا رہے تھے؟ ہم نے کہا اِس اِس طرح فرما رہے تھے، اُنھوں نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن سچ فرماتے ہیں (خود) میرے اور ایک اور شخص کے درمیان ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا، ہم یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے، آپؐ نے مجھ سے فرمایا: یا تو تم دو گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا: یہ تو قسم کھا جائیگا اور اسے کوئی باک نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ڈھٹائی سے (جھوٹی) قسم کھا کر کسی مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لیا وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے گا کہ وہ اس بندے پر غضبناک ہوگا اور (اسی سلسلے میں) یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد و پیمان اور اپنی قسموں کے سہارے کچھ تھوڑا بہت مال و اسباب حاصل کر لیتے ہیں — تا آخر آیت —

---

[۱] حدیث شریف میں یہاں تک لکھ کر آخر آیت تک کا اشارہ دیدیا گیا ہے۔ [۲] سورۂ آل عمران آیت ۷۷۔

ایک دوسری روایت میں حضرت اشعث بن قیس رضؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی یمن کی ایک زمین کا مقدمہ لیکر حاضر ہوئے ان میں سے ایک کِندہ کا تھا دوسرا حضرموت کا، حضرموت والے نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کے والد نے مجھ سے میری زمین چھین لی تھی اور اب وہ اس کے قبضہ میں ہے، آپؐ نے پوچھا: کیا تم گواہ پیش کر سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں لیکن میں اس سے اس بات کی قسم لے سکتا ہوں کہ "اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ یہ زمین اس (حضرموت والے) کی ہے جو میرے والد نے دبا رکھی تھی" کندی یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً مدّعی کی پُر اعتماد بات چیت اور دونوں کے چہرے مُہرے سے بھانپ لیا تھا کہ حضرموت والے کا دعویٰ درست ہے اور کندی کا معاملہ کمزور ہے اور وہ جھوٹی قسم کھانے پر تُل گیا ہے چنانچہ کندی کے قسم کھانے سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دیکھو!) جو کوئی قسم کے ذریعہ کسی کا مال ہتھیائے گا (قیامت کے دن) وہ اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔ کندی نے (یہ سُن کر) کہا: یہ زمین اسی کی ہے۔

تشریح: ارشادِ نبوی میں ہمارے لئے کتنی بڑی تعلیم ہے کہ اس فانی زندگی کے چند روزہ فائدے کے پیشِ نظر اپنی آخرت نہیں تباہ کر لینی چاہئیے —— اور اس کندی کا طرزِ عمل بھی ہمارے لئے کس قدر سبق آموز ہے کہ اگرچہ وہ ایک دفعہ تو جھوٹی قسم کھانے پر تُل گیا تھا مگر ارشادِ نبوی سُن کر اس کی حرارتِ ایمانی کو جوش آیا اور وہ اپنے باپ کے زمانے سے مقبوضہ زمین چھوڑ بیٹھا اور صاف اقرار کر لیا کہ زمین اسی کی ہے، حالانکہ مدعی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت کے بعد دنیا کی کسی عدالت میں اس مقدمہ کی اپیل بھی نہیں ہو سکتی تھی مگر کندی کے ایمان

نے اسے سمجھایا کہ آج نہ سہی مگر کل احکم الحاکمین کی عدالت میں معاملہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے دنیوی فائدے کو آخرت کی خاطر قربان کر دیا —— رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اِس واقعہ میں ہماری عدالتوں کے لئے بھی بڑا سبق ہے کہ وہ صرف خشک قانونی کارروائی اور ضابطہ کی کاغذی خانہ پُری پر اکتفا نہ کریں بلکہ خداداد چشم بصیرت سے کام لیکر معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور طرفین کے جذبۂ ایمانی اور ضمیر کی طاقت کو جھنجوڑ کر صحیح صحیح انصاف قائم کرنے میں مدد حاصل کیا کریں۔

(۱۰۷۸) وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الکبائر: الاشراك بالله، و عقوق الوالدین والیمین الغموس[۱]۔

وفی روایة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لما سُئل ما الیمین الغموس؟: الذی یقتطع مال امرئٍ مسلم، یعنی بیمین هو فیها کاذب۔

(رواه البخاری والترمذی والنسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور یمین غموس۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے پوچھا: یمین غموس کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹی قسم جس کے ذریعہ کسی مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لیا جائے۔

تشریح: جھوٹی قسم خواہ وہ کسی بھی غرض سے کھائی جائے گناہ اور اللہ کے پاک نام کی بے حرمتی ہے مگر یہاں خاص طور پر وہ جھوٹی قسم مُراد ہے جس میں علاوہ جھوٹ کے کسی کا مال بھی ناجائز طور پر دبایا جا رہا ہو۔

---

[۱] سمیت الیمین الکاذبة التی یحلفها الانسان متعمدا یقتطع بها مال امرئ مسلم عالما ان الامر بخلاف ما یحلف غموسا بفتح الغین المعجمة لانها تغمس الحالف فی الاثم فی الدنیا وفی النار فی الآخرة۔ (الترغیب)

کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک بھائی حقدار ہوتے ہوئے دوسرے کی جھوٹی قسم سے مجبور ہو کر اور اللہ کے نام کی لاج رکھ کر اپنا حق چھوڑ دے اور دوسرا اللہ کے نام کی بے حرمتی کر کے جھوٹی قسم کھا کر اپنے بھائی کا مال ہڑپ کر لے، اُس نے درحقیقت چند فانی کوڑیوں کے عوض اپنا ایمان بیچ ڈالا ؎

منّت سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

(۱۰۷۹) وعن الحارث[1] بن البرصاء رضی الله عنه قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الحج بین الجمرتین وهو یقول: من اقتطع مال اخیه بیمین فاجرة فلیتبوأ مقعده من النار، لیبلغ شاهدُکم غائبکم، مرتین او ثلاثا۔
(رواه[2] الحاکم وصححه[3] واللفظ له واحمد والطبرانی[4] وابن حبان[5] ولفظه: فلیتبوأ بیتا فی النار)

حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے دوران دونوں جمروں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سُنا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ قبضا لیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، تم میں کا حاضر یہ پیغام غائب کو پہنچا دے، یہ بات آپ نے دو تین بار فرمائی۔

تشریح: آپؐ نے حج کرتے ہوئے ایسے اہم مقام پر اور اتنے بڑے مجمع میں بہت

---

[1] هو الحارث بن مالک بن قیس الکنانی اللیثی والبرصاء امه۔ (اصابه)
[2] کنز فی ق والانتصار وف بیاض قبل والحاکم وح: رواه احمد والحاکم وهو وهم ولیس فی مسند الامام احمد هذا الحدیث فی روایات الحارث بن البرصاء لا فی ج ۳ ص ۴۱۲ ولا فی ج ۴ ص ۳۴۳ ولم یذکره الساعاتی فی الفتح الربانی
[3] ووافقه الذهبی (المستدرک ج ۴ ص ۲۹۵ الایمان والنذور)
[4] عزاه الهیثمی الی الطبرانی فی الکبیر وحده وقال رجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸۰)
[5] موارد الظمآن الی زوائد صحیح ابن حبان لابی بکر الهیثمی ص ۲۸۱

اہمیت کے ساتھ یہ بات فرمائی اور بار بار یہ فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ یہ پیغام اُن تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ اس سے سمجھنا چاہئے کہ جھوٹی قسم کا معاملہ کس قدر سنگین ہے۔

(۱۰۸۰) وعن عبد الله بن ثعلبة انه اتى عبد الرحمن بن كعب بن مالك رضى الله عنه وهو فى ازار خز ذى طاق خلق[1] قد التبب به وهو اعمى يقاد قال: فسلمت عليه فقال: هل سمعت اباك يحدث بحديث؟ قلت: لا ادرى قال: سمعت اباك يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من اقتطع مال امرئ مسلم بيمين كاذبة كانت نكتة سوداء فى قلبه لا يغيرها شيئ الى يوم القيامة۔ (رواه الحاكم وصحح [ووافقه الذهبی[2]])

عبد اللہ بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ میں عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک کے پاس گیا وہ ایک پرانی گریبان دار ریشمی اُونی چادر اوڑھے ہوئے تھے جسے انھوں نے سامنے سے پکڑ رکھا تھا اور آنکھوں سے بالکل نابینا کہ انھیں پکڑ کر چلایا جا رہا تھا میں نے اُن کے پاس پہنچ کر سلام کیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے والد[3] کو کوئی حدیث بیان کرتے سُنا ہے؟ میں نے کہا مجھے تو کچھ نہیں معلوم فرمایا: میں نے تمہارے والد سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان بھائی کا مال جھوٹی قسم سے ہتھیا لیا تو (یہ قسم) اس کے دل پر ایک سیاہ داغ بن (کر قائم ہو) جائے گی، جسے کوئی چیز قیامت تک نہ مٹا سکے گی۔

تشریح: یعنی اس فریب کاری کا سیاہ داغ اس کے دل پر بیٹھ جائے گا جو اس کی بدبختی کا نشان ہے اور اس کی نحوست یہ اس زندگی میں بھی محسوس کریگا اور مرنے کے بعد بھی۔

---

[1] والذی رأیتہ فی المستدرک ج۴ ص۲۹۵: وھو فی ازار خز خز؟ نطاف خلف البیت قد التبب الخ وکذلک فی تلخیص المستدرک للذہبی وقد اخذہ المصنف عن المستدرک فلا ادری بل وقع التصحیف فی نسخ الترغیب ام فی نسخ المستدرک ہو قولہ الخز وھو الخلق۔ [2] المستدرک ج۴ ص۲۹۵ الایمان والنذور۔ [3] یعنی حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۰۸۱) وعن ابی امامۃ[1] ایاس بن ثعلبۃ الحارثی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من اقتطع حق امرئ مسلم بیمینہ فقد اوجب لہ النار، وحرم علیہ الجنۃ۔ قالوا: وان کان شیئاً یسیراً یا رسول اللہ؟ فقال: وان کان قضیباً[2] من أراک۔ (رواہ مسلم والنسائی وابن ماجۃ (وابن حبان[3]) ورواہ مالک الا انہ کرر: وان کان قضیبا من اراک ثلاثا)

حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لیا اس نے اپنے اوپر آگ کو واجب کرلیا اور جنت کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! چاہے معمولی سی چیز ہو؟ فرمایا: چاہے پیلو کی شاخ (یعنی مسواک یا داتن) ہی کیوں نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آخری بات تین بار فرمائی۔

جھوٹی قسم پر دنیوی عذاب

(۱۰۸۲) وعن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الیمین الفاجرۃ تذھب المال او تذھب بالمال۔

(رواہ البزار واسنادہ صحیح لو صح[4] سماع ابی سلمۃ من ابیہ عبد الرحمن بن عوف)

---

[1] ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ ج ۷، ص ۹ فی الکنی: ابو امامۃ بن ثعلبۃ الانصاری ثم الحارثی، ثم ذکرا ختلافا فی اسمہ وقال لا یصح غیر ایاس اھ وذکرہ الہیثمی فی موارد الظمآن وقال: عن ابی امامۃ فحسب۔ قال عبد اللہ طارق: وھو غیر ابی امامۃ الباھلی الصحابی المشہور واسمہ صدی بن عجلان۔

[2] کذا فی ق معربا بالشکل وبہامشہ: قُضَیَّباً، بعلامۃ النسخۃ۔

[3] موارد الظمآن ص ۲۸۸۔

[4] قال الہیثمی: لم یصح سماعہ من ابیہ واللہ اعلم۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۹) وبہامش ق: قال ابن معین والبخاری: لم یسمع ابو سلمۃ من عبد الرحمن شیئا، واسم ابی سلمۃ عبد اللہ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹی قسم مال کو ختم کردیتی ہے۔

تشریح: یعنی جھوٹی قسم پر جو دینی اور اُخروی نقصان بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ خود دنیوی نقصان اس کا یہ ہوتا ہے کہ جس مال کی وجہ سے اس شخص نے اپنا ایمان کھویا ہے وہ مال بھی نہیں رہتا اور اللہ کے نام کی بے حرمتی کی نحوست کی وجہ سے اس کے مال کی برکت اُڑجاتی ہے اور مال تباہ اور کاروبار ٹھپ ہوجاتا ہے۔

ایک حدیثِ نبوی میں ہے کہ ان اعجل المعصیة عقوبة البغی والجنایة والیمین الغموس تذھب المال وتثقل فی الرحم وتذر الدیار بلاقع۔[1]

یعنی جن گناہوں کی سزا بہت جلد ملتی ہے وہ بدکاری اور جنایت (جیسے کسی کا خون کردینا یا کسی کو زخمی کردینا) اور جھوٹی قسم مال کو ختم کردیتی ہے اور نسل میں کمی اور سست رفتاری پیدا کردیتی ہے، اور خاندانوں اور گھرانوں کو ویران و برباد کردیتی ہے۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ الیمین الفاجرة التی یقتطع بھا الرجل مال المسلم تعقم الرحم۔[2] یعنی جھوٹی قسم جس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا جائے عورتوں کو بانجھ کردیتی ہے، اور خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں جھوٹی قسم سے لئے ہوئے مال کے لئے بے برکتی کی بددعا فرمائی ہے۔[3]

جھوٹی قسم پر دنیوی سزا کا ایک تازہ واقعہ

غالباً رجب ۱۳۹۹ھ (جون ۱۹۷۹ء) کی بات ہے میرے مکان کے بالکل

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرةؓ وفیہ ابو الدھار الاصعب وثقہ النفیدی وضعفہ ابن حبان۔ (مجمع الزوائد ج۴ ص۱۸۱) و بلاقع جمع بلقع وبلقعة ای یفتقر ویذھب ما فی بیتہ من الرزق۔ وقیل یفرق اللہ شملہ ویغیر علیہ ما اولاہ من نعمتہ۔ (مجمع بحار الانوار ج۱ ص۱۱۶)

[2] رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر عن ابی سودؓ وفیہ رجل لم یسم (مجمع الزوائد ص۱۷۹ ج۴)

[3] دیکھئے مجمع الزوائد ج۴ ص۱۷۹۔

پڑوس میں ایک عورت نے دوسری کی کچھ رقم دبالی رقم والی نے اس اُمید پر کہ یہ بالکل جھوٹی قسم نہ کھاسکے گی اس سے یہ مطالبہ کردیا کہ اچھا تو قرآن اُٹھالے تو میں مان لوں، اس نے فوراً قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قبلہ رُو ہوکر کہہ دیا کہ میں نے یہ رقم نہیں لی تھی اس پر بات تو ختم ہوگئی مگر اس قسم کو دو دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا جبڑا ٹیڑھا ہوگیا، اسے خود بھی یقین ہوگیا کہ یہ میری جھوٹی قسم کا وبال ہے اور اس کے گھر والوں نے بھی اس سے یہی کہا، وہ کچھ تو شکل بگڑ جانے کی وجہ سے اور کچھ اپنے جھوٹ کی سزا سامنے آجانے کی شرمندگی سے بہت دن تک باہر نہیں نکلی، بعد میں خوب توبہ استغفار اور علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور وہ ٹھیک ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ اہلِ اسلام کو حدودِ شرع کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا إصراً کما حملته علی الذین من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

الحمد للہ کہ آج ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۸۱ء پنجشنبہ کو کتاب "انتخاب الترغیب والترہیب" جلد چہارم کی تالیف و تسوید سے فراغت ہوئی۔ اب پانچویں جلد ابواب الربا سے شروع ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محمد عبداللہ طارق

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

